بزمِ جاناں

مرتب

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

رکن الاسلام پبلیکیشنز

حیدرآباد

Marfat.com

صحبتِ اہلِ صفا نور و حضور و سرور
سرخوش و پُرسوز ہے لالہ لبِ آبجو!

بزمِ جاناں

مسیحائے وقت حضرت خواجہ رکن الدینؒ کی معنوی مصاحبت و
مجالست یعنی اس جانِ جاناں کے کیف بار بزم کی رنگین داستان!

مرتبہ

صاحبزادہ ابوالخیر محمدؐ زبیر

رکن الاسلام پبلیکیشنز
آزاد میدان، ہیرآباد، حیدرآباد، سندھ (پاکستان)

Marfat.com

سلسلہ اشاعت نمبر (۱)

جُملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں!

نام کتاب ــــــــ بزمِ جاناں
نام مرتب ــــــــ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
کاتب ــــــــ جمیل مرزا، بی۔ اے
طابع ــــــــ
ناشر ــــــــ رکن الاسلام پبلیکیشنز
آزاد میدان ہیرآباد، حیدرآباد سندھ
اشاعت اوّل ــــــــ ۱۴۰۰ھ ــــ ۱۹۸۰ء
صفحات ــــــــ تین سو سے زائد
کاغذ ــــــــ اعلیٰ
طباعت ــــــــ آفسٹ
جلد ــــــــ ریگزین ڈائی دار
قیمت ــــــــ ۲۴/- روپے
تعداد ــــــــ ایک ہزار

Marfat.com

اِنتساب

محاسنِ ظاہری و باطنی کی جلوہ گاہ، شریعت پناہ، طریقت و حقیقت آگاہ، والدی، استاذی و مرشدی حضرت علامہ شاہ محمد محمود صاحب ادام اللہ فیوضہم علینا' کے نامِ نامی کے ساتھ، جنہوں نے اپنے والدِ گرامی اور مُرشدِ نامی قطب الواصلین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گلشن کو"ہدایت درہبری کی شمیم عنبر فشاں سے مہکا کر ہزاروں بادیہ ضلالت میں بھٹکے ہوؤں کو شاہراہِ حق پر گامزن کر دیا'۔

اور ہاں اسی مردِ خود آگاہ کی نگاہوں نے تربیت کرکے اس عاجز کو شعورِ قلب ونظر عطا کر دیا۔

میں روشناس نہ تھا اس نے روشناس کر دیا
پتہ نہ تھا جس کا بتا دیا اُس نے

Marfat.com

فہرست عنوانات

مقدمہ	۹
شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹
تعارف اور نسب	۲۰
شجرۂ نسب	۲۲
والدِ گرامی	۲۲
مژدۂ جانفزا	۲۳
نویدِ روح افزا	۲۳
طلوعِ سحر	۲۴
عہدِ طفولیت	۲۵
فریدِ عصر	۲۷
تحصیلِ علوم و فنون	۲۸
فنِ قراءت	۲۸
فنِ خطاطی	۲۹
فنونِ عربیہ اور سندِ حدیث	۳۰
فوٹو ایک قطعہ	
فوٹو ایک قطعہ	
فنِ طبابت	۳۳
فنِ تکسیر و تعویذ	۳۴
جستجوئے رہبر	۳۸
رسائی بکوئے دلبر	۳۹
رہنمائی دلِ مضطر	۴۱
نشانِ راہِ خضر	۴۲
رہبر و رہنما	۴۳
عظمتِ مرشد	۴۷
محبتِ مرشد	۴۹
محبِ مرشد	۵۱
محبوبِ مرشد	۵۶
قبائے خلافت	۶۲
خلافت نامہ	۶۳
فوٹو اجازت نامہ	
ترجمہ و تلخیص	۶۴
عالمِ کیف و مستی	۶۷
عزلت نشینی	۶۹
نوازشاتِ سلطان الہند	۷۱
شوقِ کوئے دوست	۷۳
حصولِ مرام بوصولِ مسجدِ حرام	۷۵
غلام بیقرار بحضورِ سید الابرار	۷۷
اشارۂ کعبۃ اللہ	۷۹
اجازت نامہ	۸۱
فوٹو اجازت نامہ چہار سلاسل	

Marfat.com

سلسلۂ طریقت ۸۲
شجر ہائے طریقت ۸۳
شجرۂ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ ۸۳
شجرۂ خاندانِ عالیہ قادریہ ۸۷
شجرۂ خاندانِ عالیہ چشتیہ ۹۰
جلوۂ معصومی ۹۲
سفرِ مصر و شام ۹۴
مصافحہ نبی کریم ۹۵
فراقِ محبوب ۹۶
سراپائے مبارک ۹۷
معمولاتِ روز و شب ۹۸
اخلاق و کردار ۱۰۲
تواضع و انکساری ۱۰۳
امانت داری ۱۰۴
سادگی و بے تکلفی ۱۰۶
شجاعت و بہادری ۱۰۷
ہیبتِ جلالِ الٰہی ۱۱۱
مہمان نوازی ۱۱۲
نفاست پسندی ۱۱۲
شوقِ کتب بینی ۱۱۳
استغنا و بے نیازی ۱۱۴
غربا پروری ۱۲۰
ظرافت و خوش طبعی ۱۲۳
سخن فہمی و سخن سنجی ۱۲۴
آپ کے خود نوشت کلام کا فوٹو
تحمل و بردباری ۱۲۷
اتباعِ سُنّتِ مصطفوی ۱۳۲
تصرفِ باطنی ۱۳۳
ارادتِ مجدد ۱۴۱
عنایتِ مجدد ۱۴۳
میخانۂ معرفت ۱۴۵
گوہر ہائے کلام ۱۴۷
نامہ و پیام ۱۵۳
فوٹو گرامی نامہ
فیضانِ قلم ۱۶۵
رکنِ دین ۱۶۵
روح الصلوٰۃ ۱۶۸
توضیح العقائد ۱۷۰
مولودِ محمود ۱۷۵
واقعِ طاعون ۱۷۷
اربعین ۱۷۷
ضمیمہ آدابِ سالک ۱۷۸
حیرت کدۂ عقل (کرامات) ۱۷۹
اصلاحی کارنامے ۱۸۵
پہلا اصلاحی کارنامہ: اشاعتِ اسلام ۱۸۵
دوسرا اصلاحی کارنامہ، تربیت پرستارانِ مغرب ۱۸۷

Marfat.com

تیسرا اصلاحی کارنامہ: انسدادِ رسوماتِ مشرکانہ ۱۸۸
چوتھا اصلاحی کارنامہ: آبادیِ مساجد ۱۹۱
پانچواں اصلاحی کارنامہ: اصلاحِ علماءِ سُو ۱۹۲
چھٹا اصلاحی کارنامہ: احیاءِ سُنّت ۱۹۵
ساتواں اصلاحی کارنامہ: اصلاحِ عقائدِ مسلمین ۱۹۸
آٹھواں اصلاحی کارنامہ: درستیِ اعمالِ مومنین ۲۱۰
قربِ وصالِ دوست ۲۱۲
لقائے محبوب ۲۱۸
تکفین وتدفین ۲۲۰
مزارِ گوہر بار ۲۲۰
مرقدِ انور کا ایک فوٹو
مزار و مسجد کا ایک عقبی منظر
مناقب ۲۲۳
مرثیہ حکیم محمود احمد خاں صاحب ۲۲۳
منقبت۔ از شبیر حسین اختر ۲۲۵
قطعہ۔ از حکیم محمد محمود صاحب ۲۲۶
قطعہ۔ از حکیم محمد محمود صاحب ۲۲۶
منقبت از حکیم محمد محمود صاحب ۲۲۶
منقبت۔ از شبیر حسین اختر ۲۲۸
چادر شریف۔ از فرحت ۲۲۹
منقبت۔ از حکیم محمد محمود صاحب ۲۲۹
منقبت از فرحت ۲۳۰
تاریخِ وفات۔ محمود عالم خاں وکیل ۲۳۰

الباقیات الصالحات ۲۳۱
نورالعینین ۲۳۳
گُلِ نوبہار ۲۳۶
حکیم احمد حسین صاحب کے حُسنِ خط کا ایک نمونہ فوٹو
سجادہ نشین شاہ رکن الدین ۲۳۷
شفقتِ اساتذہ ۲۳۹
طب وحکمت ۲۳۹
علمِ سینہ وعلمِ سفینہ ۲۴۱
اجازت وخلافت ۲۴۲
آخری تحریر کا فوٹو
اخلاق وصفات ۲۴۷
مذہبی خدمات ۲۴۹
فوٹو رکن الاسلام
سیاسی خدمات ۲۵۵
خلفاء وسفراء ۲۵۸
مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحب ۲۵۸
مولانا ارشاد علی صاحب ۲۶۲
قاضی علی اکبر صاحب ۲۶۳
مولانا اخلاق احمد صاحب ۲۶۴
حاجی عبدالعزیز صاحب ۲۶۵
معاصرین کرام ۲۶۷
نور المشائخ ملا شور بازار ۲۶۷

Marfat.com

پیر محمد حسن جان سرہندی	۲۷۰	شاہ صاحب ودھے والے	۲۸۰
صاحبزادہ محمد عالم سرہندی	۲۷۲	جمال شاہ صاحب	۲۸۰
حضرت مظہر قیوم	۲۷۴	مجذوبِ دیگر	۲۸۲
مدنی شاہ صاحب	۲۷۴	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی	۲۸۳
مولانا ہدایت علی صاحب جے پوری	۲۷۵	مولانا نعیم الدین مرادآبادی	۲۸۴
دیوانِ آلِ رسول	۲۷۶	اشرف علی صاحب تھانوی	۲۸۵
شاہ ابوالخیر صاحب	۲۷۷	مولانا برکات احمد ٹونکی	۲۸۶
شاہ صاحب تولیڑے والے	۲۷۸	کتابیات	۲۸۸

Marfat.com

فہرست تصاویر!

۱۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا ایک فوٹو،
۲۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے الور میں مزار شریف اور اس سے ملحقہ مسجد کا ایک عموی منظر،
۳۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فنِ خوش نویسی کے استاذ شاہ رحیم اللہ کا ایک قطعہ،
۴۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ایک اور قطعہ،
۵۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے پیر و مرشد شاہ محمد مسعودؒ کا عطا کردہ خلافت نامہ،
۶۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ معظمہ میں حضرت ضیاء معصوم کا عطا کردہ اجازت نامہ،
۷۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا کلام خود ان کے دستِ مبارک کا تحریر کردہ،
۸۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مرقدِ مبارک کا عکس،
۹۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اور ملحقہ مسجد کا عقبی منظر،
۱۰۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فنِ خوشنویسی کے شاگرد حکیم احمد حسین صاحب کا نمونۂ خطاطی،
۱۱۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 نمونۂ دیگر،
۱۲۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ اجازت نامہ جو شاہ محمد محمود صاحب کو عطا فرمایا،
۱۳۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان میں علمی یادگار، رکن الاسلام کا ایک عکس،
۱۴۔ حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ اپنے مخلص کے نام ایک گرامی نامہ۔

Marfat.com

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

خدائے لم یزل و لایزال اپنے کلام بے نظیر و بے مثال میں ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ؏ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر سے قبل ایک مختصر سی تمہید قابلِ غور ہے، وہ یہ کہ کسی کی مصاحبت، معیت اور صحبت دو قسم کی ہوتی ہے ایک ظاہری دوسری معنوی اور باطنی، بالفاظ دیگر یوں کہہ لیجئے کہ ایک جسمانی اور دوسری روحانی۔ ظاہری اور جسمانی معیت اور صحبت تو یہ ہے کہ انسان اپنے اس جسدِ خاکی کے ساتھ اس کے حضور حاضر ہو اور اس کی ہم نشینی اختیار کرے، اور روحانی و معنوی معیت اور صحبت یہ ہے کہ وہ مطلوبہ شخصیت تو اس کے سامنے موجود نہ ہو لیکن اس کے حالات و واقعات، اخلاق و عادات اور ملفوظات و کمالات کی اس طرح تصویر کشی کی جائے کہ وہ شخصیت گویا اس کے سامنے ہو جاتی ہے

گرچہ تنہا تھے مگر ان کے تصور کے نثار
اپنے ہمراہ لیے ایک پری خانہ چلے

؏ سورہ ہود، پارہ ۱۱، رکوع ۲۴

Marfat.com

اور اب یہ اس کے ساتھ ہم نشینی وہمکلامی کا شرف حاصل کرے، یہ معیت معنوی اور روحانی ہے۔

اس تمہید کے بعد کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا آیۂ کریمہ میں سچے اور مقبولانِ بارگاہ صمدی کے ساتھ جس معیت اور صحبت کا حکم دیا گیا ہے وہ "عام" ہے جو ظاہری و باطنی، روحانی وجسمانی دونوں قسم کی معیت اور صحبت کو شامل ہے، جس طرح ان حضرات کی مجلس میں حاضر ہونے اور فیضِ صحبت سے مستفیض ہو کر معیتِ ظاہری کے حاصل کرنے کا حکم ہے اسی طرح ان صلحاء اور صادقین کے احوال و اخبار اور اقوال و کردار کے متعلق کتابوں میں پڑھ کر ان کاملین کی معیت معنوی اور صحبت روحانی کے حاصل کرنے کا بھی اسی آیت میں حکم ہے "معیت" کے عمومی معنے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک اور آیۂ کریمہ ملاحظہ ہو، جس میں رب ذوالجلال والاکرام لوگوں کو ہر طرف سے نظر ہٹا کر صرف اپنے مقبول اور محبوب بندوں کی طرف نگاہ مرکوز کرنے اور ان کی صحبت و معیت کو لازم پکڑنے کی کس پیارے اور دلکش انداز میں تعلیم دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ؏ اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں ؎

آنکھیں بیکار ہیں دیکھیں جو نہ صورت تیری
دل وہ کیا دل ہے نہ ہو جس میں محبت تیری

اور شاید "وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ" پر ہی عمل کرتے ہوئے عارف جامی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے ؎

بجز روئے تو گردید ست چشم!
نمی بینم ازیں افزوں گناھے!

اب اگر کسی کج فہم کے ذہن میں یہ سوال جنم لے کہ دوسروں سے صرفِ نظر کرنے اور ان صادقین

؏ سورہ کہف پارہ ۱۵ ارکوع ۴

Marfat.com

و کاملین کی طرف "محو نظر" ہونے کا اور ان کی صحبت معیت کو لازم پکڑنے کا آخر قرآن بار بار کیوں حکم دے رہا ہے؟ آخر اس میں ایسا کون سا فائدہ مضمر ہے جس کی بنا پر یہ کتاب جو ھُدًی لِّلنَّاس ہے وہ ہماری اس طرف دلالت و رہبری کر رہی ہے؟ میں عرض کرونگا کہ ایک فائدہ نہیں بلکہ دین و دُنیا کی تمام فوز و فلاح اسی ایک نکتہ میں مضمر ہے —— اس لیے کہ جن کاملین و صادقین کی معیت کا ہمیں حکم دیا جا رہا ہے وہ خدا کے محبوب اور مقرب بندے ہیں جو "اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ[1]" کی عملی تفسیر اور رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ[2] کی حقیقی تصویر ہیں، ان کے روز و شب خدا کی یاد سے بھرپور اور ان کے صبح و شام ذکرِ الٰہی کے انوار سے معمور ہیں۔ ان کی شان تو یہ ہے کہ اگر ان کا قلب ایک آن "یادِ خدا" سے غافل ہو جائے تو وہ خود کو دائرہ اسلام سے باہر سمجھتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "طالب ایک وقت میں اس مقام پر پہنچتا ہے کہ اگر ہزار سال بھی کوشش کرے تو ہزار کوششوں کے باوجود "غیر اللہ" کا خیال ایک لمحہ کے لیے اس کے دل میں جگہ نہیں پا سکتا۔[3]"

حقیقت یہ ہے کہ ان جیسے یادِ خدا میں مستغرق بندگانِ الٰہی کی صحبتِ ظاہری یا معنوی اختیار کر کے غافلوں کے دل بھی یادِ خدا کی کرنوں سے روشن و مستنیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کے ظلمتکدۂ قلوب میں "یادِ الٰہی" کی ایسی شمع فروزاں ہوتی ہے جس کی روشنی میں وہ منزلِ مقصود سے ہمکنار ہو جاتے ہیں ؎

شمع روشن ہے ہماری آہ کی!
لو لگاتے بیٹھے ہیں اللہ سے

---

[1] سورۂ آلِ عمران۔ پارہ ۴۔ رکوع ۲۰۔ ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

[2] سورۂ نور پارہ ۱۸، رکوع ۵، ترجمہ: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے

[3] مکتوباتِ امام ربانی جلد اول و دوئم مکتوب ۸۶ اور ۴۹

Marfat.com

اسی لیے ارشادِ رسول ہے کہ "اذا راؤا ذکر اللہ" کہ یہ وہ مقبول ہستیاں ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے ـــــ اور "یادِ خدا" یہ وہ عظیم دولت ہے جس کو یہ مل گئی سمجھ لیجئے اس کو سب کچھ مل گیا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ[۱] "کثرت سے اللہ کی یاد میں مشغول رہو تاکہ دونوں جہان میں فلاح پاؤ۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا[۲] اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں جن کے لیے اللہ نے "مغفرت اور اجرِ عظیم" تیار کر رکھا ہے۔ اور ایک اور مقام پر قرآن یوں گوہر فشاں ہوتا ہے کہ: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۳] "خبردار سن لو! خدا کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے" غرض "یادِ الٰہی" اور "ذکرِ خداوندی" کے وہ بے شمار فوائد ہیں جو احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔ اسی لیے عارفِ رومی بھی اس شعر میں "یادِ خدا" حاصل کرنے پر زور دے رہے ہیں ؎

گر تو خواہی زیستن با آبرو!
یادِ او کن یادِ او کن یادِ او

آیئے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایک ایسے ہی مردِ کامل کی معنوی صحبت اور روحانی معیت حاصل کر کے اپنے دلوں میں یادِ الٰہی اور محبتِ خداوندی کے دیپ جلائیں جس نے نہ صرف اپنی زندگی یادِ خدا میں گذاری بلکہ ہزاروں تاریک قلوب کو "یادِ خداوندی" سے روشن و منور کر دیا، جس نے بھٹکے ہوئے بندوں کو ان کے رب سے ملا دیا، جس نے گم کردہ راہ انسانوں کو قربِ محبوب کی منزل سے ہمکنار کر دیا، جس نے بندگانِ خدا کو لذتِ نیم شبی اور آہِ سحر گاہی سے آشنا کر دیا۔ ہاں ہاں وہ ہی جس کی ایک نگاہ نے بیگانوں کو اپنا اور اپنوں کو بیگانہ بنا دیا جس کے پُر اثر کلام نے قلب و جگر میں درد و گداز، ناز و نیاز اور سوز و ساز پیدا کر دیا، جس نے ذہنِ مسلم کو بیدار اور عشقِ مصطفٰے سے سرشار کر دیا، جس نے معرفت کے خزاں رسیدہ چمن کو پُر بہار اور صحرائے طریقت و حقیقت کو گل و گلزار کر دیا ؎

---

[۱] سورۃ جمعہ پارہ ۲۸ رکوع ۲ [۲] سورہ احزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴ [۳] سورہ رعد پارہ ۱۳ رکوع ۴

Marfat.com

صدائے کلمۂ توحید گوش زد کر کے
زمانہ سویا ہوا تھا جگا دیا اس نے
سُنا سُنا کے بہر کیف نغمۂ توحید
نوائے نے کو بھی وحدت نوا کیا اس نے
نبی کے رُوئے مصطفیٰ پر ڈالنے کے لیے
شعورِ دیدِ نظر کو عطا کیا اس نے
عروج کفر تھا جس وقت سارے "الور" میں
خُدا کے نام کا ڈنکا بجا دیا اس نے

وہ ذاتِ ستودہ صفات، غوّاص دریائے یقین سُلطان العارفین، محبوبِ ربّ العالمین حضرت شاہ "رکن الدّین" رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ہے، جو آیۃ من آیاتِ اللہ ہے اور اِذا رُأُوْ ذُکِرَ اللّٰہ کا صحیح مصداق ہے ــــ حیف صد حیف! یہ خدا کی محبوب ذات اب ہم میں موجود نہیں اگرچہ آج ہم اس کی "صحبتِ ظاہری" سے محروم ہیں لیکن بفحوائے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْن "اس کی صحبتِ معنوی سے آج بھی ہم مستفیض اور مستنیر ہو سکتے ہیں، اسی مقصدِ رفیع کی خاطر یہ عاجز اس برگزیدہ شخصیت کی خلوت و جلوت کے حالات قلمبند کر کے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہے تاکہ اس میکدۂ عشق و مستی میں جسمانی طور پر نہیں تو روحانی طور پر ہی حاضر ہو کر مئے اُلفت و محبت سے اپنی روح کو سرشار قلب و جگر کو شگفتہ و پُر بہار اپنے ذہن و دماغ کو معطر و مشکبار کر سکیں ؎

مرے سبوچہ کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب
نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

علاوہ ازیں ان محبانِ جلوۂ احدیت اور محبوبانِ بارگاہِ صمدیت کی پاکیزہ صورت و سیرت کے احوال سُننے اور سُنانے میں اتباعِ سُنت کی کوثر و سلسبیل سے دُھلی ہوئی ان کی صاف اور شفاف زندگی کے تذکرہ میں اور بھی بہت سے فوائد اور مصالح مضمر ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کا ذکر باعثِ فلاحِ دارین اور موجب نجاح کونین ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا، اس لیے کہ ارشادِ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ"[1] کہ صالح اور نیک بندوں کے ذکر کے وقت خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ[2] کہ انکی ظاہری یا معنوی ہم نشینی اختیار کرنے والا کبھی بدبخت نہیں ہوگا، یہ فوائد تو وہ ہیں جن کا تعلق بظاہر اُس جہان کی کامرانی سے ہے، اور اِس جہان میں ان صالحین کے ذکر سے کیا فائدے ہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان فوائد میں سے صرف ایک ادنیٰ سا فائدہ تو یہ ہوگا کہ تمام معاشرہ برائیوں سے پاک ہوکر جنت نشاں بن جائے گا۔ اب اس کے بڑے بڑے فوائد کیا ہوں گے اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ "اصلاحِ معاشرہ" کی وہ پُرخار وادی جس کو عبور کرنے سے اُمراء وسلاطین بڑے بڑے مقنن ومصلحین عاجز آگئے وہ ان خرقہ پوشوں اور مسجد وخانقاہ میں عمر گزارنے والے بوریہ نشین فقیروں کے ذکر سے کس طرح طے ہو جائے گی؟

تو ناظرین! اس کا بڑا آسان اور عام فہم جواب ہے وہ یہ کہ ذکر سے مذکور قریب ہوتا چلا جاتا ہے، اس کی طرف دل کھچنے لگتا ہے، اُس سے ایک قسم کا قلبی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے،

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

اور جب اُس سے لگاؤ ہو جاتا ہے تو پھر اس کی ہر ہر ادا محبوب اور اس کا ہر ہر فعل اس کے لیے قابلِ قبول ہو جاتا ہے، اب طبیعت پر اس کا کوئی اختیار نہیں رہتا بغیر قصد وارادہ کے اس کی طبیعت اس کے اخلاق وعادات کو اختیار کرتی چلی جاتی ہے، اور خود بخود وہ اُس محبوب ومطلوب شخصیت کے سانچے میں ڈھلتا چلا جاتا ہے، اسی طرح جب لوگ ان ساقیانِ بادۂ محبت، ان وارفتگانِ شوق والفت کے حالات پڑھیں گے اور سُنیں گے، تو انکا دل انکی پاکیزہ

---

[1] عبد الرحمٰن ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ صفوۃ الصفوہ جلد اول صفحہ ۱۱،

[2] صحیح بخاری وصحیح مسلم

صفات کی طرف مائل ہوگا اور پھر یہی میلان ان عاداتِ شریفانہ اور اخلاقِ کریمانہ کے اتصاف کا سبب بنتا چلا جائیگا، پھر کون کہتا ہے کہ جس معاشرہ کے افراد ان اخلاق کے ساتھ متصف ہوں وہ معاشرہ جنتِ ارضی اور رشکِ ارم نہیں ہوگا؟ اس لیے کہ یہ اخلاق کسی معمولی کردار کی حامل شخصیت کے اخلاق نہیں، بلکہ یہ کائناتِ ارض وسماوی کی سب سے عظیم ترین اور ربِ کائنات کی سب سے محبوب ترین شخصیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات ہیں وہ اخلاق جن کی عظمت ورفعت کا بیان خالقِ زمین وآسمان خود قرآن میں کرتا ہے کہ "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"[1] وہ اخلاق جنہوں نے چند برسوں میں عرب کے بدوؤں اور وحشیوں کی سیرت وکردار میں ایک انقلاب برپا کردیا۔

وہ اخلاق جنہوں نے انسانوں کی گردنوں کو نہیں بلکہ دلوں کو فتح کیا،

وہ اخلاق جنہوں نے سسکتی ہوئی انسانیت کو حیاتِ نو عطا کردی،

ہاں وہی اخلاق جنہوں نے عرب کے بادیہ نشینوں کو وہ عروج عطا کیا کہ دُنیا کی مہذب ترین قومیں اور متمدن حکومتیں ان کے زیرِ نگیں آتی چلی گئیں۔

غرض آدمیت کا ساماں مہیا کردیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

آج بھی انسان اگر ان اخلاق وعادات پر عمل پیرا ہو تو خدا کی قسم! یہ جہنم زار معاشرہ چمن زار بنتا چلا جائے۔ ان گلہائے اخلاق کی مدہوش کُن خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہو جائیں اور پژمردہ دل کی کلی پھر سے کھِل اُٹھے۔

بہرحال انہی فوائدِ جلیلہ اور مصالحِ دینیہ ودنیویہ کے پیشِ نظر ایک عاشقِ رسولِ عربی، ایک مُتبعِ سُنّتِ مصطفوی، ایک متخلق باخلاقِ نبوی کے حالات پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ ان اخلاق وعادات اور اِس صُورت وسیرت کو اپنا کر ہم جادۂ حق پر گامزن ہوں۔ اِدھر خدا کے محبوب بن کر اپنی آخرت سنواریں اور اُدھر اچھے اخلاق سے متصف ہو کر اپنے معاشرہ اور اپنی دُنیا کو پُرسکون، فرحت بخش اور

---

[1] پارہ ۲۹۔ سورہ قلم۔ رکوع ۱

Marfat.com

کیسے آگیں بنائیں۔

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْھُمْ
لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا!

آج سے تقریباً بینتالیس سال قبل حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مقدسہ پر مخدومی ومطاعی، والدی ومرشدی، رہبرِ شریعت ہادیٔ طریقت شاہ محمد محمود صاحب الوری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنا عارفانہ قلم اُٹھایا تھا، اور مصباح السالکین فی احوال رکن الملت والدین ؒ کے نام سے عجلت میں ایک انتہائی مختصر کتاب تصنیف فرمائی جو تقریباً ۱۳۵۵ھ میں انصاری پریس دہلی میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئی۔

لیکن اب اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ ایسے عارفِ کامل کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو ذرا تفصیل کے ساتھ قلم بند کیا جائے تاکہ وہ مخفی محاسن اُجاگر ہو کر عامۃ المسلمین کے لیے زیادہ سے زیادہ فائدہ کا باعث بنیں اور اس اخلاقی انحطاط کے دور میں رہنمائی کا کام انجام دیں۔ چنانچہ وقت کی اہم ضرورت اور احباب کے تقاضوں کی شدت محسوس کرتے ہوئے اس عاجز نے اس بارگاہِ لم یزلی سے مدد طلب کرتے ہوئے اس اہم فریضہ کو پورا کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا، لیکن مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ؂

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب دینے دفتر کو
ورق اس کا جب اُڑا لیگئی ہوا ایک ایک

سب سے بڑا صدمہ تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان مکتوبات کے تلف ہونے کا ہے جن کو حضرت کے وصال کے بعد ملک کے اطراف وجوانب اور بیرونی ممالک سے جمع کر کے ایک کتابی شکل دی جا رہی تھی، لیکن افسوس صد افسوس! وہ قیمتی سرمایہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ دار وگیر کے نذر ہو گیا اور اس طرح مورخین حضرت کی سوانح مرتب کرنے کے لیے ایک عظیم ماخذ سے اور مخلصین علمِ تصوف و اخلاق کے ایک عظیم شاہکار سے محروم ہو گئے۔ اگر آج وہ عارفانہ اور صوفیانہ مکتوبات

کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوتے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علمِ تصوف میں اس صدی کی سب سے بہترین کتاب لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی اور فنِ تصوف اور علمِ اخلاق میں ان بیش قیمت جواہر کے وجود

Marfat.com

سے ایک گراں قدر اضافہ ہوتا ہے

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں !
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

کسی شخصیت کی سوانح مرتب کرنے کے لیے دوسرا اہم ماخذ اور عنصر اس شخصیت کے رزم و بزم کے ساتھی، اس کی خلوت و جلوت کے محرم اسرار، اس کے روز و شب کے مصاحب ہوتے ہیں لیکن اس امر پر بھی جتنا ماتم کریں کم ہے کہ اس ساقی کے میخانۂ معرفت کے اکثر و بیشتر میخوار آج ہم میں موجود نہیں بلکہ ساقی کے ہمراہ اُس جہان میں حوضِ کوثر کے جام ہائے شیریں سے اپنے کام و دہن کو لذت بخش رہے ہیں۔ لیکن اس مقام پر یہ امر قابلِ ذکر اور لائقِ صد حمد و شکر ہے کہ اس بزم کے لذت آشنا ممدوح الشان رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مخلصین و محبین، بلکہ حضرت کے چند محبوبین و مقربین آج بھی موجود ہیں مثلاً حکیم احمد حسین صاحب نقشبندی، حکیم مشتاق احمد صاحب، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی، اس عاجز کی والدہ محترمہ اور سب سے بڑھ کر نابغۂ روزگار شخصیت یعنی حضرت صاحب کے زیر عاطفت تربیت پانے والے حضرت کے مزاج شناس، اپنی عالمانہ اور عارفانہ بصیرت سے حضرت کے احوال کا مشاہدہ کرنے والے، حضرت کے نور و نظر و لختِ جگر اُمتِ مسلمہ کے عظیم رہبر حضرت شاہ محمد محمود صاحب الوری ادام اللہ فیوضہم و برکاتہم کی ذاتِ گرامی ہے جن کے ذریعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض آج بھی ایک عالم کو سیراب کر رہا ہے۔

اس سوانح حیات کی تدوین میں مذکورہ بالا حضرات سے اس احقر نے استفادہ کیا، علاوہ ازیں اس میں دیگر جن حضرات نے میرے ساتھ تعاون کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سکرنڈ، ٹھیکیدار محمد اسماعیل صاحب ملتان، حافظ محمد ظفر احمد صاحب کراچی، جمیل الدین صاحب سیالکوٹ، محمد عثمان بھائی، احمد آباد، بشیر احمد صاحب جھالا واڑی حیدر آباد، حکیم نذر احمد صاحب کراچی، وغیرہ وغیرہ

میں ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے ممنون ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز کی اور ان سب حضرات کی اس سعی کو مقبول فرمائے اور ہمیں اور آپ کو آنے والے پاکیزہ اخلاق و عادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے — اور اس حقیر کوشش کو اس راقم الحروف

Marfat.com

کی بخشش کا ایک بہانہ بنا دے ۔ آمین ثم آمین !

ابوالخیر محمد زبیر

ایم اے، ایم فاضل، فاضل درس نظامیہ

خادم آستانہ رکنویہ،

فاؤنڈر: رکن الاسلام ایجوکیشنل سوسائٹی

شیخ الحدیث، مہتمم و مفتی: رکن الاسلام جامعہ مجددیہ

آزاد میدان ہیرآباد حیدرآباد (سندھ)

پاکستان

Marfat.com

حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آسمانِ علم و معرفت کے مہرِ درخشاں، افقِ ولایت کے نیرِ تاباں، یعنی رہبرِ دنیا و دین، قطب الواصلین، محبوبِ رب العالمین، منظورِ رحمۃ للعالمین حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مطلعِ رُشد و ہدایت پر خورشید ضوفشاں بن کے چمکے

کون شاہ رکن الدین !

وہ سرچشمۂ ولایت

جس نے ہزاروں تشنگانِ معرفت کو آبِ علم و عرفان سے سیراب کردیا، ایک ایسا آفتابِ ہدایت جو "انور" جیسے کفرستان کی تاریک فضاؤں میں توحید و رسالت کی کرنیں بکھیر گیا۔ ایک ایسا "بدرِ منیر" جو عاصیوں اور بدکرداروں کی سیاہ راتوں کو "اطاعت و عبادت" کی روشنی سے منور و مستنیر کرگیا، ایک ایسا "چراغِ نبوی"

جس نے اتباعِ مصطفےٰ کی روشنی سے ایک عالم روشن کردیا، ہاں وہ بوریا نشین فقیر

جس نے فقیری میں شہنشاہی کرنا سکھادی، وہ "مردِ قلندر"

جس کے دربار گوہر بار میں ایک لمحہ کی حاضری پر دارا و سکندر کی ہزاروں کیف آور اور نشاط انگیز صحبتیں قربان، کیوں کہ بقول اقبال ؎

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ہاں وہ ہی قطبِ زماں اور عیسیٰ دوراں

جس نے اپنی مسیحائی سے ہزاروں مُردہ قلوب کو حیاتِ جاوید عطا کردی

جس نے کسی کافر پر نظر ڈالی تو صاحبِ ایمان اور کسی مومن پر نظر ڈالی تو صاحب

Marfat.com

عرفان کردیا۔

جس کے در سے کبھی کوئی سائل تہی داماں نہ گیا، فقیر آیا تو امیر بن کے گیا کوئی آلامِ روزگار کا ستایا ہوا پریشان حال آیا تو ان کے آستانے کی خاک سے شفا لے کر گیا، سیاہ کار و بدکردار آیا تو ان کی ایک نگاہ سے متقی و پرہیزگار بن کے گیا۔ کوئی بدبخت آگیا تو نیک بخت بن کر گیا، کوئی بے عمل آیا تو باعمل ہو کر گیا۔

غرض فقیری میں امیری کرنے والے اس فقیر کے آستانے سے کبھی کوئی خالی نہ گیا۔

اس ہی لیے اقبال کہتا ہے ؎

دربار شہنشھی سے خوشتر

مردانِ خدا کا آستانہ

اور شاید اسی حقیقت کے پیشِ نظر ملا جامی علیہ الرحمۃ نصیحت فرما رہے ہیں کہ اس در کی گدائی کے عوض اگر تمہیں بادشاہت بھی ملے تو اسے بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دینا۔

گدائی درِ جاناں بسلطنت مفروش

کسے ز سایہ ایں در بآفتاب رَوَد

تعارف حضرت کا اسم گرامی "محمد رکن الدین" تھا، آپ مولداً کھیڑلوی، موطناً الوری، نسباً انصاری، مسلکاً حنفی، مشرباً نقشبندی مجددی اور مجازاً نقشبندی، قادری اور چشتی تھے۔

نسب آپ کا سلسلۂ نسب متعدد واسطوں سے صحابیٔ رسول فیض یافتۂ نبوت شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ہے، اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا شان اور مرتبہ ہے؟ اس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب سرورِ کائنات فخرِ موجودات مکۂ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر عاشق کے دل میں یہ آرزو مچل رہی تھی کہ کائنات کا والی اور خدا کا حبیب ہمارے گھر میں اقامت گزیں ہو اور اپنی میزبانی کا ہمیں شرف عطا کرے، لیکن بارگاہِ خداوندی سے یہ سعادتِ عظمیٰ کس کو نصیب ہوتی، اور

Marfat.com

خدا نے اپنے محبوب کی میزبانی عطا کر کے کس خوش نصیب کو اس دولت سے مالا مال کیا؟ اس کا حال ذرا حفیظ جالندھری کی زبان سے سنیئے......

ہر اک مشتاق تھا پیارے نبی کی میہمانی کا
تمنا تھی شرف بخشیں مجھی کو میزبانی کا
ہر اک مشتاق اپنی اپنی قسمت آزماتا تھا
بصد آداب دستِ راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا

مسئلہ بڑا پیچیدہ تھا کیونکہ اس گروہِ عشاق میں سے جس کو بھی نظر انداز کیا جاتا اس ہی کا دل ٹوٹتا، اور نبی رؤف و رحیم جو رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے ان سے کسی کی دلشکنی کب ممکن تھی، آخر آپ نے اس مسئلہ کو یوں حل فرمایا۔

کہا تم سب مرے بھائی ہو آپس میں برابر ہو
تونگر ہے وہی جو زہد و تقویٰ میں تونگر ہو!
اقامت کو مگر میں نے خدا پر چھوڑ رکھا ہے
کہ ناقہ کو فقط اس کی رضا پر چھوڑ رکھا ہے
سبھی پیارے ہو تم ہر ایک سے مجھ کو محبت ہے
"جہاں ناقہ ٹھہر جائے وہیں جائے اقامت ہے"
رُکی یکبارگی ناقہ بحکمِ حضرتِ باری
جہاں اِک سمت بستے تھے ابو ایوب انصاری
فلک نے رشک سے دیکھا اس انصاری کی قسمت کو
ابو ایوب گھر میں لے گئے سامانِ رحمت کو

سبحان اللہ!

وہ ذات جس کے دولت کدہ کو خدا اپنے حبیبِ پاک کی اقامت کے لیے پسند فرمائے جس کو "میزبانیِ مصطفےٰ" کا عظیم شرف عطا کر کے اس کے عشق و محبت کی رفعت و بلندی کا اظہار فرمائے، ایسے پیکرِ عشق و محبت کی نسل میں اگر شاہ رکن الدین جیسے مجسمۂ مہر و وفا

Marfat.com

پیدا نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا۔

شجرۂ نسب

۵۷ء کے ہنگامہ دار و گیر میں حضرت کا عظیم کتب خانہ الور میں تباہ ہوگیا۔ جس میں بہت سے علمی نوادرات کے علاوہ حضرت کا شجرۂ نسب اور تاریخِ ولادت، اور خاندانی حالات کے کچھ قلمی مخطوطات بھی تلف ہو گئے۔

لہٰذا حضرت کے آبا و اجداد کی ہندوستان میں ورود کی تاریخ اور خاندان کے دیگر حالات و کوائف کی تاریخ مرتب نہ ہو سکی۔

والدِ گرامی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کے متعلق صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ آپ کا نام "مولٰنا شمس الدین" تھا، آپ اپنے وقت کے متبحر عالم اور طبیب حاذق تھے۔ "اندور"[1] میں منصبِ قضات پر فائز تھے، آپ کی ایک عظیم الشان حویلی تھی، جس میں آپ مع اہل و عیال کے اقامت گزیں تھے۔ اندور سے کسی آفتِ ناگہانی کے سبب آپ ترکِ سکونت کر کے موضع کھیڑلہ[2] تشریف لے آئے، یہاں آپ کی طبابت، قضات اور علمیت کے باعث بہت سے معتقدین اور مخلصین پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے آپ

---

[1] "اندور" ہندوستان میں "مدھیا پردیش" ڈویژن کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جو سطح سمندر سے ۱۷۳۸ فٹ بلند ہے، یہ بمبئی سے شمال مشرق میں "۳۴۴" میل پر واقع، ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی "۳۹۴۹۴۱" نفوس پر مشتمل ہے۔ اس شہر کو ۱۷۱۵ء میں دریائے نربدا کی وادی میں بعض زمینداروں نے آباد کیا تھا جو مرہٹے سردار تھے، ۱۷۴۱ء میں انہی مرہٹے زمینداروں نے "اندرالیشور" کے نام سے یہاں ایک مندر تعمیر کیا، اسی وجہ سے اس شہر کا نام "اندور" ہو گیا۔ اس قصبہ پر "ہلکار" خاندان کے راجہ حکومت کرتے رہے، یہاں تک کہ ۱۸۱۸ء میں یہ "ہلکر" ریاست کا دار السلطنت بن گیا۔ پورے اندور ضلع کا رقبہ "۱۴۷۹" مربع میل ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق پورے ضلع کی آبادی "۷۵۳۵۹۴" افراد پر مشتمل ہے۔
(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، جلد ۱۲، صفحہ ۱۸۰)

[2] "کھیڑلہ" ہندوستان میں ضلع گڑگانواں" کا ایک مختصر دیہات ہے۔ جو دہلی کے قریب واقع ہے۔

Marfat.com

کی یہاں بڑی عزت و تکریم کی اور ارادت و عقیدت کے باعث کچھ زمینیں نذر کیں بہرحال پھر آپ نے یہاں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور تا دمِ زیست روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے علاجوں سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچاتے رہے۔

"مژدۂ جانفزا"

عادتِ الٰہی کچھ اس طرح سے جاری ہے کہ اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو اس دُنیا میں بھیجنے سے پہلے ان کے نام کا ڈنکا بجوا دیا جاتا ہے۔ تاکہ اہلِ نظر پر آنے والے مہمان کی عظمت و بزرگی آشکارا ہو جائے چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اس دُنیا میں مبعوث ہونے سے قبل بشارت دی گئی کہ بُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيٰى (پ۱۶ ع ۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دُنیا میں آنے سے قبل اعلان فرما دیا گیا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (پ۳ ع ۱۳) امام الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل حضرت عیسیٰ روح اللہ کی زبان سے اپنے حبیب کے نام کا چار دانگِ عالم میں ڈنکا بجوا دیا کہ "مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ" اس ہی طرح "شاہ رکن الدین" رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف آوری سے قبل اپنے وقت کے ایک عارفِ کامل کے ذریعہ آپ کی آمد کا بھی اعلان کروا دیا گیا یعنی سلسلہ عالیہ چشتیہ کا مشہور آستانہ، گولڑہ شریف اور سیال شریف جیسے مشہور میکدۂ معرفت کا پیرخانہ، یعنی "تونسہ شریف" کے ایک صاحبِ کشف و کرامت اور باکمال بزرگ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا دورانِ سفر جب اس طرف سے گزر ہوا تو آپ نے یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ مجھے اس مقام پر اپنے وقت کے ایک ولیٔ کامل کی بُو آ رہی ہے جو اس کفر و شرک کی فضا کو توحید کی بوئے دلآویز سے معطر و مشکبار اور اس خطہ کو علم و عرفان کے پھولوں سے گلشن و گلزار کر دیگا۔

نویدِ روح افزا

اس ہی طرح اس "درویش خدامست" کے آمد کی ایک اور ولیٔ کامل کے ذریعے خوشخبری سُنائی گئی۔

اس کا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ مدراس کے ایک کامل ولی اللہ کا عالمِ مسافرت

Marfat.com

میں موضع کھیڑلہ سے گذر ہوا حضرتؒ کے والد ماجد مولٰنا شمس الدین صاحب کو اس مردِ باخدا کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا، ایک روز اثنائے گفتگو جب اولاد کا ذکر آیا تو اس بزرگ کو یہ سُن کر افسوس ہوا کہ مولٰنا شمس الدین صاحب کے یہاں کوئی "اولادِ نرینہ" نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اچھا ہم اس سلسلہ میں یہاں چلہ کشی کریں گے، لیکن شرط یہ ہے کہ افطار کے وقت ہمیں صرف ایک روٹی دی جائے جو کسی عورت کے ہاتھ کی پکی ہوئی نہ ہو"، یہ شرط منظور کر لی گئی اور پورے چالیس روز تک حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر ایک روشندان کے ذریعہ ان کو پہنچاتے رہے، یہاں تک کہ جب چلہ پورا ہو گیا تو وہ بزرگ باہر تشریف لائے اور اس "نوید روح افزا" سے مولٰنا شمس الدین صاحب کو شادکام کیا کہ آپ کے یہاں ایک "فرزندِ ارجمند" پیدا ہو گا، اس کا نام رکن الدین رکھیں، وہ اپنے وقت کا ایک کامل ولی اللہ اور عارف باللہ ہو گا، وہ کیا آئے گا بلکہ آپ کے غم و الم کی تاریک شب کے لیے اور اس کفر و عصیاں کی سیاہ راتوں کے لیے "اس دن طلوعِ سحر" ہو گی لیکن افسوس کہ آپ اس کے زمانۂ عروج کو نہ دیکھ سکیں گے۔

طلوعِ سحر

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اس قدر ہو گی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

(بانگِ درا)

آخر وہ ساعتِ ہمایوں آ پہنچی جس کی بشارتیں اولیاءِ وقت نے دی تھیں یعنی اسی موضع کھیڑلہ میں ظلمتِ شبِ کفر کو سیماب پا کرنے والی، آسمانِ علم کو نورِ عرفاں سے آئینہ پوش کرنے والی، غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو پیغامِ سجود یاد دلانے والی اور جبیں کو خاکِ حرم سے آشنا کرنے والی وہ ذات ستودہ صفات حضرت "شاہ رکن الدین" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صورت میں سحر بن کر طلوع ہوئی اور پھر چمنِ ہستی نغمۂ توحید سے معمور اور شبِ کفر اس ہی

Marfat.com

جلوۂ خورشید سے معمور ہو گئی۔ فالحمد للّٰہ علی ذالک حمداً کثیراً۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آثارِ ولایت سے اس نومولود کی جبین درخشاں و تاباں اور انوارِ الٰہی سے چہرہ مثلِ ماہِ کنعان تھا۔

عہدِ طفولیت

ان چلّہ کش بزرگ کی دوسری پیش گوئی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جب آپ چھ سال کے ہوتے ہیں تو آپ کے والد ماجد حضرت شمس الدین رح اس دارِ فانی سے رحلت فرما جاتے ہیں ابھی آپ کو سایۂ پدری سے محروم ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کی والدہ بھی آپ کو داغِ مفارقت دے جاتی ہیں اور اس طرح آپ بچپن میں ہی شفقت مادری و پدری سے محروم ہو گئے۔

دراصل مستقبل کے اس "ولیٔ کامل اور عارفِ واصل" کو تمام سہاروں سے محروم کر کے بچپن ہی سے تصوف کے ایک اہم باب توکل علی اللہ کا سبق پڑھایا جا رہا تھا، اور اسباب و علل کے پردوں کو ہٹا کر بے حجابانہ مشاہدۂ جاناں اور زندگی کے ہر موڑ پر علائق سے صرفِ نظر کر کے صرف اُس ہی مُسَبِّبُ الاَسْبَاب پر نظر رکھنے کی مشق کرائی جا رہی تھی تاکہ مقامِ توحید میں اس رفعت پر پہنچے جہاں شرکِ خفی کا بھی احتمال نہ رہے۔ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے بعد آپ کے ماموں شیخ فرید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی کفالت میں الورؔ بلا لیا، اور

لہ "الور" ہندوستان کی سابق ریاست ہے جو راجپوتانہ کے مشرق میں ۳۰ - ۲۷ اور ۱۳ - ۲۸ عرض بلد شمال اور ۷ - ۷۶ اور ۱۳ - ۷۷ طول بلد مشرق کے درمیان، اور دہلی سے مغربی جانب ۹۸ میل پر واقع ہے اس کا رقبہ ۳۲۱۴ مربع میل ہے۔ اور ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی "۸۶۱۹۹۳" نفوس پر مشتمل ہے۔ تقریباً ایک چوتھائی آبادی مسلمان ہے۔ موجودہ ریاست کا بانی پرتاپ سنگھ (۱۷۴۰ تا ۱۷۹۱) تھا جس نے ۱۷۷۱ء اور ۱۷۷۶ء کے درمیان یہ ریاست مختلف اقطاع جوڑ کر بنائی جسے شاہ عالم ثانی (دہلی کا مغل بادشاہ) نے اور بعد ازاں ۱۸۱۱ء میں برطانوی حکومت نے بھی تسلیم کر لیا۔ برطانوی حکومت کے ختم ہونے پر ریاست الور ۱۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو بھرت پور، دھول پور، اور قرولی کے ساتھ مل کر "متسیہ یونین" کی رکن بن گئی، اور مہاراجہ الور (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

یہیں حضرت کی تربیت فرمائی۔ پھر حضرت نے اپنی تمام زندگی الور میں بسر فرمائی۔

جو ذات کہ مادر زاد ولی ہو، بلکہ اس دُنیا میں قدم رکھنے سے پہلے جس کی ولادت کا چرچا ہو جاتے، اس کی تمام زندگی اور زندگی کا ہر دور خواہ وہ عہدِ طفولیت ہو، عہدِ شباب ہو یا عہدِ پیری غرض اس کا ہر عہد انوارِ ولایت سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ اس کے ہر دور میں آثارِ ولایت ہویدا ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عہدِ طفولیت اور عہدِ شباب بھی انوارِ ولایت سے مستنیر تھا، اور آثارِ ولایت کے باعث ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ہم حضرت کے عہدِ طفولیت پر نظر ڈالتے ہیں تو دوسرے عام بچوں سے ہمیں وہ ایک گونہ مختلف نظر آتا ہے، نہ فضول باتوں کی طرف توجہ ہے، نہ لغو امور میں انہماک ہے، نہ بے فائدہ کاموں کی طرف رغبت ہے، نہ بد کلامی اور یاوہ گوئی ہے، نہ ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی عادت ہے۔ نہ برائی اور بدی کی طرف رجحان ہے، غرضیکہ ایک نیک، صالح، شریف، محنتی، اور متوجہ الی اللہ، صوم وصلوٰۃ کے پابند ایک

(بقیہ صفحہ ۲۵) اس نئی ریاست کا اُپر پرمکھ بن گیا، لیکن ۱۵ رمئی ۱۹۴۹ء کو الور اور یونین کی دوسری ریاستیں راجستھان یونین میں مدغم ہو گئیں، اس ریاست کا مشرقی حصّہ کھلا میدان ہے جو نہایت زرخیز ہے اور مغربی حصہ مختلف پہاڑوں پر مشتمل ہے جن کا سلسلہ کافی دور تک چلا گیا ہے، ان میں سے بعض پہاڑوں کی بلندی "۲۲۰۰" فٹ سے بھی زیادہ یہاں "سبی اور روپارل" نام کی دو مشہور ندیاں بھی ہیں۔ "الور" شہر ایک قلعہ پر مشتمل ہے جو کہ ایک پہاڑی پر بنایا گیا ہے، اس قلعہ کے سامنے یادگار کے طور پر اس کے بانی کا مجسمہ نصب ہے یہاں ایک محل بھی ہے جو پہاڑی سے علیحدہ ہے۔ اور محل کے ساتھ ایک شاندار اور خوبصورت تالاب ہے جس کا نام "ساگر" ہے، اور اسی کے ارد گرد دوسری عمارات ہیں۔ یہاں ہی ایک عجائب گھر بھی ہے جس نے محل کے کچھ حصہ کو بھی گھیر رکھا ہے اس میں ہندی، سنسکرت اور فارسی زبان کے مخطوطات (جن میں حضرت شاہ رکن الدینؒ کے اُستاد کے کچھ قلمی شاہکار بھی ہیں) کتابیں اور تصویروں کی پیاری میں مغلیہ زمانہ کی نادر تصاویر موجود ہیں۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، جلد اوّل صفحہ ۷۰۰، دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، جلد سوم صفحہ ۲۴۴)

Marfat.com

معصوم بچہ کی صورت میں حضرت کا عہدِ طفولیت ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بچپن میں بہت سے "کھیل" سیکھنے کی کوشش کی لیکن ہمیں کوئی کھیل نہ آیا سوا تے "لٹو پھرانے" کے۔ یہ ایک کھیل بڑی مشکل سے ہم نے سیکھا تھا —— سبحان اللہ! اس یتیم ویسیر بچہ کی وہ ربِ کریم کس طرح غیبی تربیت فرما رہا ہے کوئی کھیل حضرت کو نہ آسکا تاکہ مستقبل کے اس ولیِ کامل کی "توجہ الی اللہ" بٹ نہ جاتے بلکہ صرف ایک جانِ جاناں کی طرف ہمہ تن متوجہ رہیں، اور اس توجہ میں کوئی دوسرا شریک نہ ہونے پاتے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے ترے فکر سے تیری یاد سے ترے نام سے

فریدِ عصر

حضرت کے ماموں شیخ فرید الدینؒ اسم بامسمّٰی اپنے وقت کے فردِ فرید تھے، علوم مروجہ شرقیہ کے استاذِ کامل، بلند پایہ ادیب و شاعر اور مرزا غالب کے ہم عصر تھے، غالب کے ساتھ آپ کی نہایت ادیبانہ اور عالمانہ پیرائے میں خط و کتابت ہوا کرتی تھی، اس زمانہ میں فارسی کا بڑا شوق تھا لہٰذا بڑے بڑے امراء و رؤسا تے وقت جن میں ہندو اور مسلمان سب شامل تھے وہ آپ سے فارسی کا درس لیا کرتے تھے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں تفریح طبع کے لیے شیخ فریدالدین صاحب اور مرزا غالب کی مراسلت کے چند دلچسپ حصے اور چیدہ چیدہ پُرلطف فقرے سنایا کرتے تھے جن کو سن کر اہلِ ذوق بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔

شیخ فریدالدین صاحب مرحوم کے نام مرزا غالب کا آخری مکتوب جو آیا تھا وہ حسرت و یاس اور نوحہ و غم سے بھرپور تھا، اس کے آخری الفاظ یہ تھے کہ "افسوس نہ وہ دلی رہی نہ وہ اہلِ دل، ان کے ماتم کے لیے ایک میں رہ گیا ہوں"۔ تقریباً اسّی برس کی آپ نے عمر پائی، اور معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہینہ یعنی رجب المرجب کی ۱۲ تاریخ تقریباً ۱۳۳۰ھ میں اپنے وقت کے اس استاذِ کامل فارسی اور ادب کے متبحر عالم و فاضل کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اعلیٰ علیین کی طرف "عروج" کر گئی —— آپ

Marfat.com

کی نمازِ جنازہ حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی، آپ کو الور کی قبرستان، "بھورا شاہ کا تکیہ" میں دفن کیا گیا۔

تحصیل علوم و فنون قرآنی ابتدائی تعلیم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گھر میں حاصل کی، اور فارسی کی تکمیل اپنے مذکورۃ الشان ماموں شیخ فریدالدین صاحب سے کی، فارسی ادب میں حضرت نے کیا مقام حاصل کیا اس کا کچھ اندازہ فارسی کے اس مکتوبِ گرامی سے ہو سکتا ہے جس کو "مراسلت" کے عنوان کے تحت آگے نقل کیا جا رہا ہے۔

ریاست الور اس زمانہ میں اربابِ علم و فن اور اصحابِ کمال کا گہوارہ بنا ہوا تھا، اس کی ایک وجہ تو دہلی جیسے عظیم تاریخی شہر کا قرب تھا، اور دوسری اہم وجہ "الور کے راجہ کی قدر دانی" تھی، مثال کے طور پر مرزا غالب کو ہی لے لیجئے کہ مرزا کے والد کی وفات کے بعد ریاست الور کے راجہ بختاور سنگھ نے مرزا غالب اور ان کے بھائی یوسف خاں کے لیے دو گاؤں سیر حاصل اور کسی قدر زرِ زینہ مقرر کر دیا تھا[1]، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ راجہ کس طرح اہلِ فن کی قدر کرتا تھا، اس کی اسی قدر دانی نے الور کو اہلِ کمال کا مرکز بنا دیا تھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور اپنے وقت کے اربابِ علم و فن سے ان کا فن حاصل کر کے اس میں کمال پیدا کیا۔

فنِ قرآت مثلاً سب سے پہلے "فنِ تجوید" ہی کو لے لیں، اس زمانہ میں جناب قاری دربخش[2] صاحب مرحوم اپنے وقت کے بے نظیر قاری اور مجوّد شمار کیے جاتے تھے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس استاذِ وقت سے فنِ قرآت کو نہ صرف حاصل کیا بلکہ اس میں درجۂ کمال پر فائز ہوتے۔ پھر تو یہ عالم تھا کہ جس وقت آپ نماز میں قرآنِ پاک

---

[1] الطاف حسین حالی۔ یادگارِ غالب صفحہ نمبر ۱۰

[2] آپ موضع اٹول تحصیل باگپت ضلع میرٹھ یوپی سے الور تشریف لائے اور یہاں آپ نے فیضِ قرآنی سے بے شمار لوگوں کو مستفیض فرمایا جس میں مولانا سید دیدار علیشاہ صاحب کا نام بھی قابلِ ذکر ہے (مصنف)

Marfat.com

کی قرآت سے تلاوت فرمایا کرتے تھے تو ساری فضا جھوم اُٹھتی تھی اور بادِ بہاری رقص کرتی ہوئی گزرا کرتی تھی۔

فنِ خطاطی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فنِ خطاطی اور مرصع کاری میں بھی بڑا کمال حاصل کیا۔ حضرت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قطعات اور تحریرات کو دیکھ کر آنکھیں اس کے حسن و جمال میں اس طرح محوِ دید ہوتی تھیں کہ کافی دیر تک نظریں ہٹانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا گویا صفحۂ قرطاس پر لولو مرجان جگمگا رہے ہیں یا آسمان پر نجوم و کواکب چمک رہے ہیں ؎ کہ گوئی آسمانے پر نجوم است

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے بہت سے قطعات تھے۔ جو فنِ "خوشخطی" کا شاہکار تھے افسوس صد افسوس وہ سب ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ رستخیز کے نذر ہو گئے، جن میں سے ایک دلکش و دلربا قطعہ حضرت کے صاحبزادہ حضرت علامہ شاہ محمد محمود صاحب الوری دامت برکاتہم العالیہ کی الور کی نشست گاہ میں آویزاں تھا اس پر یہ حافظ کے دو شعر مرقوم تھے۔

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت است!
جو کوئے دوست ہست بصحرا چہ حاجت است
ارباب حاجتیم و زباں سوال نیست!
در حضرت کریم تمنا چہ حاجت است!

حیف صد حیف! اس حسنِ دلکشا کی دید سے ہماری آنکھیں محروم ہو گئیں، ہاں البتہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر یعنی اعلیحضرت شاہ محمد مسعود دہلی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ اجازت نامہ جو شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے عنایت فرمایا تھا وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوشخطی کے باعث خود آپ سے ہی لکھوا کر اپنے دستخط فرماتے اور آپ کو عنایت فرمایا۔ حضرت کے حسن خط کی جلوہ طرازیوں کی اس میں ایک جھلک نظر آتی ہے، الحمد للہ حضرت کی قلمکاریوں کا ایک نمونہ آج بھی محفوظ ہے۔ لہٰذا اہلِ ذوق حضرات کے لطف طبع کے لیے اس تحریر کی فوٹو سٹیٹ کاپی انشاء اللہ آئندہ صفحات میں پیش کی جائیگی۔

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "خطاطی اور خوش نویسی" اس فن کے اُستاذ در اعلیحضرت شاہ محمد مسعود دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا رحیم اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی شاہ رحیم اللہ کی کیا شان تھی اور اس فن میں آپ کو کیا مقام حاصل تھا اس کا اندازہ "تذکرہ مظہر مسعود" کی اس عبارت سے ہو سکتا ہے۔

آپ بلند پایہ بزرگ فارسی کے اداشناس اور زبردست خطاط تھے، شاہانِ دہلی کی طرف سے آپ کو خاص خلعت ملا کرتی تھی، آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قطعات دہلی، الور، بہاولپور وغیرہ کے عجائب خانوں میں موجود ہیں، حُسنِ خط کی کیا تعریف کی جائے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے ہاتھ میں دستِ قدرت کی کارفرمائیاں ہیں۔ موصوف سے ارکینِ سلطنت خوشنویسی کی اصلاح لیا کرتے تھے، حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ممدوح کے تلمیذِ رشید تھے، فنِ خطاطی موصوف ہی سے سیکھا تھا اور حق یہ ہے کہ وہ کمال حاصل کیا کہ جس کی نظیر نہیں ـــــ رحیم اللہ صاحب کا دہلی میں دریبہ کلاں میں مکان تھا ـــ دہلی سے آپ الور تشریف لے گئے اور وہیں مستقل طور پر رہائش اختیار کی، چونکہ آپ مشہور و معروف خطاط اور مرصع کار تھے مہاراجہ الور نے آپ کی اور آپ کے خاندان کی بڑی قدر و منزلت کی [1]

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے اس احقر نے حضرت شاہ رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چند قطعات حاصل کیے ہیں جو اہلِ فن اور اہلِ ہنر حضرات کے لیے ذوقِ نظر کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ان کی فوٹو سٹیٹ کاپی ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔

فنونِ عربیہ اور سندِ حدیث

ان فنون کے ساتھ ساتھ عربی علوم و فنون کی تحصیل بھی حضرت نے جاری رکھی، ریاست الور کے ایک مقتدر عالم اور بزرگ ہند و پاک کی معروف شخصیت حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب

---

[1] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر۔ تذکرہ مظہر مسعود ۱۹۶۹ء صفحہ ۹۹۔

Marfat.com

حضرت شاہ رکن الدین رح کے فنِ خطاطی کے استاد:
شاہ رحیم اللہ صاحب رح کی خوش نویسی کا ایک ماہ پارہ

Marfat.com

شاہ رحیم اللہ صاحب رح کے دستِ کمال کا ایک اور جمال ۔

سے حضرت کے دیرینہ مراسم تھے وہ حضرت سے بیحد محبت اور اُنس رکھتے تھے اور آپ کے پاس ان کی اکثر نشست و برخاست رہا کرتی تھی۔ حضرت نے کچھ ابتدائی عربی کتابوں کے اسباق مولانا سے پڑھے لیکن باقاعدہ کتب متداولہ کی تکمیل اور درسِ حدیث اپنے پیر و مرشد، عِلم ظاہری و علمِ باطنی کے جامع علومِ عقلیہ و نقلیہ کے مجمع البحرین، اساتذہ وقت کے استاذ کامل یعنی اعلیحضرت شاہ محمد مسعود صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ حضرت پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم تھا کہ ایسا کامل مرشد عطا کیا جِس نے ظاہر و باطن دونوں کی تکمیل کر اسکے ایک بے مثل عالِم اور بے نظیر عارف بنا دیا ہے

کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے　　کیا کہوں میں کہ کیا دیا تُو نے

آپ کے اُستاذ اور پیر اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کا سلسلہ حدیث صرف تین واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) تک پہنچتا ہے۔ یعنی اعلیحضرت کے اساتذہ، مولٰنا نواب قطب الدین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۹ھ) مظاہر حق، جامع التفاسیر، خلاصہ جامع صغیر وغیرہ جیسی اہم کتابوں کے مصنف اور مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۰ھ) جن کو حکومتِ برطانیہ کی طرف سے "شمس العلماء" کا خطاب مِلا[1] آپ دونوں حضرات حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) کے مشہور و معروف نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۶۲ھ) کے شاگردِ رشید تھے۔ اور شاہ محمد اسحاق کو حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، اس طرح اعلیحضرت کا سلسلہ حدیث تین واسطوں سے شاہ ولی اللہ تک پہنچا۔ اور چونکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیلِ حدیث اعلیٰ حضرت سے کی اس لیے آپ کی سند چار واسطوں سے محدث دہلوی

---

[1] اعلیحضرت کی تبحر علمی کا اندازہ کرنے کے لیے آپ کے اساتذہ کے متعلق تفصیلات مندرجہ ذیل کُتب میں مطالعہ کی جائیں۔ ۱۔ سر سید احمد خاں آثار الصنادید مطبوعہ دہلی ۲۔ فقیر محمد جہلمی حدائق الحنفیہ مطبوعہ لکھنؤ ۳۔ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند۔ محمد ابراہیم تاریخ اہلِ حدیث ۴۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر (تذکرہ مظہر مسعود)

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ تک پہنچی۔

اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس درسِ حدیث کا آغاز ۱۸۵۷ء کے بعد کیا۔ اس ولی کامل کے درس میں احادیثِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کیا راز ہائے سربستہ کھلتے تھے، کن کن معارفِ لدنیہ کے اسرار منکشف ہوتے تھے، کس طرح فیضانِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیمات قلوب کو منور کرتا تھا اور علومِ ظاہری و معنوی معارفِ باطنی ولدنی کے کیا کیا جام ہائے شیریں لٹتے تھے، اس کا اندازہ ہم اور آپ کیا کر سکتے ہیں۔ ؎

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں!

کچھ وہاں کا حال وہ ہی بتا سکتے ہیں جو اہلِ دل اس بزم میں حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک اہلِ دل کی زبانی ذرا اس درس کا حال سنیئے۔

"مولانا عزیز الحسن زیدی، حضرت مولانا ارشاد علی صاحب[1] (مرید اعلیحضرت) کے حوالہ سے بتاتے تھے کہ اعلیحضرت درس کے وقت رو بقبلہ ہو کر تشریف رکھتے تھے، درسِ حدیث بڑے کیف و سرور کے ساتھ دیتے تھے، کبھی کبھی رقت کا عالم طاری ہو جاتا تھا تو مراقب ہو جاتے، پھر کیف کا اور ہی عالم ہوتا۔"[2]

سبحان اللہ کیسی جامع درسگاہ تھی جہاں اسباقِ ظاہری کے ساتھ ساتھ منازل سلوک بھی طے کرائے جاتے تھے، علم الیقین کے بعد عین الیقین اور پھر حق الیقین کے درجہ تک طالب علم کو پہنچا دیا جاتا تھا ــــ پہلے عرفان کی منزل سے آشنا کیا جاتا پھر "مراقب" ہو کر مقامِ مشاہدہ میں پہنچا دیا جاتا تھا۔ اس دنیا کی اچھوتی، نرالی اور علومِ ظاہری و معنوی کی جامع اس عظیم درسگاہ سے فارغ التحصیل ہونے والے صفِ اوّل کے قابلِ فخر سپوتوں میں "شاہ رکن الدین صاحب" کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی جلی حروف کے ساتھ سرِ فہرست نظر آتا ہے۔

---

[1] آپ کو اعلیٰ حضرت سے شرفِ بیعت حاصل تھا اور حضرت شاہ رکن الدین سے خلافت حاصل تھی۔
[2] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود ۱۳۸۸ھ صفحہ

Marfat.com

فنِ طبابت اس مستجمع کمالاتِ صوری و معنوی کو اللہ تعالےٰ نے "فنِ طبابت" کے کمال سے بھی نوازا، اس فن کا اکتساب حضرت نے ریاست الور کے مستند حکیم اور طبیبِ حاذق جناب حکیم محمد حسن صاحب سے کیا اور اس فن کی منتہی کتب آپ ہی سے پڑھیں۔ اگرچہ تحصیلِ کمال کی حد تک حضرت نے اس فن کو رکھا اور باقاعدہ نسخہ نویسی اور علاج معالجہ نہیں کیا، تاہم بعض چٹکلے اور مختصر دوائیں برموقعہ ایسی بتایا کرتے تھے کہ اس مرض کے لیے تیر بہدف ہوا کرتی تھیں۔

دراصل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال بطون اور تصرفِ باطنی کی عروج کی طرف زیادہ توجہ دی، جمالِ یار کے مشاہدہ میں مستغرق ہونے والے کو اتنی کہاں فرصت کہ غیر محبوب کی طرف نظر اُٹھا کر بھی دیکھ سکے، چنانچہ علم بطون اور تصرفِ باطنی میں وہ کمال حاصل کیا کہ صرف ایک ادنیٰ توجہ سے لاعلاج مریضوں کا علاج کر دیا اور بیماروں کو شفا دے دی۔ چنانچہ حضرت کا واقعہ مشہور ہے کہ میر احسان علی صاحب مرحوم کی ڈاڑھ میں درد ہوا، آپ نے توجہ فرمائی اور سلبِ مرض فرمالیا، اسی طرح راؤ یوسف علی خاں صاحب جو الور کے بہت بڑے جاگیردار تھے ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے، علاج کے لیے دہلی جا رہے تھے کپتان لیسین خاں نے حضرت سے ان کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا: ان سے کہو تین دن ٹھہر جائیں، اِدھر آپ نے ہمت مصروف کی اُدھر اللہ تعالےٰ نے ان کو شفا عطا فرمادی[1] توجس دار الشفاء میں علاج کا یہ نرالا انداز ہو وہاں دوا اور پڑیوں کی کیا ضرورت ؎

میں جاں بلب تھا ایسے میں آکر کوئی طبیب !
آنکھوں سے کچھ پلا کے شفا دے گیا مجھے !

اس دار الشفاء کی کیا شان بیان کی جاتے! یہاں صرف جسم کے دردوں کا ہی نہیں بلکہ دل کے دکھوں کا بھی علاج ہوتا تھا، اس جسدِ خاکی ... زخموں کا ہی نہیں بلکہ روحِ انسانی کی تکلیفوں اور بے چینیوں کا مداوا بھی ہوتا تھا، یہاں شربتِ انار پلا کے نہیں بلکہ شربتِ دیدار

---

[1] محمد محمود شاہ: مصباح السالکین دہلی صفحہ ۱۰۲

سے مسیت کر کے قلب وجگر کو شفا دی جاتی تھی ؎

میرے بھی دردِ دل کی دوا اُسے خدا ملے   وہ کوچہ جس کا نام ہے "دار الشفا" ملے!

شاید سلبِ امراض اور تصرفاتِ روحانی کے ذریعے امراض جسمانی کا علاج کسی نادان کی سمجھ میں نہ آسکے، لیکن آج کے سائنسی دور میں ان کی تحیر انگیز اور تعجب خیز ایجادات کو سُن کر اگر عقلِ انسانی "علمِ ظاہر" کے اس کمال کو ماننے پر تیار ہو گئی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اپنے اسلاف کے ان ورطۂ حیرت میں ڈالنے والے کمالات کو سُن کر "علمِ باطن" کے کمال کو تسلیم نہ کیا جائے۔
چنانچہ ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کسی عامل کا یہ قول پیش کیا گیا کہ "اورام جیسے سخت اور مشکل امراض تو علاج ہی سے ٹھیک ہوں گے یہ امراض "سلب اور توجہ روحانی" کے قابو میں آنے والے نہیں"۔ اس کو سُن کر آپ نے اس کی تردید فرمائی، اور استدلال کے طور پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ "حضرت احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کے جسم میں پیوست ہونے والی ایک "گولی" کو مسلسل تین دن کی توجہ سے باہر نکال دیا۔ اس کے بعد حضرت نے بہت دیر تک "سلبِ امراض" کے سلسلے میں بیشمار اسرار و رموز اور اس کے طریقوں کا شافی و وافی بیان فرمایا۔[۱]

فنِ تکسیر و تعویذ

فنِ تکسیر و تعویذ میں بھی حضرت کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور کیوں نہ ہو اس فن میں جس کو اجازت کسی ولیٔ کامل سے مل جائے اس کے کمال کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس فن میں "اجازت" نہ صرف ایک ولیِ کامل بلکہ اپنے وقت کے "قطب ولایت" یعنی اعلیحضرت محمد مسعود شاہ صاحب دہلوی سے حاصل تھی اور اس شان سے حاصل تھی کہ ایک روز الور میں تشریف لائے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہی قیام فرمایا رات کو کچھ اسرار و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں اثنائے گفتگو اعلیحضرت نے پوچھا "میاں رکن الدین"، "تم تعویذ وغیرہ بھی لکھتے ہو؟" جواب دیا نہیں! آپ نے فرمایا "میاں تمہاری تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں "جو چاہو لکھ دیا کرو"

---

[۱] محمد محمود شاہ طریقت، مصباح السالکین مطبوعہ دہلی ص۴۴

Marfat.com

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

"فنِ تکسیر وتعویذ" بڑا عظیم اور وسیع "علم" ہے جو ستاروں اور برجوں کی معلومات اور خانوں کو پُر کرنے کے مشکل ترین طریقوں پر مشتمل ہے۔ اور ان امور مذکورہ کی رعایت تعویذ اور عملیات کی افادیت اور تاثیر کی سُرعت میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام امور میں مہارتِ تامہ رکھنے کے باوجود کبھی ان امور کی رعایت نہیں فرمائی، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وہ اثر عطا فرمایا تھا کہ جس مقصد کے لیے لکھا وہ مقصد پورا ہو کر رہا۔ اس سلسلہ میں یوں تو حضرت کے بے شمار واقعات زبان زدِ عام ہیں مگر یہاں صرف دو واقعے عرض کرتا ہوں۔

(۱)

ایک روز حضرت کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے یا لڑکی؟ اس نے عرض کیا "لڑکا" ہوا ہے۔ آپ نے تصدیقی لہجہ میں "ہاں" فرماتے ہوئے تبسم فرمایا، اور حضرت مولانا عبدالمجید[1] صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت حضرت کے پاس ہی

---

[1] آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیرزادے یعنی اعلیٰحضرت محمد مسعود شاہؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت غوث پاک کی اولاد میں تھیں اعلیٰحضرت کے وصال کے بعد اجمیر تشریف لے آئے تھے، آپ متبحر عالم، زبردست بزرگ، بہترین طبیب اور ماہر ریاض تھے، ایک عرصہ تک مدرسہ معینیہ (درگاہ شریف) میں تدریس فرماتے رہے۔ پاکستان کے مقتدر علماء مثلاً حضرت شاہ محمد محمود صاحب الوری، علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری اور مولانا سردار احمد صاحب وغیرہم کو اسی درس گاہ میں آپ سے اکتسابِ فیض کا موقع ملا، درگاہ بازار اجمیر میں آپ کا مطب بھی تھا۔ آپ کی اخلاقی خصوصیات یہ تھیں کہ آپ انتہائی متقی اور پرہیزگار بجد حلیم وبردبار، نرم طبیعت اور منکسر المزاج تھے، اعلیٰحضرت فرمایا کرتے تھے کہ "یہ میرا بیٹا مادری ولی ہے"۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے بھتیجے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ شاہؒ سے بیعت تھے اور آپ ہی سے اجازت حاصل تھی حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنے سامنے دو اشخاص کو آپ سے مرید کرکے اجازت کا عملی آغاز فرما دیا تھا لیکن اپنی انکساری طبع کے باعث اس کے بعد شاید ہی کسی کو آپ نے بیعت فرمایا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

بیٹھے ہوتے تھے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اس شخص نے جب ہم سے تعویذ مانگا تو لکھتے وقت قلم سے "لڑکا" ہی نکلا، سو چتا تھا کہ دیکھتے حق تعالیٰ کیا ظہور فرماتا ہے" الحمد للہ لڑکا ہی اللہ نے عطا فرمایا۔

(۲)

کپتان لیسین خاں صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک ضعیفہ عورت کے لڑکے کو قید ہو گئی۔ ماں اور وہ بھی بوڑھی ماں اس کو کب گوارہ ہو سکتا تھا کہ اس کا لخت جگر اس کی نازوں کا پالا قید و بند کی ان صعوبتوں کو جھیلے، چنانچہ وہ آہ و زاری کرتی ہوئی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنی دُکھ بھری کہانی سُنائی کہ یہ میرا اکلوتا لڑکا ہے اور میری گزر بسر کا اس ہی پر مدار ہے، اس کی قید کے بعد میں کیا کروں گی؟

حضرت نے اس کو کچھ دے کر ٹالنا چاہا لیکن وہ بھی "جہاں رسیدہ" اور مردشناس بڑھیا تھی اس نے کہا کہ "میں پیسے لینے نہیں آئی، لڑکا لینے آئی ہوں، جب تک مجھے میرا لڑکا نہیں ملے گا اس چوکھٹ سے سر نہیں ہٹاؤں گی، آخر حضرت نے اس کو ایک "تعویذ" لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ تعویذ لڑکے کے پاس پہنچا دو" چنانچہ وہ تعویذ اس لڑکے کے پاس پہنچا دیا گیا، اب اس تعویذ کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور قدرت کی طرف سے اس کی رہائی کا سبب پیدا ہوتا ہے، یعنی اس ہی شام کو رئیس ریاست جیل کے معائنہ کے لیے آتا ہے، اور تمام قیدیوں کی آزادی کا حکم دیتا ہے۔ جب اس بڑھیا کا لڑکا آزاد ہو گیا تو رئیس کو پھر خیال آیا اور حکم دیا کہ جتنے باقی رہ گئے ہیں ان کو روک لو۔

(بقیہ صفحہ ۳۵) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو ایک خاص انس اور لگاؤ تھا، اس ہی طرح حضرت کو بھی آپ سے بیحد محبت تھی اور پیرزادوں کی حیثیت سے حضرات ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ "آپ لوگ نہیں جانتے کہ یہ کیا ہیں، مجھ کو ان کی قدر ہے"۔
آپ کا وصال سنہ ۱۹۴۴ء بمطابق ۱۳۶۴ھ کو اجمیر میں ہوا، تاراگڑھ پہاڑ کے دامن میں اندر کوٹ کے قبرستان میں آپ کا مزار ہے۔

Marfat.com

سبحان اللہ! بڑھیا کی مراد بر لانے کے لیے غیب سے کس طرح سامان مہیا کیا گیا۔ اور یہ واقعات ایسے نہیں کہ جن پر یقین نہ کیا جاتے، درویش لاہوری علامہ اقبال نے عقل کے پجاریوں کے لیے خوب دلیل پیش کی ہے

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ!

غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز

غرض ایسے واقعات بکثرت رونپذیر ہوا کرتے تھے جن سے حضرت کے دستِ اقدس سے لکھے ہوتے تعویذات اور آپ کی قوت باطنی کی تاثیر کا اندازہ ہوتا تھا حالانکہ حضرت تعویذ لکھتے وقت ان رعایتوں کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے تھے جو تعویذ کے اثر کے لیے بہت ضروری سمجھی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود تعویذ کی یہ شانِ تاثیر دیکھ کر عقلِ انسانی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ آئیے اس کا جواب خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک "ملفوظ" سے حاصل کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان رعایتوں کو کبھی ملحوظ نہیں رکھا کیونکہ ہمارے پیر و مرشد کی ہمیں عام اجازت ہے کہ "جو چاہے لکھ دیا کرو"۔ اس کے علاوہ جب ہم قلم پکڑتے تو اس وقت دو خیال ہمارے پیشِ نظر ہوتے ہیں، اول تو یہ کہ قلم اس کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی قدرت زبردست ہے کہ موافق وقت کر دے، پہلا خیال ہم کو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مقولے کے مطالعہ کے بعد سے ہوا، آپ نے فرمایا کہ جب ہم قلم لیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ میں ہے، اور دوسرا خیال اس حکایت کے بعد سے قائم ہوا، کہ ایک حکیم کے بیٹے نے اپنے باپ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کو بیان کیا کہ "وہ سوکھی لکڑی کو ہرا کر دیتے ہیں"۔ باپ نے کہا کہ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں، چنانچہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک دن (جبکہ ستار سن کی کچھ اسی قسم کی تاثیر کا وقت تھا) اس نے لکڑی منگائی اور اس کو ہرا کر کے دکھا دیا، بیٹے نے کہا کہ آپ نے تو اتنے دنوں بعد ہرا کر کے دکھایا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فوراً وقت کے وقت سبز کر کے دکھا دیتے ہیں، حکیم نے کہا کہ بس مجھ میں اور ان میں اتنا ہی فرق ہے کہ میں وقت کا پابند ہوں، اس کے انتظار میں رہنے والا ہوں، جبکہ وہ ان

Marfat.com

تمام قیود سے بالاتر ہیں لے

بیشک حضرت نے صحیح فرمایا، یہ محبوبانِ خدا صرف اس کے کرم اور اس قادرِ مطلق کی قدرت پر یقین اور بھروسہ رکھتے ہیں اور اس کی قدرتِ مطلقہ ہی اپنے ان محبوں کی دستگیری اور اس کے نوازشاتِ کریمانہ ہی اپنے ان مقبولوں کی نازبرداری کرتی ہے۔ اگر یہ کسی چیز پر قسم کھا بیٹھیں تو خدا تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ "لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ (بخاری)

جستجوئے رہبر حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے ظاہری علوم و فنون حاصل کر لیے، عقل کی گتھیاں سلجھا چکے، منطق، فلسفہ کی پیچیدگیاں حل کر لیں لیکن دل میں جس کی تڑپ اور طلب تھی وہ کہیں نہیں ملا، وہ ذات جو رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جس کا نام "احد" ایک عاشق کے لیے حرزِ جاں ہے، جو انسان کا مربی اور کائنات کا خالق ہے، جس کی یاد ایک محبِ صادق کے لیے "وجہ حیات" ہے، اور جس کا خیال اس کے لیے مفرحِ ذات ہے، افسوس کہیں اس کا حضور نصیب نہ ہوا، اس کی بارگاہ میں کہیں رسائی حاصل نہ ہو سکی، اس لیے کہ ؎

عقل گو آستاں سے دُور نہیں اس کی تقدیر میں حضور نہیں
علم میں بھی سرور ہے لیکن یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

اس ہی لیے فرمایا گیا "العلم حجاب اکبر" کہ علم ایک ایسی حد ہے جو "حضورِ یار" کے لیے رکاوٹ ہے ایک ایسا پردہ ہے جو "دوست کے دیدار" سے مانع ہے۔ ایک ایسی سدِ راہ ہے جو "وصلِ محبوب" کے لیے حاجب ہے۔

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لیے
لذتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے

چنانچہ اب "علم کی حد سے پرے" اس مقامِ حضور میں پہنچنے کے لیے کسی رہبر و رہنما

لے محمد محمود۔ مصباح السالکین مطبوعہ دہلی صفحہ ۵۴

Marfat.com

کی تلاش ہوئی جو اس منزل پر پہنچا کے" لذتِ شوق اور نعمتِ دیدار سے آشنا کر دے جو اس بارگاہِ لم یزل تک وصول کرا کے قربِ حقیقی کی لذتوں اور" ذوقِ وصال" کی مسرتوں سے ہمکنار کر دے ——— "رہبر" کی تلاش اس لیے ہوئی کہ اس کے بغیر اس منزلِ قرب کا حصول اور اس محبوبِ رب تک وصول ممکن نہ تھا، اس راہِ عشق کی پُرخار وادیوں' اس طریقہ معرفت کی دشوار گزار گھاٹیوں کا کسی مردِ راہ دان کی رہبری کے بغیر طے کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن تھا کیونکہ ؎

منزلِ رہروان دور بھی ہے دشوار بھی ہے

کوئی اس قافلہ میں قافلہ سالار بھی ہے

رسائی بکوئے دلبر

سچ ہے، کہ اگر طلبِ صادق ہو تو" یار" مل کر رہتا ہے "تڑپ سچی ہو تو کوئے دلبر تک رسائی ہو کر رہتی ہے" بلکہ اگر" اُلفت سچی اور لگن پکی" ہو تو عاشق کے پاس خود محبوب آ کر اپنے وصل کی دولت سے مالا مال' اپنی بےکراں عنایتوں اور نوازشوں سے اس کو نہال کر دیتا ہے، کچھ یہاں بھی اس ہی طرح عاشق کے" عشق" کا امتحان تھا ؎

کھینچتے ہیں آج اے دِل ان کو ہم اپنی طرف

دیکھتے ہیں جذبِ اُلفت میں اثر سچ ہے کہ جھوٹ

لیکن قدرت نے دکھا دیا کہ اس کا عشق سچا تھا اور اس کے دِل میں حقیقی تڑپ تھی، چنانچہ "جذبِ اُلفت" کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور خود محبوب اپنے اس محبِ صادق کے پاس آجاتا ہے۔ یعنی عیسیٰ زمان، خضرِ دوراں، محبوبِ یزداں، قطبِ جہاں اعلیحضرت شاہ محمد مسعود احمد صاحب دہلوی، فاروقی نقشبندی، مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قدومِ میمنت لزوم سے دیارِ عاشق یعنی شہر" الور" کو مشرف فرماتے ہیں۔ آپ کی آمد کا جب شاہانہ غلغلہ بلند ہوا اور اس عاشقِ صادق کو جب یہ خبر پہنچی تو یہ بیعت کے لیے فوراً آپ کے درِ دولت پہ حاضر ہو گیا۔ ——— اس روز اعلیحضرت کے ایک قوی النسبت مرید عبداللہ شاہ؁ کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے آپ اس کے غم و الم میں اپنا حجرہ بند کیے ہوتے اندر تشریف فرما تھے، کسی کو

Marfat.com

ملاقات کی اجازت نہ تھی، لوگوں نے کہا میاں حضرت کو بہت صدمہ ہے کسی سے ملاقات بھی نہیں فرما رہے ہیں لہٰذا آج "بیعت" ہونے کو ملتوی کر دیجیے پھر کبھی ہو جانا۔ لیکن یہاں انتظار کی کب تاب تھی، یہاں تو عالمِ اشتیاق میں جسم کا رواں رواں بزبانِ حال التجا کر رہا تھا کہ:

بس نہ ترسا بہت اسے کافر ترسا مجھ کو
لب جاں بخش دکھا بہر مسیحا مجھ کو

آخر جذبِ دل یہاں بھی اپنا اثر دکھا کر رہا، اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اندر سے آواز سن لی اور فوراً دروازہ کھول کر اپنے خلوت کدہ میں بلا لیا، اس ہی وقت شرفِ بیعت عطا کیا نسبت پہنچائی، اور ایک ہی توجہ میں فرش سے عرش پہ پہنچا دیا، اس حریمِ ناز اور اس خلوتکدۂ نیاز میں دینے والے نے کیا دیا اور لینے والے نے کیا لیا اس کو تو وہی جانیں، ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ بعد میں اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ "ہمارے خاص اور قوی الاستعداد مخلص کے انتقال کا جو ہم کو غم تھا الحمدللہ وہ اس وقت دور ہو گیا کیونکہ وہ تمام نسبتیں اور فیض اب یہاں منتقل ہو گیا، الحمدللہ خدا نے ہمیں نعم البدل عطا کر دیا۔"

اللہ اللہ! "رہبر" بھی کس شان کا تھا کہ ایک آن میں برسوں کی مسافت طے کرا دی اور رہنورد کی بھی کیا ہمت تھی کہ برسہا برس کی جاں گسل اور جگر سوز ریاضت کے بعد طے ہونے والے مقام کو ایک لمحہ میں طے کر لیا۔ "لینے والے" کے بھی کیا کہنے کہ تنگیٔ داماں کا گلہ نہ کیا جو ملا اسے لے لیا اور "دینے والے" کی بھی کیا بات! دیا اور ایسا دیا کہ نہال کر دیا۔

کیا کہیے! جاں نوازیٔ پیکانِ یار کو
سیراب کر دیا دلِ منت گزار کو

یہ شرفِ بیعت اندازاً ۱۳۰۴ھ میں حاصل ہوا، اس لیے کہ ۱۳۰۹ھ میں اعلیٰحضرت کا وصال ہوا اور اس ہی سنِ ہجری میں حضرت صاحبؒ کو خلافت عطا فرمائی اور اس اجازت نامہ میں تحریر فرمایا کہ:

(ترجمہ) "شیخ رکن الدین نے اپنے شوق و رغبت سے فقیر کی طرف رجوع کیا اور طریقۂ انیقہ علیہ نقشبندیہ میں داخل ہوتے اور "پانچ سال تک"

Marfat.com

مجاہدے اور ریاضات کیے۔"

تو اس "پانچ سال" کے لفظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیعت تقریباً ۱۳۰۴ھ میں حاصل ہوئی۔

رہنمائی دِلِ مضطر

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اعلیحضرت سے شرف بیعت حاصل ہونے سے قبل تلاش مرشد میں بڑا سرگرداں رہتا تھا، کسی مرشد کامل اور ولی برحق کی جستجو مجھے ہر وقت بے چین رکھتی تھی، کسی رہبر و رہنما کے دامن سے وابستہ ہو کر "وصال حق" کا شوق میرے دل کو ہر وقت مضطرب و بے قرار رکھتا تھا، سمجھ نہیں آتا تھا کہ ایسے مرد راہ داں کو کہاں تلاش کروں، کیسے تلاش کروں، کس طرح ڈھونڈوں، کیسے پتہ چلاؤں، ابھی اس ہی سوچ و فکر میں غلطاں اور سرگرداں تھا کہ "رحمت خداوندی نے میری دستگیری فرمائی" اور اس دل مضطر کی رہنمائی کا سامان مہیا فرما دیا۔ وہ اس طرح کہ ہمارے مکان کے قریب ایک سید ضعیفہ عورت رہا کرتی تھی جس کو ٹھکرانی کہتے تھے، ایک روز ہمارا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے ہم سے کہا کہ "میرے پاس ردی کے کاغذ بہت سے جمع ہو گئے، تم ذرا اس کو دیکھ لو کہ اس میں کام کے کون سے کاغذ ہیں اور بیکار کون سے ہیں، جو کام کے ہوں ان کو علیحدہ کر کے رکھ دینا"۔ چنانچہ ہم اس کا یہ کام کرنے کے لیے بیٹھ گئے، دریں اثناء اس ردی میں سے ہمیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قلمی رسالہ ملا جس میں لکھا تھا کہ جس کو شیخ کامل اور مرشد برحق کی طلب و جستجو ہو وہ فلاں وظیفہ فلاں صیغہ درود کے ساتھ فلاں فلاں شرائط کے ساتھ پڑھے، ان شاء اللہ اس کو گھر بیٹھے مرشد کامل ملے گا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں اس کو پڑھ کر ہماری مسرت و خوشی کی انتہا نہ رہی، بڑھیا سے اجازت لے کر وہ قلمی رسالہ گھر لے آئے، خوشی خوشی فوراً غسل کیا، صاف کپڑے پہنے، گھر میں ایک تخت تھا اس کو دھویا اور عصر کی نماز کے بعد ہم نے بیٹھ کر انہی مذکورہ شرائط کے ساتھ وہ عمل پڑھ لیا ——— ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس عمل کے ظہور تاثیر کا وقت آتا ہے۔ اعلیحضرت عظیم البرکت شاہ محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ "الور" کو اپنی تشریف آوری سے رونق بخشتے ہیں میں

Marfat.com

ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہوں۔

بیشک اس مسبب الاسباب پر اگر نظر ہو تو وہ وہاں سے سبب پیدا کرتا ہے جہاں انسان کا وہم و گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا عارفوں کا صحیح ارشاد ہے۔

از سبب بگذر زمسبب را نگر جہل باشد بر سبب بستن نظر

خود قرآن کا وعدہ ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط[1] کہ "جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا، اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔"

افسوس آج یہ یقین ہمیں نصیب نہیں —— اللہ تعالیٰ ہمیں "توکل علی اللہ" جیسی دولتِ عظمیٰ سے نصیبِ وافر عطا فرمائے ——

نشانِ راہِ خضر

اس ہی "بیعت" کے سلسلہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اور واقعہ سنایا کرتے تھے کہ جب ہم اعلیٰحضرت سے بیعت ہونے کے لیے آپ کے آستانے پر پہنچے تو ایک "مجذوب" کی صورت میں "تائیدِ غیبی" نے ہمارے دل کو مزید مضبوط و مستحکم کر دیا، ہمارے دل میں ناواقفیت کی بنا پر جو کچھ تردد تھا وہ بھی دور ہو گیا اور اعلیٰحضرت سے "بیعت" ہونے کے فیصلہ پر اس اشارہ غیبیہ نے ہم کو اور بھی مطمئن اور اعلیٰحضرت کی عظمتِ شان کا اور بھی معتقد کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کے وہ لاڈلے اور قوی النسبت مرید یعنی "عبد اللہ شاہ" رحمۃ اللہ علیہ جن کے وصال پر اعلیٰحضرت بیحد محزون و مغموم دہلی سے الور تشریف لاتے تھے، ان کا جنازہ جا رہا تھا، ہزاروں اہلِ دل اور اہلِ نسبت حضرات کے علاوہ عمائدینِ شہر خود اعلیٰحضرت اور میں بھی اس جنازہ میں شریک تھا۔ ابھی قبر کھودنے میں کچھ دیر تھی لوگ اس ہی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میری نظر سب سے الگ بیٹھے ہوئے ایک "مجذوب" پر پڑی "ہٹو شاہ" نامی یہ اہلِ جذب و اہلِ کشف مجذوب

---

[1] سورۃ طلاق پارہ نمبر ۲۸ رکوع نمبر ۱۷

Marfat.com

زمین پر بیٹھا لکڑی سے کچھ کھود رہا تھا، دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس "صاحبِ کشف" سے اپنے اس فیصلہ پر رائے لی جائے یہ سوچ کر میں اُٹھا اور اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اور اس سے اعلیحضرت کے متعلق میں نے یہ سوال کیا کہ "اوئے ہٹو" تیری کیا رائے ہے ان سے میں بیعت ہو جاؤں، فرماتے ہیں کہ اس سوال کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخیر میں نے سنبھلتے ہوتے پھر یہی سوال دُہرایا لیکن جواب ندارد، لیکن جب تیسری بار میں نے اس سے یہی سوال کیا تو وہ چیخ اُٹھا "ہو جا، ہو جا، ہو جا" اور یہ کہتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

فرماتے ہیں اسی طرح ایک اور مجذوب ملا، جب اس سے استفسار کیا تو اس نے یہ کہہ کر اعلیحضرت کی عظمت کو آشکارا کر دیا کہ "یہ وہ ہیں اگر نقاب رُخ سے ہٹا دیں تو بارہ کوس تک کی دُنیا ان کو سجدہ کرے" یعنی ان کے قلبِ اطہر پر وہ انوارِ الٰہی جگمگا رہے ہیں کہ اس کو دیکھ کر مخلوقِ خدا بے اختیار سجدہ ریز ہو جائے اور تجلیاتِ خداوندی کے آگے لوگوں کی گردنیں خود بخود جھکتی چلی جائیں۔

صحیح کہا کسی نے "ولی را ولی می شناسد" ان ہوش و حواس سے بظاہر عاری لیکن ان دانائے رموزِ ولایت اور مجذوبانِ راہِ ہدایت نے اعلیحضرت کے مقام کو سمجھ کر کس پیارے سے انداز اور جامع الفاظ میں حقیقت کا اظہار کیا، پھر بھلا ایسے رازہائے سربستہ بیان کرنے والے ان مجذوبوں کو کون "بے عقل" کہہ سکتا ہے۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

حقیقت یہ ہے کہ یہ "صاحبِ ادراک مجنوں اور مجذوب" اُس "خضرِ طریقت و حقیقت" کے مقامِ رفعت کا پتہ بتا کر حضرت کے لیے "نشانِ راہ" ثابت ہوتے۔

رہبر و رہنما الغرض ان تمام تائیداتِ غیبیہ اور اشاراتِ الٰہیہ کے بعد حضرت نے معرفت کے اس مشکل ترین اور صبر آزما سفر کے لیے ایک کامل و مکمل "رہبر و رہنما" کا انتخاب فرما لیا۔ قافلۂ عشق و مستی کے اس "قافلہ سالار اور رہبر و رہنما" کا نامِ نامی اسمِ گرامی شیخ رحیم بخش اور لقب "محمد مسعود" تھا، آپ کا سلسلۂ نسب متعدد واسطوں سے خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ کے والد کا

Marfat.com

نام شیخ الٰہی بخش تھا (المتوفی ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء) جن کا شمار دہلی کے متمول حضرات میں ہوتا تھا' ان کی حویلی، قاضی حوض سے مسجد فتحپوری کی طرف آتے ہوئے "بازار سرکی والاں" میں تھی، وقت کا یہ عظیم رہنما اور چراغِ علم و عرفان اسی ہی حویلی میں ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں ضوفشاں ہوا۔

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مُرغِ چمن

صرف ۲۲ سال کی عمر میں تحصیل علومِ عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرلی، اپنے وقت کے فضلاء سے اکتسابِ علوم و فنون کیا، آپ کا سلسلہ حدیث صرف ۳ واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچتا ہے

تلاشِ معاش کے سلسلہ میں دہلی سے پنجاب تشریف لائے، مُلتان میں کچھ عرصہ بحیثیت تحصیلدار مقرر رہے، لیکن ہر جگہ "شوقِ وصالِ حق" نے کسی "مردِ راہ دان" کی تلاش و جستجو میں حیران و سرگردان رکھا، آخر مراد بر آئی اور یہاں آپ نے قطبِ زماں حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال اور "علو شان" کا حال سُنا، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فوراً آپ کے کاشانہ اقدس پر حاضر ہوگئے، جو کہ "مکان شریف کے نام سے موضع رتڑ چھتڑ[1] ضلع گرداسپور، (مشرقی پنجاب ہندوستان) میں مریضانِ عشق و محبت کے لیے "دار الشفاء" بنا ہوا تھا۔ وہاں پہنچے اور اس طبیب درد دل کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر روح کے کرب و بے چینی کا مداوا کیا، پھر نہ صرف شفاء حاصل کی بلکہ دوسروں کو شفا دینے کا "اجازت نامہ" لے کر بحکم مرشد و طبیب روحانی اپنے وطن مالوف یعنی دہلی مراجعت فرما ہوئے۔

علاجِ تلخیٔ غمہا تے دوراں لے کے آیا ہوں
دلِ صد چاک و خوں گشتہ کا درماں لے کے آیا ہوں

دہلی تشریف لاکر آپ نے جامع مسجد فتحپوری دہلی (۱۲۶۰ھ) میں بادۂ عشق و اُلفت اور مئے علم و معرفت کے جام لٹاتے، اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے آنے والے میخواروں نے نہ صرف علومِ عقلیہ و نقلیہ سے اپنی عقل و خرد کو سیراب کیا بلکہ "علوم باطنیہ" کے جام پئے

---

[1] یہ مقام امرتسر شہر کے قریب دریائے راوی کے کنارے پر ہے۔ صوفی ابراہیم، خزینۂ معرفت مؤلفہ ۱۳۵۰ھ

Marfat.com

شیریں سے بھی اپنے قلب و جگر کو لذت یاب کیا۔ کیوں نہ ہو جبکہ ؎

جو تے سرودآفریں آتی ہے کوہسار سے — پی کے شرابِ لالہ گوں میکدۂ بہار سے

جامع مسجد فتحپوری کا سلسلۂ امامت و خطابت آپ کے سُسرال میں شاہانِ مغلیہ کے دور سے چلا آرہا تھا، چنانچہ آپ اپنے اس آبائی منصب پر ۱۸۵۷ء سے کچھ قبل یا فوراً بعد فائز ہو گئے، اور اس کے ساتھ ساتھ درسِ حدیث اور فتویٰ نویسی کی بھی آپ نے یہاں ہی ابتدار فرمائی اور تقریباً تیس بتیس ۳۵ سال تک اپنے اس قائم کردہ دارالافتار میں فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے اور اس فن میں بھی ایک بلند مقام حاصل کیا۔

الغرض شریعت و طریقت کا یہ گہر بار بادل، معرفت و حقیقت کا یہ ابرِ نیساں تقریباً چالیس سال تک برابر سرزمینِ ہند پر مصروفِ بارش رہا اور سائلینِ عشق کی جھولیوں کو لعل و گوہر سے معمور کر کے ۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء بروز بدھ ۹ بجے صبح، اس بارانِ رحمت سے تشنگانِ معرفت کو ہمیشہ کے لیے محروم کر گیا۔ کسی نے کیا مناسب حال مادۂ تاریخ نکالا ہے ؏

ہے ہے بجھا ہے چراغِ دہلی !

۱۳۰۹ھ

اس عظیم محدث و فقیہ، مفتی و متقی، مفسر و صوفی عالمِ ربانی اور عارفِ یزدانی کا مزارِ مبارک دہلی میں درگاہِ خواجہ باقی باللہ کے شمال مغرب کی جانب ایک احاطہ میں واقع ہے سرہانے سنگِ مرمر کے ایک کتبہ پر یہ قطعہ تحریر ہے۔

حضرت مسعود، غوثِ وقت، قطبُ الاولیا
کاشفِ سرِ حقیقت، در شریعت مقتدار
کرد رحلت، جبت تاریخش جمیلی دل بگفت
یا بگو "شیخ المشائخ"، یا چراغِ دینِ ما"

۱۸۹۲ء ۱۳۰۹ھ

آپ نے دو شادیاں فرمائیں پہلی زوجۂ محترمہ "مخدومہ عائشہ بیگم" سے ایک صاحبزادے مولانا محمد سعیدؒ تولد ہوئے، جو حضرت مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحبؒ کے والد ماجد تھے،

Marfat.com

دوسری زوجہ محترمہ "مخدومہ افضل بیگم" سے چار صاحبزادے مولانا احمد سعیدؒ، مولانا عبدالمجیدؒ، مولانا عبدالرشیدؒ اور مولانا حبیب اللہؒ اور ایک صاحبزادی محترمہ سعیدالنسا تولد ہوئیں۔

ماشاء اللہ اعلیحضرت کے تمام صاحبزادے "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ" کے بموجب علم و فضل کے نجوم درخشاں اور آسمانِ ولایت کے کواکب تاباں تھے۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اس آفتابِ ولایت سے اکتسابِ فیض کر کے اپنے اپنے قلوب کو منور کرنے والے بیشمار مخلصین و مریدین پاک و ہند کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوتے تھے۔ ان میں حضرت کے بہت سے خلفاء بھی تھے، جن میں سے مشہور یہ چھ خلفاء تھے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد حمید الدین حیدر شاہ صاحب گنوری رحمۃ اللہ علیہ (سندِ خلافت ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء)

۲۔ حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سندِ خلافت اواخر تیرھویں صدی ہجری)

۳۔ حضرت صاحبزادہ مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اجازت نامہ قبل ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء)

۴۔ حضرت مولانا شاہ رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صاحبِ تذکرہ ہذا) (سندِ خلافت ۱۳۰۹ھ، ۱۸۹۱ء)

۵۔ حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سندِ خلافت ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء)

۶۔ حضرت مولانا امام عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سندِ خلافت ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء)

یہ حضرات اس آفتابِ عالمتاب کی ضوفشانی سے ایسے منور ہوئے کہ پھر انہوں نے ہزاروں ظلمتکدۂ قلوب میں نورِ عرفان سے اُجالا کر دیا یوں کہیے گویا اس "انجمنِ مسعودی" کے یہ "انجمِ تابندہ" تھے۔

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہالہ نور کا

"تذکرہ منظر مسعود" سے اعلیحضرت کے یہ مختصر حالات ذکر کیے گئے، لیکن آپ کی عظمتِ شان کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے "تذکرہ مذکور" میں آپ کے تفصیل

Marfat.com

عادت کا مطالعہ کیا جائے۔

عظمتِ مُرشد

ہزار ہزار سپاس اس رب العالمین کے لیے جس نے حضرت شاہ رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا کامل مرشد اور مربی عطا کیا جس کی ذات کمالاتِ انسانی کا منبع، اخلاقِ الٰہی کا مخزن، اور خصائل مصطفوی کا معدن تھی۔ ایسے مُرشدِ کامل کی عظمتِ شان کا بیان اس ضعیف و ناتواں کے بس کی بات نہیں کس جواں مرد میں ہمت ہے کہ آپ کے بے شمار اوصاف و کمالات اور خصائل و کرامات کو احاطۂ تحریر میں لاسکے ——

جس چشمۂ علم و عرفان کا یہ فیضان ہو کہ "حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی" جیسے علماء و صوفیاء جس کی صحبت میں سلوک نقشبندیہ طے کرتے ہوں[1]، جس مردِ باخدا کی یہ شان ہو کہ اس کے جسم سے مَس ہوتی چیز کو آگ نہ چھو سکے۔

"محترم حکیم احمد حسین صاحب فرماتے تھے کہ جب اعلیحضرت الور تشریف لائے تو حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب کے یہاں ایک چارپائی پر استراحت فرمائی، آپ کے تشریف لے جانے کے بعد جس مکان میں وہ چارپائی رکھی ہوئی تھی اتفاق سے اس میں آگ لگ گئی، مکان کا سارا ساز و سامان جل گیا لیکن اس چارپائی کا بال تک نہ جلا جس پر اعلیٰ حضرت نے آرام فرمایا تھا۔"

جس کی نگاہ میں یہ اثر ہو کہ جس پر پڑ جاتے اُسے "آتشِ دنیوی و اُخروی" سے آزاد کر دے

"مولانا عبدالعزیز، اعلیٰ حضرت کے مُرید خاص مولانا ارشاد علی سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ جس گلی میں حضرت کا مکان تھا، وہاں ایک ہندو رہا کرتا تھا، وہ اس ڈر سے کہ کہیں آمنا سامنا ہو گیا تو مشرف بہ اسلام نہ ہونا پڑے —— چھپا چھپا پھرتا تھا۔ ایک روز اعلیحضرت نے اسے دیکھ لیا، آپ کی نظر بس اس پر پڑی[2] کام تمام ہو گیا۔

---

[1] مکتوب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، بنام مصنف، محررہ، ۳۱ راگست ۱۹۷۸ء

[2] تذکرہ مظہر مسعود، از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، ص، ۷۰

Marfat.com

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاریٔ دِل!
التفات اُن کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

جب اس کا انتقال ہوا اور ارتھی چتا میں جلائی گئی تو حاضرین یہ حال دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کے جسم کا کوئی حصّہ نہیں جلا، آخر معلوم ہوا کہ نگاہِ محبوب کا شکار ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کی لاش اعلیٰحضرت کی خدمت میں لاکر رکھ دی، آپ مسجد فتحپوری میں پہلے ہی کسی نامعلوم مہمان کے منتظر تھے، معلوم ہوا کہ اس عاشقِ صادق کا انتظار تھا، چنانچہ اس کو غسل دیا گیا، کفنایا گیا، اعلیٰحضرت نے نماز پڑھائی اور دفن کر دیا گیا"[1]

جس کے ہاتھ میں دستِ قدرت کی یہ کارفرمائیاں اور جلوہ طرازیاں ہوں کہ:—

"حضرت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک روز موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، رات کا وقت تھا اعلیٰحضرت اندر استراحت فرما تھے آپ کا گھوڑا باہر بھیگ رہا تھا، اس کی تکلیف کے خیال سے آپ باہر تشریف لاتے اور مولانا رکن الدین سے فرمایا کہ اس کو اندر باندھ دو، اسی وقت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لے گئے۔ اعلیٰحضرت نے اس وقت اپنا ہاتھ اوپر اُٹھا کے چوکھٹ پر رکھ دیا، اس کا رکھنا تھا کہ اچانک بارش رُک گئی، مولانا رکن الدین صاحب گھوڑے کو اندر لے آئے اور مطلقاً بارش کا اثر نہ ہوا، جب اندر تشریف لے آئے تو اعلیٰحضرت نے چوکھٹ سے ہاتھ ہٹا لیے، اچانک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی"۔[2]

ایسے "درویشِ خدامست" کی عظمتِ شان ہم کیا بیان کر سکتے ہیں، لہٰذا ایک عارفِ وقت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک معروف و مقبول روحانی بزرگ حضرت مولانا محمد ہدایت علی صاحب جے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی قلم سے نکلے ہوئے اس "مرشدِ کامل" کی عظمت

---

[1] محمد مسعود احمد ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود: صفحہ: ۷۰

[2] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود: صفحہ: ۷۰

Marfat.com

کو آشکارا کرنے والے ان چند جامع الفاظ پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

"حضرت مولوی مسعود صاحب کی تعریف کیا کی جائے کہ جن کے مرشد سید صاحب (سید امام علی شاہ صاحب) جیسے ہوں اور ان کے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین صاحب جیسے ہوں" ۔[1]

آپ نے بڑے پتہ کی بات فرمائی اس لیے کہ اُستاذ کا پتہ اس کے شاگرد سے چلتا ہے، شاگرد کا پتہ اس کے اُستاذ سے چلتا ہے، مربی کا پتہ اس کے تربیت یافتہ نمونہ سے چلتا ہے۔ لہٰذا جس ذات کا اُستاذ اور مربی بھی باکمال ہو اور اس کی زیر نگرانی تربیت پانے والا بھی بے مثال ہو۔ اس کی عظمتِ شان، محتاجِ بیان نہیں

اس ہی لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے خوب تحریر فرمایا ہے کہ

"آپ کی ذاتِ گرامی عظمتِ مرشد کی آئینہ دار ہے"

لہٰذا آئندہ صفحات پر اس طالبِ صادق یعنی حضرت شاہ رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالات پیش کیے جا رہے ہیں ان کو پڑھ کر "عظمتِ مرشد" کا اندازہ کیا جائے گا۔ جس طالب کی یہ شان ہے تو اس کے مطلوب کا کیا مقام ہوگا، جب "مرید" کا یہ درجہ ہے تو "مرشد" کا کیا مرتبہ ہوگا۔

انہیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی
انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُن کی

محبتِ مرشد

مرشد کی محبت اس راہِ سلوک میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ محبت، قربِ حق کا پہلا زینہ اور مسافرانِ بحرِ عشق کا عظیم سفینہ ہے۔ اس کے بغیر گردابِ بلا میں پھنسا ہوا بیڑا ہم آغوشِ ساحل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی منزل سے ہمکنار ہو سکتا ہے ۔

---

[1] محمد ہدایت علی جے پوری: معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک، صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ کراچی

Marfat.com

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق!
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

یہی وجہ ہے کہ اس راہِ معرفت کی پیچیدگیوں کو جاننے والے خردمندوں نے ایک سالک اور رہنورد کے لیے اس کو سب سے اہم اور لابدی قرار دیا۔ چنانچہ سرحلقہ نقشبندیہ مجددیہ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب شریفہ میں اکثر و بیشتر مقامات پر طالبین کو اس کے تحفظ اور نگہداشت کا درس دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اگر دو کاموں میں فرق نہ آئے تو کچھ غم نہیں، ایک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی متابعت، دوسرے شیخِ طریقت سے اعتقاد و محبت، اس کے سوا جو کچھ ہو، ہوا کرے، اس کی تلافی سہل ہے"۔[1]

ایک اور مکتوبِ گرامی میں اس حقیقت کا مختصر مگر جامع الفاظ میں یوں اظہار فرماتے ہیں کہ:

"آپ بہت خوش نصیب ہیں جو اولیاء اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں بموجب حکم "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اِلَیْہ" آپ کا حشر انشاء اللہ ان کے ساتھ ہوگا، اور اولیاء اللہ کے پاس بیٹھنے والا کبھی شقی نہیں ہوتا، یہ خوش خبری ہے، فنا فی الشیخ، فنا فی اللہ کا وسیلہ ہے جس کے بعد بقا باللہ نصیب ہوتی ہے، فنا فی الشیخ یہ ہے کہ شیخ کی جملہ عادات کو پسند کرے اور اس پر کاربند ہو جائے"۔[2]

اصطلاحِ تصوف میں اس کو "رابطہ" کہتے ہیں، چنانچہ حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ "ضمیمہ آدابِ سالک" میں اس ہی "رابطہ" کی تعریف، احادیث اور اہمیت اور قرآن سے استشہاد وغیرہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

---

[1] محمد ہدایت علی جے پوری: دُرّ لاثانی خلاصہ مکتوبات امام ربانی جلد سوم صفحہ ۲۳۳ مکتوب نمبر ۱۳
[2] ایضاً جلد دوم مکتوب نمبر ۸، صفحہ ۲۱۱

Marfat.com

"رابطہ شیخ کی محبت کو کمالِ تعظیم اور ہیبت کے ساتھ اس طرح دل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں کہ کسی دوسرے ولی زمانہ کی محبت اور افضلیت کی دل کے اندر اصلاً گنجائش نہ رہے ——— یہ وہ اصلِ عظیم ہے کہ جس پر کل مجاہدات موقوف ہیں اور

اصل مرشد و ہدایت مشروط۔ جیسا اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی اس کی طرف اول وسیلہ ڈھونڈو، پھر مجاہدہ کرو، بلا شبہ تم فلاح پاؤ گے' یہی وجہ ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر بے رابطہ موصل نیست' و رابطہ بے ذکر البتہ موصل است" یعنی ذکر بغیر رابطہ کے اللہ تک نہیں پہنچاتا ہے اور رابطہ بغیر ذکر کے اللہ تک پہنچا دیتا ہے"۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

"سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق"

الغرض ثابت ہو گیا کہ رابطہ شیخ' یعنی محبتِ مرشد اس قصرِ معرفت کی اصل اور بنیانِ طریقت کی بیخ و بُن ہے۔

محبتِ مرشد

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ ضمیمہ آدابِ سالک میں ارشاد فرمایا، اپنی عملی زندگی میں کر کے دکھایا، آپ کی حیاتِ مبارکہ "کمال رابطہ" کی عملی تفسیر اور "محبتِ مرشد" کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ اس محبِ مرشد کی رگ و پے میں اپنے مرشدِ کامل کی محبت ایسی رچ بس گئی تھی کہ پھر آپ کی ہر ہر ادا میں اس ہی محبوب کی جلوہ گری تھی ؎

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا ثبوتِ زندگی
میرے سارے جسم و جاں میں کار فرما آپ ہیں

محبت میں انسان محبوب کا نام سن کر بیقرار اور اس کا "پیغام" پاکر تو نیم بسمل و دلفگار ہو جاتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت اس محبِ صادق کی اپنے محبوب کا پیغام ملنے پر ہوئی' ———

Marfat.com

خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوب کے پیغام کا واقعہ یوں بیان فرمایا کرتے تھے
"ایک روز اعلیحضرت جے پور تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں جب الور سے ریل
گذری تو اسٹیشن پر ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ "مولانا کرم الٰہی
کو ہمارا سلام پہنچا دینا"۔ جب وہ شخص اعلیحضرت کا سلام لے کر ہمارے پاس پہنچا ہے تو کچھ
نہ پوچھئے دل کا کیا عالم ہوا۔ آپ کا "سلام جو حقیقت میں پیغام ملاقات تھا اس کو سن کر
ہم بے قرار ہو گئے۔ اب یہاں ایک لمحہ ٹھہرنا ہمارے لیے دوبھر ہو گیا۔ فوراً اُٹھے، سب کچھ
چھوڑ کے ایک دلِ بیقرار کو لیے "بے نشان" منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ صرف اتنا معلوم
تھا کہ "جے پور" کی طرف تشریف لے گئے ہیں لیکن جے پور جیسے وسیع و عریض شہر میں کس
جگہ قیام ہے؟ کون سے محلے میں ہے؟ کس مخلص کے یہاں ہے؟ غرض کسی قسم کی کوئی معلومات
نہ تھی۔ بس ایک جوشِ محبت تھا جو اتنے بڑے شہر میں "مسکنِ جاناں" کی طرف بہائے لیے
جارہا تھا۔ آخر ریل میں بیٹھ کر "جے پور" پہنچ گئے، ایک تانگہ کیا اور کوچوان سے یوں ہی
ایک محلہ کا نام لے کر اُس طرف چلنے کو کہہ دیا، یہاں قدرت کو اس محبِ صادق کی بیقراری
اور بے چارگی پر رحم آجاتا ہے اور غیب سے اس بچھڑے ہوئے کو اس کے محبوب سے
ملانے کا یوں سامان کیا جاتا ہے کہ وہ کوچوان راستہ میں حضرت سے باتیں کرنی شروع کر دیتا
ہے، اُثنائے گفتگو کہنے لگا کہ "یہاں کل تمہاری جیسی نورانی شکل کے ایک بزرگ میرے ٹانگہ
میں بیٹھ کر گئے تھے، آپ نے اس سے حلیہ وغیرہ پوچھا تو وہ بعینہٖ اعلیحضرت کا حلیہ تھا۔
فرماتے ہیں اس کو سن کر اس یاس و ناامیدی کی ظلمت میں ہمیں اُمید کی کرن نظر آنے لگی ہم نے
اس سے کہا کہ فوراً تم ہمیں وہیں لے چلو جہاں کل تم نے ان بزرگ کو چھوڑا تھا، وہ تانگے والا
ہمیں اسی وقت اس مقام پر لے کر پہنچ گیا جہاں اعلیحضرت نے آکر قیام فرمایا تھا لیکن واحسرتا
یہاں ہمیں اگرچہ مسکنِ جاناں تو مِلا مگر دلِ مہجور کی تسکین کا سامان نہ مِلا، یعنی ؎

لالہ و گل سے تھے بہت عام چمن میں لیکن!
ڈھونڈتے تھے جسے وہ سروِ خراماں نہ مِلا'

اعلیحضرت وہاں سے کہیں اور تشریف لے جا چکے تھے آخر اہلِ خانہ سے آپ کا

پتہ معلوم کر کے تصورِ یار میں مست پیہم اور متواتر سفر کی کلفتیں اور صعوبتیں ہنس کے سہتے ہوئے ہم اس قریبی گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے جہاں حضرت ابھی تشریف لے گئے تھے ؎

ہے کلفتِ سفر میں بھی اک تازگی، اگر
آئینہ خیال میں ہو عکس روئے دوست

جب وہاں حضرت کی بارگاہ میں پہنچے اور اس رُخِ زیبا پر نظر پڑی تو واللہ! رہی سہی، کلفتیں بھی ختم ہو گئیں اور دلِ مضطر کو قرار آ گیا ——— اعلیحضرت اپنے اس عاشقِ صادق کی امتحانِ محبت میں کامیابی اور کامرانی کو دیکھ کر مسکرا دیتے اور بہت مسرور ہوتے۔

(۲)

اس ہی طرح محبت میں ایک اور مقام بھی آتا ہے جب "ماسوائے محبوب" جل کر خاکستر ہو جاتا ہے، نہ اپنی ذات باقی رہتی ہے اور نہ اس کی شان و شوکت سب کچھ محبوب کی ایک ادنیٰ سی ادا پہ نثار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عارفِ رومی فرماتے ہیں کہ جو عشق میں "ذلت و خواری" سے پرہیز کرے وہ حقیقتِ عشق سے آشنا نہیں، سوائے نامِ عشق کے اسے کچھ نہیں معلوم۔

تو بیک خواری گریزانی ز عشق!
تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

مرشد سے محبت و عشق کی اس منزل سے بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کامیاب و کامران گزرے۔ صرف "نامِ عشق" سے آشنا نہیں ہوتے بلکہ "گامِ عشقِ حقیقی" پہ چل کر منزلِ قربِ مرشد سے ہمکنار ہوتے ——— چنانچہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم اعلیحضرت سے بیعت ہوتے تو اس زمانہ میں ایک شخص تھا جو شام کو اپنی بیٹھک پر ایک مجلس لگا کر بیٹھا کرتا تھا جس میں "بیعت" ہونے والوں کا اپنے مخصوص انداز میں یہ کہہ کے خوب مذاق اڑایا کرتا تھا کہ "آج یہ بھی مُنڈ گیا"۔ ایک روز اعلیحضرت نے اپنی نعلینِ مبارک

Marfat.com

ہم سے منگوائی، جب ہم آپ کی نعلین مبارک لے کر آ رہے تھے تو اس ہی شخص کی بیٹھک کے سامنے سے ہمارا گذر ہوا، پہلے تو ہمیں شرم آئی اور ہم اس جوتی کو چھپا کر لے جانے لگے کہ کہیں اس ہی بدزبان اور بے ہودہ انسان کی نظر ہم پر نہ پڑ جائے اور وہ ہمارا بھی مذاق نہ بنا لے، لیکن فوراً ہی دل میں خیال آیا کہ اس کوچۂ عشق میں عزت و ناموس کا کیا کام؟ یہاں تو وہ ہی شادکام ہوتا ہے جو سب کچھ لٹا کر اس کوچہ میں قدم رکھتا ہے ——— اس خیال کا آنا تھا کہ ہم نے ان نعلین کو نہ صرف چھپایا نہیں بلکہ اس کو مزید اپنے سر پر رکھ لیا، پھر کیا تھا نفسِ امارہ کو شکست ہوئی اور اس طرف سے "انوارِ الٰہی" کے انعامات کی وہ بارش ہوئی کہ میں بخود ہو گیا" وہ فیض پہنچا کہ اس میں غرق ہو گیا، پھر مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میں کب وہاں سے گزرا اور کب اس آستانے پر پہنچا۔ جگر نے کیا خوب کہا ہے

آتا ہے جو بزمِ جاناں میں، پندارِ خودی کو توڑ کے آ
اے ہوش و خرد کے دیوانہ یاں ہوش و خرد کا کام نہیں

(۳)

"محبت" کا ایک اور تقاضا بھی ہے کہ "محبوب" سے تعلق رکھنے والی ہر چیز محب کے لیے حرزِ جاں اور لائقِ نثارِ دل و ایمان ہے۔ محبوب کے ساتھ ادنیٰ تعلق کے باعث وہ بھی اس کو محبوب ہو جائے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عشق و محبت کے اس تقاضے کو بھی کماحقہٗ پورا کر کے دکھایا اور اعلیحضرت سے نسبت رکھنے والی آپ کی اولاد امجاد کے ساتھ ایسی محبت و اُلفت اور ارادت و عقیدت کا اظہار کیا جو اس محبِ صادق کے ہی شایانِ شان تھی چنانچہ اعلیحضرت کے تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب عرس شریف کے موقعہ پر جب الور تشریف لاتے تھے تو حضرت بڑی محبت و احترام کے ساتھ ان سے پیش آتے، ان کے قیام کے لیے بہتر انتظامات فرماتے اور ان کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے اور جب وہ رخصت ہوتے تھے تو حضرت صاحب کی صاحبزادی یعنی کاتب الحروف کی عمہ محترمہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے ان کی خدمت میں نذر پیش کرایا کرتے تھے۔

Marfat.com

یہی نہیں بلکہ مولانا عبدالمجید صاحب کی صاحبزادیاں جب اجمیر سے کبھی الور تشریف لاتی تھیں تو اس ہی "نسبت مرشد" کے باعث حضرت صاحب ان کے ساتھ بھی وہی سلوک فرماتے تھے جو ان کے والد کے ساتھ کرتے تھے، میری عمہ محترمہ کا ہی بیان ہے کہ ان کو عمدہ سے عمدہ دوپٹے مختلف رنگوں میں رنگوا کر دیا کرتے تھے۔ یہ محبت کا وہی مقام ہے جہاں مجنوں سے پوچھا گیا

گفت معشوقے بعاشق کائے فتا

تو بغربت دیدہ بس شہرہا!

کہ اے جوان! تو نے عالم مسافرت میں بہت سے شہروں کی سیر کی ہے ذرا یہ تو بتا

پس کدامی شہر زآنہا خوشتر است

کہ اتنے سارے خوبصورت شہروں میں تجھے کون سا شہر سب سے اچھا لگا۔ کہنے لگا۔

گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

مجھے تو سب سے زیادہ وہ شہر پسند آیا جس میں میرا "دلبر و دلربا" رہتا تھا۔

عشق نے دلبر سے تعلق رکھنے والی اس خاک کو بھی محب کی نظر میں "خوشتر" بنا دیا۔

اس ہی طرح حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہ العالی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم چند احباب کے ساتھ نیچے محفل خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُوپر زنان خانہ میں تشریف فرما تھے کہ ہمارے پاس ایک دیہاتی حلیہ میں آدمی آیا، لمبا سا کرتا، ایک تہبند، بے ترتیب پگڑی، "رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوعٍ بِالْاَبْوَابِ" کے مصداق پراگندہ بال، مفلوک الحال، آتے ہی کہنے لگے کہ "مولانا رکن الدین کی یہی ڈیوڑھی ہے؟" ہم نے کہا ہاں، کہنے لگا "اُن سے ملنا ہے"، ہم نے بے اعتنائی سے کہا کہ وہ ابھی تشریف لے گئے ہیں، بیٹھ جاؤ آجائیں گے۔ کہنے لگا انہیں صرف یہ جا کر کہہ دو "لطف اللہ" ملنے آیا ہے حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ اصرار بے جا معلوم ہوا لیکن بہر حال ہم نے اس کا یہ پیغام حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آکر پہنچا دیا، جوں ہی آپ نے یہ نام سُنا فرط اشتیاق میں دوڑتے ہوئے تشریف لائے اور اس دیہاتی نما اللہ کے مقبول دل سے بغل گیر ہو گئے، ان کو عزت کے ساتھ مسند پر بٹھایا کمرہ کی صفائی کروائی، عمدہ عمدہ لذیذ کھانے تیار کرنے کا فوراً حکم دیا۔

Marfat.com

اس معمولی سے دیہاتی کے لیے اس اہتمام و الصرام اور اس عزت و اکرام کو دیکھ کر ہم مجسم حیرت بن گئے، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ معمہ کیا ہے؟ آخر جب اطمینان سے تشریف فرما ہوئے تو پوچھا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ ہم نے عرض کی نہیں، فرمایا ہمارے دادا پیر حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ صاحبزادے ہیں جو علومِ ظاہر و باطنی میں یگانۂ روزگار ہیں۔ اس خبر نے ہمیں اور بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ اپنے وقت کے یہ متبحر عالم و فاضل اور ولیٔ کامل اور یہ شانِ درویشی! سب کچھ رکھتے ہوئے نہ شان و شکوہ نہ جاہ و جلال، بلکہ سادگی کا ایسا پیکر اور "شانِ فقر" کا ایسا محور! —— ہائے ایسی پیاری صورتیں اب کہاں نصیب!

نہ ایران میں رہے باقی، نہ توران میں رہے باقی
وہ بندے "فقر" تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ

الغرض یہ تھے ایک محب کی محبت کے انداز جس کی ایک جھلک ان اوراق میں پیش کی گئی۔

محبوبِ مرشد

محبت کرنے والا جب محبت کی اس عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ تو اب اس کو مقامِ مُخلت اور درجۂ محبوبیت عطا کر دیا جاتا ہے۔ اب تک صرف اپنے "یار" کا مُحب تھا، لیکن اس امتحانِ محبت میں کامیابی کے بعد اب وہ اس ہی "یار" کا محبوب بھی بن جاتا ہے۔ اس محبِ صادق رحمۃ اللہ علیہ کی محبت بھی ان کٹھن مراحل کو طے کرتی ہوئی اس مقام پر پہنچی جہاں "مسندِ محبوبیت" اس کی منتظر تھی۔ "یار" نے اپنا محبوب بنا کر "دولتِ کونین" عطا کر دی اور عاشق کو "منزلِ مقصود" سے ہم کنار کر دیا ——

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقامِ محبوبیت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ "ہمارے مریدین میں مولانا رکن الدین" ایسے ہیں جیسے حضور کے اصحاب میں "عمر فاروق" —— یعنی آپ نے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ اگر آج تم فاروقِ اعظم" کے اوصاف و کمالات کی کہیں جلوہ گری دیکھنا چاہتے ہو تو وہ حضرت شاہ رکن الدین کی ذاتِ اقدس ہے۔ جہاں تمہیں تمام خصائلِ عمری اور فضائلِ فاروقی جگمگاتے نظر آئیں گے، ان کے حالات فاروقِ اعظم کے واقعات سے بہت مشابہت رکھتے ہیں —— جس طرح وہ اپنے مرشدِ کریم کی نگاہِ لطف و کرم کا تارہ اور

اس آغوش کے نازوں کا پالا تھا، اس ہی طرح یہ بھی اپنے مُرشدِ رحیم[1] کے قلب وجگر کا اُجالا اور ان کے پروردہ مخلصین میں اپنی شان کا نرالا تھا ——— جس طرح اس کے دائرۂ اسلام میں آنے سے کفر وشرک کے گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی، اس ہی طرح اس کے دائرۂ طریقت میں آنے سے باطل کے صنم کدوں میں کہرام مچ گیا ——— جس طرح اس کے مشرف باسلام ہونے سے اسلام کی بے بسی کا دور ختم ہوا اور اس کی شوکت وسطوت کا آغاز ہوا، اس ہی طرح اس کے "مشرف بیعت" ہونے سے گلشنِ معرفت کی ویرانی کا دور ختم ہوا اور سبک خرام نسیم بہار کی آمد کا اعلان ہو گیا ——— جس طرح اس کے اسلام لانے سے "دینِ محمدی" کو فروغ حاصل ہوا، اس ہی طرح اس کے "بیعت" ہونے سے "سلسلۂ مسعودی" کو عروج حاصل ہوا چنانچہ صاحب تذکرہ مظہرِ مسعود لکھتے ہیں :۔ "آپ کی ذاتِ گرامی سے سلسلۂ نقشبندیہ مسعودیہ کی وہ اشاعت ہوئی کہ دوسرے خلفاء سے اس کا عشرِ عشیر بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔"

اور جس طرح منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اُس مردِ مجاہد نے "منکرینِ ختمِ نبوت" کے خلاف محاذ آرائی کی اس ہی طرح اس مردِ باخُدا نے منصبِ ولایت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد "منکرینِ شانِ نبوت" کے خلاف صف آرائی کی ——— یوں کہیئے یہ آئینہ تھا حالات اور اوصافِ فاروقی کا جس میں

فاروق کی شان وشوکت بھی نظر آتی تھی۔
فاروق کی سادگی ومتانت بھی جھلکتی تھی۔
فاروق کی عظمت وہیبت بھی جلوہ گر تھی۔
فاروق کی "محبتِ مُرشد" بھی اس میں دکھائی دیتی تھی۔
الغرض فاروق کا جلال بھی اس میں نظر آتا تھا۔
اور فاروق کا جمال بھی اس میں نظر آتا تھا۔

(۲)

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مُرشد کی بارگاہ میں کیا "مقامِ محبوبیت" تھا اس کا کچھ

---

[1] یعنی حضرت مولانا رحیم بخش الملقب بمحمد مسعود دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

اندازہ اس واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک روز پوچھا تم تعویذ بھی لکھتے ہو، عرض کیا نہیں، فرمایا جو چاہے لکھ دیا کرو تمہاری تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ اس ہی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات کو اعلیحضرت بڑی جوش میں تھے، تہجد کے وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے اسرار و نیاز کی باتیں فرما رہے تھے۔ بڑے محبت بھرے لہجہ میں کچھ راز ہائے سربستہ سے مالا مال فرما رہے تھے، آپ نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ "دہلی کے قطب کی حد کہاں سے کہاں تک ہوتی ہے"؟ ابھی یہ پُرلطف ذکر چل ہی رہا تھا کہ اعلیحضرت کے مرید خاص امام عبدالغفور صاحب (جو اعلیحضرت کے خلیفہ بھی تھے) آگئے اور آتے ہی اعلیحضرت سے اپنا خواب بیان کرنے لگے کہ میں نے خواب میں چاند دیکھا ہے اس کی کیا تعبیر ہے؟ اعلیحضرت نے اس کیف آگیں ذکر کو منقطع کرنے پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا "چاند دیکھا تو کیا ہوا، لطیفہ قلب کی طرف اشارہ ہے کہ تمہارا قلب روشن ہو گیا۔" ——— اس سلسلۂ کلام کے منقطع ہونے پر حضرت کو بڑا ملال اور افسوس ہُوا۔ اور امام جی عبدالغفور کو بعد میں بہت شرمندگی محسوس ہوئی غرضکہ خلوتکدۂ ناز میں بلا کر "راز و نیاز" سے ہم کلام ہونے کے بہت سے واقعات ہیں جو آپکی محبوبیت کی واضح نشانی ہیں۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

(۳)

جب "یار" اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو "متعلقینِ یار" کی نظر میں بھی پھر وہ معظم و مکرم ہو جاتا ہے اور "یار" کے مزاج شناسوں کی بھی آنکھ کا تارا بن جاتا ہے

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کن محبت بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے، دلِ تشنگی کے مواقع پر اس نازنین کی کس کس طرح دلداریاں کیا کرتے تھے اس کی ایک جھلک اس واقعہ میں ملاحظہ ہو ——— اعلیحضرت کے دوسرے صاحبزادے "مولانا احمد سعید" رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء)، جنہوں نے اعلیحضرت کے بعد جانشینی کے فرائض انجام دیئے، جن کی "ولایت" اس مرتبہ میں تھی کہ حضرت مولانا

Marfat.com

سید صادق علی شاہ صاحب[1] فرماتے تھے کہ اگر "احمد سعید" کی حیات نے وفا کی تو دہلی کر دوسرا مکان شریف دیکھ لینا"۔ غرض ایسی یگانہ روزگار شخصیت کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی، ایک روز اعلیحضرت نے بڑے افسردہ لہجہ میں فرمایا کہ" احمد سعید بیعت نہیں ہوتا"، یہ سُنکر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا احمد سعیدؒ کے پاس گئے اور باتوں باتوں میں عرضِ مدعا کیا کہ آپ بیعت ہوجائیں، صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی ہم تحصیلِ علومِ ظاہریہ میں مصروف ہیں اس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس طرف متوجہ ہوں گے، اگر ابھی اس طرف متوجہ ہوگیا تو پڑھائی وغیرہ سب رہ جاتے گی، لیکن حضرت صاحب کب ماننے والے تھے انہیں "رضائے مرشد" کے حاصل کرنے کا ایک موقعہ ہاتھ آیا تھا اس کو یہ کب ہاتھ سے جانے دیتے چنانچہ ایسے دلائل دیتے اور ایسی محبت بھری گفتگو فرمائی کہ صاحبزادہ صاحب آخیر راضی ہوگئے اپنی مصلحتوں کو چھوڑا لیکن اس محبوبِ دلرُبا کا دِل نہ توڑا، دوسرے ہی دن صاحبزادہ صاحب کو لے کر اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کی کہ ان کو بیعت فرمالیجیے، یہ دیکھ کر اعلیحضرت بہت مسرور ہوتے اور مسکراتے ہوئے فرمایا "دوست تھے نا، ٹھیک کر ہی لیا"، اس ہی وقت بیعت فرمایا اور توجہ دی اور ایسی توجہ دی کہ لوحِ قلب پر جو کچھ نقوشِ ماسوا تھے سب کو محو کردیا، "یادِ یار" کے سوا کوئی یاد باقی نہ رہی ؎

ہوش رہے نہ دوش کا فکرِ مآل رہ نہ جائے
خلوتِ یادِ یار میں کوئی خیال رہ نہ جائے

اب تو اس "خیالِ رُخِ زیبا" میں ایسی محویت ہُوئی کہ دوسری طرف خیال ہی نہیں جاتا تھا، سبق پڑھنے بیٹھتے تو سبق ہی سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس حالت پر ایک دِن جب اعلیحضرت جو آپ کے اُستاد بھی تھے ان کی طرف سے تنبیہ ہوئی تو آپ کو بڑا ملال ہوا اور جھنجھلا کر حضرت صاحبؒ سے فرمایا دیکھو ہم نہ کہتے تھے کہ پہلے تکمیلِ علومِ ظاہری کرلیں اس کے بعد بیعت ہوں گے اب دیکھو ہمارا کیا حال ہوگیا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے تسلی دیتے ہوتے فرمایا کہ فکر کی

---

[1] حضرت سید امام علی شاہ صاحب کے صاحبزادے اور خلیفہ وسجادہ نشین۔

Marfat.com

اس میں کیا بات ہے ، سبق پڑھانے والے بھی وہی ہیں اور نسبت پہنچانے والے بھی وہ ہی ہیں ، درد دینے والے بھی وہ ہیں اور درد کا مداوا کرنے والے بھی وہ ہیں عشق پیدا کرنے والے بھی وہ ہی ہیں اور اس کی مسیحائی کرنے والے بھی وہ ہی ہیں لہٰذا گھبرائیے نہیں شروع شروع کا معاملہ ہے ان شاء اللہ سب درست ہو جائے گا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ دنوں کے بعد وہ "انشراحِ صدر" حاصل ہوا کہ پھر "سدرا" جیسی ادق اور اہم کتاب کی شرح لکھنے کے لیے آپ نے اپنا محققانہ اور متکلمانہ قلم اٹھایا اور موضوع کا حق ادا کر کے چھوڑا ۔

(۴)

انہیں صاحبزادہ صاحب کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات اپنے ان "محبوبوں" کی کس طرح "ناز برداری" فرمایا کرتے تھے ۔ اعلیٰحضرت کے وصال کے بعد پہلا عرس ہوا ، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ الور سے دہلی عرس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے ۔ چاند کے حساب سے عرس کی تاریخ کے بارے میں چند دوستوں سے کچھ تکرار اتنی بڑھی کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آزردگی اور شکستہ دلی کا باعث بن گئی ۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو اس کا بڑا احساس ہوا اور رات کو اپنے خادم سے فرمایا کہ آج رات ہماری چارپائی مولانا رکن الدین کی چارپائی کے پاس بچھانا ، چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی ، رات کو صاحبزادہ صاحب حضرت سے محبت بھری گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ ان دلچسپ باتوں اور دلکش حکایتوں میں تمام رات گزر گئی ، لیکن اس "دلدار کی" "دلداری" ختم نہ ہوئی ۔ آخر جب آوازِ مؤذن نے اس بے غبار فضا میں طلوعِ صبح کا پیغام سنایا تو صاحبزادہ صاحب نے یہ کہہ کر اس محفلِ شب کو برخاست فرمایا کہ "مولانا آج یہ تمام رت جگہ صرف آپ کے لیے کیا گیا تھا ، اب تو آپ خوش ہیں نا" —— قربان جاؤں اس "ناز بردار" کی دلداری پر جس نے ایک "پروردۂ ناز" کے شیشۂ دل کی ٹھیس کا کتنا احساس کیا کہ اس کے لیے تمام رات جاگ کر گزار دی ، اور داستانِ محبت میں "ناز برداری" کی ایک نرالی شان قائم کر دی ۔ ورنہ دستورِ محبت میں تو یوں گلے شکوے ہوتے ہیں ۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح !
کوئی چارہ ساز ہوتا ، کوئی غمگسار ہوتا !

Marfat.com

(۵)

اس ہی طرح صاحبزادگان کی حضرت سے محبت و الفت کی غماض ایک اور حکایت دلنشین حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہ العالی حضرت رکن الدینؒ سے نقل فرمایا کرتے ہیں —— اعلیحضرت کے سب سے بڑے جوان سال جواں مرد جواں ہمت، عالم و فاضل صاحبزادے مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) —— حضرت قبلہ مفتی اعظم محمد مظہر اللہ شاہ صاحب کے والد گرامی) جنہوں نے لعارضہ تپ دق عنفوان شباب میں اپنے والد گرامی اور اپنے محبین و مخلصین کو داغ مفارقت دے دیا۔ آپ بھی حضرت صاحبؒ سے اکثر اپنے خصوصی قلبی لگاؤ اور تعلق کا اظہار فرمایا کرتے تھے، اور کیوں نہ ہو جبکہ حضرت بھی آپ کی خوشنودی قلب کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اعلیحضرت نے آپ کو طبیب حاذق حکیم محمد حسن (شاہ رکن الدینؒ کے فن طب کے استاذ) کے پاس الغرض علاج بھیجا ہوا تھا۔ اعلیحضرت کے دوسرے خلفاء محبین اپنی محبت میں صاحبزادہ صاحب کی سخت نگرانی رکھا کرتے تھے کہ کہیں کوئی بد پرہیزی نہ ہو جائے اگر کبھی ہو جاتی تو فوراً اعلیحضرت کو شکایت لکھ بھیجتے تھے جس پر وہاں سے ناراضگی اور تنبیہ کا خط آتا تھا۔ اس سے صاحبزادہ صاحب کو بڑی تکلیف ہوتی تھی آپ فرماتے تھے "میاں ہماری کچھ دنوں کی زندگی ہے، ہمیں ان خدا کی نعمتوں سے کچھ روز اور لطف اندوز ہونے دو، اتنی سختی کر کے کیوں ہمیں اور اعلیحضرت کو پریشان کرتے ہو۔" لیکن وہ لوگ اپنی محبت کے اس طرح اظہار سے باز نہیں آتے تھے۔ اس کے برخلاف حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حتی الامکان آپ کی فرحت قلب و جگر اور رضائے دل کا خیال رکھتے تھے، کبھی اعلیحضرت کو شکوے شکایت کا کوئی خط نہیں بھیجا الغرض یہی وہ فرحت بخش اور آرام دہ انداز تھے جنہوں نے صاحبزادہ صاحب کے دل میں گھر کر لیا۔ اور اس طرح اس "ادا شناس مرد" نے اپنے پیرزادہ کے نہاں خانہ قلب میں اپنا ایک محبوب مقام پیدا کر لیا جس کا اظہار ان محبت بھرے الفاظ سے ہوتا تھا جن کو صاحبزادہ صاحب اکثر دوسرے خلفاء و مخلصین کے سامنے حضرت سے اپنے دلی تعلق اور قلبی فرحت کے اظہار کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے، فرماتے تھے،

"آئیے آئیے خلیفہ صاحب۔ بس ہم تو آپ کو خلیفہ کہیں گے۔"

Marfat.com

اس وقت تک حضرات صاحبؒ کو خلافت عطا نہیں ہوئی تھی لیکن پھر "خلیفہ صاحب" کہہ کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس بارگاہ سے خلافت کا کوئی صحیح مستحق ہے اور رضائے مرشد کو حاصل کر کے منزلِ مقصود سے ہمکنار رہنے والی اگر کوئی ذات ہے تو وہ شاہ رکن الدینؒ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔

الغرض یہ تھے مرشد و مسترشد کی الفت و محبت کے روح پرور اور دلآویز داستان کے چند چیدہ چیدہ "باب" مفصل "کتابِ محبت" لکھنے کے لیے تو ایک دفتر چاہیئے۔

کوئی کوئی بڑا دلچسپ باب ہے اس میں!
کہیں کہیں سے محبت کی داستان سُن لو

قبائے خلافت

حضرت کو ۱۳۰۴ھ میں شرفِ بیعت حاصل ہوا اس وقت سے اعلیحضرت کے وصال یعنی ۱۳۰۹ھ تک مسلسل پانچ سال مرشد کی خدمت میں آپ نے اکتسابِ فیض کیا، منازلِ سلوک طے کیے، مجاہداتِ شاقہ اور ریاضاتِ شدیدہ کی صیقل سے آئینۂ قلب کو چمکایا، اور پھر نسبتِ قویہ اور لطائفِ ستہ سے اس کو جگمگایا، معارفِ لدنیہ اور علومِ باطنیہ سے اس کو سجایا، محبوب کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ بنایا، الغرض اس طرح "رضائے مرشد" حاصل کر کے رضائے مولیٰ و رضائے مصطفےٰ ﷺ کو بھی پایا، اور مرشد کی بارگاہ سے اس پر دلیل کے طور پر "قبائے خلافت" کو بھی پایا — یعنی ۱۰ر جمادی الثانی ۱۳۰۹ھ کی جب مبارکؒ مسعود صبح" طلوع ہوئی تو شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک عالم کی اصلاح و ہدایت کے لیے اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر نہ صرف تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا بلکہ اپنے پیر و مرشد حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیبِ تن کی ہوئی ایک قبا یعنی جُبّہ بھی عنایت فرمایا۔ وہ جبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا عزیز تھا۔ انتہائی حفاظت اور بڑی احتیاط کے ساتھ آپ اس کو رکھا کرتے تھے، آخیر میں آپ نے یہ تبرک اپنے لختِ جگر و نورِ نظر، علومِ ظاہری و باطنی کے بحر و بر حضرت شاہ محمد محمود صاحب الوری دامت برکاتہم العالیہ کو ان کی جانشینی اور خلافت کے وقت عطا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "اس کو معمولی نہ سمجھنا، یہ حضرت سید امام علی شاہ صاحب اور پھر حضرت محمد مسعود شاہ صاحب جیسے کاملین اولیاء اللہ کے لمس کے باعث بڑے

Marfat.com

بڑے انوار و تجلیات، اور فیوض و برکات کا حامل ہے"۔ ــــــــــــ

بھلا ان عظیم تبرک کو معمولی کون سمجھ سکتا تھا، ان کو بیکار سمجھ کر ان کی طرف سے بے اعتنائی برت سکتا تھا، لیکن شاید اس ولی کی نگاہِ دور رس ان واقعات ۱۹۴۷ء کو ابھی سے دیکھ رہی تھی، اور شاید یہ اس ہی ہنگامہ رستخیز میں حفاظت و نگہداشت کی طرف آپ کا اشارہ تھا، لیکن حیف صد حیف! اس وقت کوئی اس امر کو سمجھ نہ سکا آخیر دہ ہی ہوا جس کا نظارہ یہ نگاہِ ولی پہلے ہی سے کر چکی تھی، یعنی یہ تبرک اس ہنگامۂ دار و گیر کے نذر ہو گیا اور اس محشر نما ہنگامہ میں نفسا نفسی کے اندر کسی کو اس کو لانے کا ہوش تک نہ رہا۔ حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہ العالی کو اس کے تلف ہو جانے کا بے پناہ، غم اور صدمہ ہے ــــــ لیکن الحمد للہ خدا کا یہ ہم پر بڑا کرم ہوا کہ حضرت صاحب کا وہ تحریری اجازت نامہ جو اعلیحضرت نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوشخطی کے باعث خود آپ سے لکھوا کر اپنے دستخط کرنے اور مہر ثبت کرنے کے بعد آپ کو عنایت فرمایا تھا وہ کسی طرح یہاں آگیا اور آج ہمارے قلب و نظر کے لیے تسکین کا سامان مہیا کیے ہوئے ہے۔ اس کی نقل مع ترجمہ کے اور اس کا عکس ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے تا کہ اس کے نقوش کو دیکھ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فنِ خطاطی میں مہارت اور کمال کا اندازہ کیا جا سکے اور اس کے مضمون کو پڑھ کر آپ کے کمالِ بطون اور مقامِ معرفت کو کچھ سمجھنے کی کوشش کی جا سکے۔

اعلیحضرت کے اجازت نامہ کی نقل یہ ہے:

خلافت نامہ

(دستخط)
محمد مسعود نقشبندی امامی
(مہر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ سید الطائفۃ الصوفیۃ الصافیۃ الکرام البررۃ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اما بعد پس میگوید فقیر شیخ رحیم بخش ملقب بمحمد مسعود نقشبندی دہلوی، و قتیکہ بجذبۂ الٰہی و داعیۂ سرمدی مسمّی شیخ رکن الدین الوری بشوق و رغبت خود رجوع بفقیر آوردہ داخل طریقہ انیقہ علیہ نقشبندیہ شد و نام

پنج سال مجاہدہ و ریاضات کشیدہ درین ضمن نسبت قلبیہ و لطائف ستہ باحسن وجہ نصیب او گردیدہ حتیٰ کہ بجذبہ این طریقہ بمقام صحو و سکر رسیدہ بفنا و بقا واصل گردید و تصرف قویہ این قدر حاصل گشتہ کہ در صحبت او ہر کہ آمد ہدایت ابدی آمدہ و بسا ہدایت یافتند ناچار او را بنظر انتشار فیضان محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام برائے ہدایت طالبین اجازت دادہ شد تا بحسن تمام بران تصرف نزد بندہ تا بوسیلہ خداتعالیٰ رسانیدہ و ثواب عظیم و اجر فخیم حاصل کنندہ بمنہ و فضلہ تعالیٰ و وصیت کردہ میشود بحسن سعی بطالبین خدا و محبت با فقرا و آنسیت و شفقت با غربا و تنفر بصحبت اغنیاء و اہل دنیا و اتفاق و محبت با یاران طریقت و اتحاد و صحبت با اہل طریقت حقیقت وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم فقط تحریر فی التاریخ دہم جمادی الثانی ۱۳۰۹ھ ہجرۃ النبویہ المقدسہ،

ترجمہ و تلخیص فقیر رحیم بخش ملقب بمحمد مسعود نقشبندی دہلوی کہتا ہے کہ جذبہ الٰہی اور داعیہ سرمدی کے ساتھ شیخ محمد رکن الدین الوری نے اپنے ذاتی شوق اور رغبت سے فقیر کی طرف رجوع کیا۔ اور پسندیدہ طریقہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور پانچ سال تک مجاہدے[1] اور ریاضات[2] کیے، اس اثنا میں ان کو نسبت[3] قلبیہ اور لطائف ستہ[4] سے

---

[1] نفس کو اس کی صفات سے مجرد کرنے اور اوصاف ذمیمہ کو اوصاف حمیدہ میں تبدیل کرنے کی عملی کوشش اور نفس اور مخالفت ہوا تا کہ نفس پر جو شرعی احکامات شاق ہیں ان کے کرنے پر اس کو مجبور کیا جاسکے۔ اس کو مجاہدہ کہتے ہیں۔ (التعریفات لسید شریف جرجانی ص ۱۸۰۔ سترِ دلبراں، ص ۳۳۱)

[2] تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق اور اوصاف ملکوتی کے حصول میں مشقت کا اٹھانا، اور اغراض شہوانیہ سے اعراض اور طرق ربانیہ کی طرف اقبال اس کا نام "ریاضت" ہے شاعر اس کے متعلق کہتا ہے۔

بے ریاضت نتواں شہرۂ آفاق شدن ۔۔ مہ چو لاغر شود انگشت نما میگردد

(دستور العلماء ج ۲ ص ۱۴۸۔ سترِ دلبراں۔ ص ۲۱۵)

[3] نسبت قلبیہ وہ ملکۂ راسخہ محمودہ ہے جس کو سالک اکتساب سے حاصل کرتا ہے پھر وہ ملکہ (باقی اگلے صفحہ پر)

نقشبندی احمدی
محمد مسعود دہلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی سید الطائفۃ الصوفیۃ الصافیۃ الکرام البررۃ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد پس میگوید فقیر شیخ رحیم بخش ملقب بمحمد مسعود نقشبندی دہلوی عفی عنہ کہ چون
الہی داعیہ سرہند مسمی شیخ رکن الدین آلوری بشوق و رغبت خود رجوع بفقیر آوردہ
داخل طریقہ علیہ نقشبندیہ شد و تا عرصہ پنج سال مجاہدہ و ریاضات کشید در ضمن آن نسبت قلبیہ
ولطایف ستہ با حسن وجہ نصیب او گردید حتی کہ بجذبہ این طریقہ بمقام صحو و سکر رسیدہ بفنا
و بقا واصل گردیدہ و تعرف خیر این قدر حاصل گشتہ کہ در صحبت او ہر کہ آید بہدایت ہدی آید
و بسا ہدایت یافتند ناچار او را بنظر آنکہ انشاء اللہ فیضان محمدی علیہ الصلوۃ والسلام بر ارباب طالبین
اجازت دادہ شد تا کہ سعی تمام بر التصرف و توجہ نمودہ بوصل خدا تعالی برسانند و ثواب عظیم و اجر جسیم حاصل کنند
منہ و فضلہ تعالی و وصیت کردہ میشود کہ با طالبین خدا و محبت با فقرا و انسیت و شفقت با غربا
و تنفر بصحبت اغنیا و اہل دنیا و اتفاق و محبت با اہل طریقت اتحاد و صحبت با اہل طریقت و حقیقت و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ
محمد وآلہ واصحابہ وسلم فقط تحریر فی التاریخ ۲۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۹ الہجرۃ النبویۃ المقدس

شاہ رکن الدینؒ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا وہ اجازت نامہ جس کو آپ کے مرشد شاہ محمد مسعودؒ نے آپکی خوشنویسی کے باعث آپ ہی کے ہاتھ سے لکھوا کر آپ کو عطا فرمایا۔

باحسن وجہ حصہ ملا۔ یہاں تک کہ اس طریقہ میں ان کو ایسا جذب حاصل ہوا کہ مقام صحو[1] و سکر[2] پر پہنچ گئے، اور مقام فنا و بقا[3][4] سے واصل ہو گئے، اور تصرف تو یہ اس قدر حاصل ہوا کہ ان کی صحبت میں

(بقیہ صفحہ ۶۴) اس کی روح کو جمیع جہات سے احاطہ کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی صفت لازمی بن جاتا ہے اور اس کا مرنا جینا پھر اس ہی پر واقع ہوتا ہے۔ (سِرِ دلبراں ص ۲۵۴)

[2] لطائف ستہ: یہ جسم انسانی میں چھ ایسے مواضع ہیں جن پر فیوض اور انوار و برکاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے وہ چھ لطائف یہ ہیں: قلب[1]، روح[2]، نفس[3]، سِر[4]، خفی[5]، اخفی[6]۔ امام ربانی مجددِ الف ثانیؒ کے نزدیک انسان کا وجود مرکب ہے دو عالم کے اجزا سے (یعنی عالم خلق اور عالم امر) جسم انسانی جو ظاہر ہے وہ تو مرکب ہے عالمِ خلق کے اجزا یعنی "اربعہ عناصر" اور "نفس" سے اور باطن اس کا مرکب ہے "عالم امر" کے ان پانچ لطائف سے قلب[1]، روح[2]، سِر[3]، خفی[4]، اخفی[5]۔ یہ جسم انسان کے سینہ کے اندر ان لطائفِ عالم امر کے مختلف مقامات ہیں اور یہ لطائف مختلف انوار سے منور اور مختلف انبیاء کے زیرِ قدم ہیں۔ (ضمیمہ آداب سالکین ص ۱۱، سرِ دلبراں ص ۲۲۶)

[1] صحو کے معنیٰ ہیں ایک عارف کا غیب اور زوالِ احساس کے بعد احساس کی طرف لوٹنا، گویا اس مقام میں انسان تکلیف دہ اور آرام دہ اشیاء میں تمیز کر کے تکلیف دہ امور کا انتخاب کرتا ہے اور پھر اس میں موافقتِ حق کے باعث لذت حاصل کرتا ہے چنانچہ بعض کبار صوفیہ کا مقولہ ہے

"لَوْ قَطَعَنِي الْبَلَاءُ اِرْبًا اِرْبًا، مَا ازْدَدْتُ لَكَ اِلَّا حُبًّا حُبًّا"

(التعرف لمذہب اہل التصوف، ص ۱۱۷۔ سرِ دلبراں ۲۶۶)

[2] سُکر نام ہے اس حیرت و بے خودی، مدہوشی و تعطلِ عقل کا، جو مشاہدۂ جمالِ معشوق کا نتیجہ ہو، اس میں غلباتِ وجدِ حق کے باعث عارف کی نظر سے مَا یُؤلِمُ اور مَا یَلَذُّ کی تمیز اُٹھ جاتی ہے ؎

قد استولیٰ علیٰ قلبی هواك — وما لی فی فؤادی من سواك
فلم قطعتنی فی الحب اربًا! — لما حق الفؤاد الیٰ سواك

(التعرف ص ۱۱۶، سرِ دلبراں ص ۲۲۱)

[3] و فَنَاءٌ هُوَ الْغَيْبَةُ عَنِ الْأَشْيَاءِ رَأْسًا كَمَا كَانَ فَنَاءُ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ۔ یعنی فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں کہ ذاتِ احدیت اس در سے (باقی اگلے صفحہ پر)

جو آیا اس کو ابدی ہدایت مل گئی، اور بہت سے لوگوں نے ان کی صحبت میں ہدایت پائی، لہٰذا دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشاعت کی خاطر طالبین کی ہدایت کے لیے ان کو اجازت دی گئی تاکہ پوری سعی و کوشش کے ساتھ انہیں تصرف و توجہ کر کے ان کو خُدا سے ملا دیں اور خدا کے فضل و کرم سے ثوابِ عظیم اور اجرِ فخیم حاصل کریں۔ وصیت کی جاتی ہے کہ طالبینِ خدا کی طرف خصوصی توجہ اور سعی کی جائے، فقرا[لے] کے ساتھ محبت، غربا کے ساتھ اُنسیت و شفقت، صحبتِ اغنیا اور اہلِ دُنیا سے نفرت، یارانِ طریقت کے ساتھ اتفاق و محبت اور اہلِ طریقت و حقیقت کے ساتھ صحبت رکھیں اور ان کے ساتھ ایک ہو کر رہیں۔ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم۔

(بقیہ صفحہ ۶۵) استغراق ہو کر اپنا بھی ہوش نہ رہے، ایک عالم بے خودی ہو جس میں اپنی خودی کا بھی ہوش نہ رہے،

ہستی من رفت و خیالش بماند
ایں کہ تو بینی نہ منم بلکہ اوست (امیر خسرو)

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلیِ رب کے وقت بے خودی و بے ہوشی میں "مقامِ فنا" حاصل ہوا، اور اگر اس ہوش نہ رہنے کا بھی ہوش نہ رہے تو اس کو "فنا الفنا" کہتے ہیں۔ فنا کی تین قسمیں ہیں: فنائے افعالی، فنائے صفاتی اور فنائے ذاتی۔ (التعرف: ص: ۱۲۵، بستہ دلبراں، ص ۲۱۳)

ٹ ابقا، رویۃ العبد قیام اللہ علیٰ کلِ شئ، یعنی اس حقیقت کا انکشاف کہ خلق حق سے قائم ہے۔ اس مقام پر حق کا جمیع موجودات میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور بالکلیہ حق میں استہلاک ہو جاتا ہے اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ ہوتا ہے، اس مقام کو اصطلاحِ تصوف میں جمع الجمع، فرق بعد الجمع، فرقِ ثانی اور صحو بعد المحو سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے، سلوک میں سے اس سے برتر کوئی مقام نہیں۔
(التعریفات لسید شریف جرجانی، ص ۲۲۶، بستہ دلبراں: ص ۲۰۱/۱۴۷)

لے: فقرا سے وہ خدا کے مقبول بندے مراد ہیں جو سوائے خدا کے کسی کے محتاج نہیں، اور بعض صوفیا کے نزدیک وہ ہیں جن کو خدا کی بھی احتیاج نہیں اس لیے کہ احتیاج "ایک صفت ہے جو وجود" اور ہونے پر دلالت کرتی ہے جبکہ فقرا تو بحرِ ہستی میں غوطے لگاتے ہیں اور اپنی ہستی سے بھی گزر جاتے ہیں، جب ہستی ہی نہ رہی تو احتیاج کیسی، اسی لیے کہا گیا ہے

وَاِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه، فقرِ حقیقی یہی ہے۔

Marfat.com

اللہ اللہ! کیا شان ہے کہ اپنے وقت کا قطب اس کے تکمیلِ معرفت کی گواہی دے رہا ہے۔ اور یہ کہہ کر اس کی عظمت کو آشکارا کر رہا ہے کہ "ان کی صحبت میں جو آیا اس کو ہدایت ابدی مل گئی۔" یہ وہ حقیقت ہے جس کا اقرار دوست اور دشمن سب کیا کرتے تھے۔ حضرت کے ایک مخلص حکیم محمود صاحب نے حضرت کے وصال کے بعد آپ کے فراق میں ایک طویل مرثیہ لکھا جس کے یہ دو شعر موقعہ کی مناسبت سے پیش ہیں۔

خُلقِ وافر نے رقیبوں کو بھی مہمان کیا — ڈال دی جس پر نظر صاحبِ ایمان کیا
زندگی بھر یہی ہر لحظہ ہر آن کیا — اس کو مومن کیا اور اس کو مُسلمان کیا

اور مرشد کے نصائح یعنی "محبتِ فقراء، تنفرِ اہلِ دُنیا، صُحبتِ اصفیاء" وغیرہ پر حضرت نے کس شان سے عمل کیا، اس کا بیان انشاء اللہ حضرت کے اوصاف میں آئندہ صفحات پر پیش کیا جائے گا۔

عالمِ کیف و مستی

"میکدۂ مسعودی" میں پہنچنے کے بعد چشمِ ساقی نے ایسا مست کیا کہ اپنے تن من کا بھی ہوش نہ رہا، معرفت وحقیقت کے وہ بے خود کر دینے والے جام پیئے جس نے از خود رفتہ کر دیا۔ محبوب کی جلوہ طرازیوں نے ایسا مدہوش کیا کہ سوائے "عالمِ حُسنِ ازل" کے کسی عالم کی خبر نہ رہی ؎

عالم سے بے خبر بھی ہوں عالم میں بھی ہُوں!
ساقی نے اس مقام کو آسان بنا دیا

چنانچہ ایک وہ وقت آیا کہ جب نہ ہوش اکل وشرب تھا نہ احساس حزن وطرب نہ ذکرِ اہل و عیال تھا نہ فکرِ جاہ و مال، نہ خیالِ طورِ سینا تھا نہ شوقِ جام و مینا، نہ کسی کا ہوش تھا نہ فکرِ دوش، نہ وہ بزم آرائیاں تھیں اور نہ ہی نوا سنجیاں" ایک "سکوتِ پیہم تھا اور ایک مسلسل خاموشی جو ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی، ایک عالمِ کیف و مستی تھا اور عالمِ جذب و بے خودی، جس کا سلسلہ منقطع ہی نہ ہوتا تھا، ایک کیفِ دیدار تھا اور لذتِ قربِ یار جس سے ایک آن صرفِ نظر کو جی نہ چاہتا تھا، ایک گریۂ پیہم کی لذتیں تھیں اور آہ و نغاں کی سرمستیاں، جن کے چھوٹنے کو طبیعت نہ چاہتی تھی،

اللہ! شب کے گریۂ پیہم کی لذتیں
تارے تمام ٹوٹ کے دامن میں آ گئے

Marfat.com

اس عالمِ کیف و مستی میں گریہ و بکا کی یہ تاثیر تھی کہ بعض دفعہ سننے والوں کو اس دردبھری آواز کی تاب نہ ہوتی تھی، اس رونے والے کی آواز کو سن کر دل تڑپ جایا کرتے تھے اور اس عالمِ بے قراری کو دیکھ کر دیکھنے والوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔

آج اس بزم میں طوفان اٹھا کے اٹھے
یاں تلک روتے کہ اس کو بھی رلا کے اٹھے

"جذب و کشف" کا یہ عالم تھا کہ دور دور تک کے لوگوں کے راز اور ان کے گھر کے پوشیدہ احوال کو بیان کر دیا کرتے تھے۔ جب معلوم کیا جاتا تو وہ باتیں حرف بحرف صحیح نکلتی تھیں۔

"بے خودی و مدہوشی" کا یہ عالم تھا کہ تمام تمام دن اور تمام تمام رات "مراقبہ" میں گزر جاتی تھی، صبح بیٹھے تو ایک ہی نشست پر شام ہو جاتی تھی، شام کو بیٹھے تو استغراق میں صبح ہو جاتی تھی، چنانچہ آپ خود فرماتے تھے کہ "اس زمانہ میں ہمارا یہ حال تھا کہ عشاء کی نماز پڑھ کے ہم مراقبہ میں مصروف ہو جاتے تھے، جب صبح کی اذان کی آواز آتی تھی تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ دوسری مسجد سے اذانِ عشاء ہی کی آواز ہے، کیونکہ اتنی جلدی فجر تو ہو نہیں سکتی۔"

اللہ اکبر دیدارِ جمالِ یار میں کیا استغراق تھا، اور اس عالمِ بے خودی میں کیا لذتیں تھیں کہ اتنا لمبا وقت ان تجلیات کے مشاہدہ میں محو ہو کر ایک لمحہ کی طرح گزر گیا۔ شاید یہ شاعر بھی اسی لیے کہہ رہا ہے ؎

بڑے مزے سے گزرتی ہے بیخودی میں امیر
وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہوں میں

اس موقعہ پر پیشوائے عارفین صاحب مصباح السالکین نے خوب نکتہ بیان فرمایا کہ "اس درجہ مراقبہ بغیر جذب جمالِ محبوب ممکن نہیں، اگر خلوتوں میں ان کا محبوب حقیقی نہ ہوتا تو وحشت کے سوا کیا تھا۔ یہ استغراق یافت محبوب کو بتلا رہا ہے جس کے مشاہدہ میں ماسوا سے بے خبری ہے۔ اسی لیے پیر کرتے ہیں کہ السیا وقت انہی کے طفیل میں ملتا ہے جو پر تر ہے۔

لی مع اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ" کا

لہ محمد محمود شاہ: مصباح السالکین ص: ۵

بیشک بالکل بجا فرمایا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ چند منٹ کے لیے آنکھ بند کر کے بیٹھنا ہمیں دوبھر ہوجاتا ہے، یادِ خدا اور ذکرِ الٰہی میں چند لمحے گزارنا ہمارے لیے جُوئے شیر لانے کے مترادف بن گیا ہے۔ ایک یہ خدا کے مقبول بندے ہیں کہ جب بیٹھتے ہیں تو اُٹھنے کا ہوش نہیں رہتا، صحیح کہا غالب نے ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ

"کچھ" تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اور وہ "کچھ" سوائے "حُسنِ یار"، "جلوۂ دلدار" اور "کیفِ دیدار" کے اور کیا ہوسکتا ہے پھر اس "عالمِ محویت" میں کھانے پینے کا کسے ہوش رہ سکتا ہے، چنانچہ اس زمانہ میں آپ کی اس طرف بھی بہت کم توجہ تھی، اور جب لوگ آپ کی اس کھانے سے بے رغبتی، اور کئی کئی دن کے فاقہ کے باعث ضعف و ناتوانی کو دیکھ کر کھلانے کے لیے مصر ہوتے تو آپ ان کی تسلی کے لیے کھانا تو اُن سے لے لیتے لیکن اپنے حجرہ میں اس کو لے جا کر رکھ دیتے جب کوئی فقیر آتا تو پچھلی کھڑکی سے وہ کھانا اس کو دے دیا کرتے تھے اور کیوں نہ ہو، جس کو اس قربِ حقیقی، دیدارِ الٰہی، اور غذائے روحانی کا مزہ آجائے پھر اس کے سامنے ان لذاتِ دُنیوی کی کیا حیثیت ؟

میوۂ باغِ بہشت بلکہ ازاں نیز بہ

سیب زنخدان تست متعنا اللّٰہ بہ (جامیؔ)

عُزلت نشینی

جب خدائے قدوس کسی کو کوئی اہم "منصبِ ہدایت" سونپنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے "خلوت و عُزلت" میں بلا کر اس کی تربیت فرماتا ہے۔ اس کے دل میں "عزلت نشینی" کی محبت ڈال دی جاتی ہے، چنانچہ وہ کسی کنجِ تنہائی میں بیٹھ کر بلاواسطہ عالمِ غیب سے علومِ لُدنیہ کو حاصل کرتا ہے۔ رموزِ ہدایت سے آشنا ہوتا ہے معارفِ ربانیہ سے واقف ہوتا ہے، اس روحانی تکمیل اور ہدایت کے لیے اس عظیم صلاحیت کی تحصیل کے بعد اب وہ مخلوق کی طرف رجوع کرتا ہے اور پھر بندگانِ خدا کو خدا سے واصل کرتا چلا جاتا ہے، افضل الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کا یہ پہلو اس دعوے کی واضح دلیل ہے

Marfat.com

کتبِ حدیث میں وارد ہے کہ "حُبِّبَ الیہ الخلاء" یعنی منصبِ نبوت پر فائز ہونے سے پیشتر آپ کے دل میں "خلوت گزینی" کی محبت ڈال دی گئی، چنانچہ آپ پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس پرے ایک سنسان مقام "کوہ حرا" کے ایک غار میں جس کا طول ۴ گز، عرض پونے دو گز تھا، خلوت گزیں ہو جایا کرتے تھے۔

گھر بنایا ہے سکوتِ دامنِ کہسار میں
آہ! یہ لذت کہاں موسیقیِ گفتار میں

اور جب تک وہ پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتا تھا آپ وہاں سے واپس تشریف نہیں لاتے تھے، آخیر جب اس بارِ عظیم کو برداشت کرنے کے لیے استعداد تام ہو گئی تو عبداللہ کے اس دُرِ یتیم اور آمنہ کے لال کو اس ہی کنجِ عزلت میں منصبِ نبوت سے سرفراز کر کے خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے واپس مخلوق کی طرف بھیج دیا گیا ...... —— اس ہی طرح چونکہ سرزمینِ ہند کے اس "مہتاب" سے فضائے کفر و شرک کی ظلمتوں میں نورِ توحید سے اُجالا کرانا مقصود تھا، اور ہزاروں آوارگانِ بادیۂ ضلالت کو راہِ ہدایت پر گامزن کرانے کا اہم کام لینا تھا اس لیے "حُبِّبَ اِلَیْہِ الخَلَاء" کے بموجب اس کے دل میں بھی پہلے خلوت و عزلت نشینی کی محبت ڈال دی گئی۔

طعنہ زن ہے تو کہ شیدا کنجِ عزلت کا ہوں میں
دیکھ اے غافل! پیامی بزمِ قدرت کا ہوں میں

چنانچہ "الور" میں "مسجد ڈھکپوری" کے نام سے شہنشاہ ہمایوں کے زمانہ کی ایک قدیم اور بوسیدہ مسجد جو برسوں سے ویران پڑی تھی، آپ نے اس کو آباد کیا اور اس میں ایک حجرہ تعمیر کرا کے اس کو اپنے گوشۂ عزلت کے لیے منتخب کیا اور وہیں گوشہ نشین ہو گئے، پھر تو یہ کیفیت تھی کہ "یادِ مولیٰ اور ذکرِ خدا" میں ایسا "استغراق اور ایسی محویت ہوتی تھی کہ اس خلوت و تنہائی کو چھوڑ کر پندرہ پندرہ، اور بیس بیس روز تک گھر کی رونقوں اور محفل کی رعنائیوں کی طرف رُخ نہ فرماتے تھے اور کیوں نہ ہو جب اس خلوت میں دوست اور یار کی انجمن آرائیاں ہوں تو پھر محفلِ اغیار کی رعنائیاں کب قابلِ التفات ہو سکتی ہیں۔

Marfat.com

دِل میں ہو یادتیری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

الغرض قدرت کی طرف سے ہدایت کے اسرار و رموز جب سکھا دیئے گئے، طریقۂ رُشد و تعلیم جب القا کر دیا گیا، سینہ مبارک کو فیضانِ ولایت کے برداشت کرنے کے لیے جب پوری طرح لائق بنا دیا گیا، تو اب اِس "کورس کی تکمیل" کے بعد بتدریج عزلت نشینی کی رغبت، اور مخلوق سے انقطاع کے رجحان، ترکِ اکل و شرب، عالمِ کیف و مستی اور اس ہی جیسی دوسری عادتوں میں کمی پیدا ہو گئی، یہاں تک کہ پوری طرح مستعد کر کے مخلوق کی اصلاح و ہدایت کے لیے ان کی طرف متوجہ کیا اور پھر رشد و ہدایت کا وہ کام لیا گیا کہ "تاریخِ اسلام" میں جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا انشاء اللہ اس کی معمولی سی ایک جھلک آئندہ صفحات پر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے گی۔

نوازشاتِ سُلطان الہندؒ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت تو اعلیحضرت محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہو گئی، لیکن اس مردِ درویش کی وسعتِ ظرف کے مطابق قدرت کو ابھی بہت کچھ عطاء کرنا منظور تھا، چنانچہ مبدا رفیاض سے درِ معرفت کے اس سائل کے لیے عطاء و بخشش کے دروازے اس طرح کھولے جاتے ہیں کہ ایک شب جبکہ حضرت صاحب اس ہی مسجد ڈھکپوری کے گوشۂ عزلت میں "محوِ مراقبہ" ہیں کہ قطب سماتے عرفاں خواجۂ خواجگان، سرحلقۂ سلسلہ عالیہ چشتیہ، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک اس ہی عالمِ محویت میں زیارت نصیب ہوتی ہے اور آپ اجمیر شریف حاضر ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے سُلطان الہند کی! کہ اپنی سلطنت میں جہاں کہیں کسی قدر شناس اور قابلِ استعداد جوہر کو دیکھتے ہیں وہیں شب کی تنہائیوں میں اس کے پاس پہنچتے ہیں پھر اپنے پاس بُلاتے ہیں اور بُلا کر پھر عنایتوں اور نوازشوں سے مالا مال کرتے ہیں ——— حضرت فرماتے تھے جوں ہی ہمیں اشارۂ طلبی ملا ہم بے چین و بے قرار ہو کر اس ہی وقت اسٹیشن کی طرف چل دیئے، کیونکہ شوقِ وصال میں اس دِلِ ناتواں کو صبح تک انتظار کا یارا نہ تھا، بقول "سُلطان الہند" رحمۃ اللہ علیہ ؎

Marfat.com

معین ار بر زمیں خواہد رساندش !
ندارد سبب تا المحشر کہ ببینم![1]

اتفاقاً ۔ سے گاڑی کے آنے کا بھی وہی وقت تھا، اس ہی وقت ٹکٹ لیا اور فوراً "شہر اجمیر" کی طرف اور روانہ ہو گئے، ادھر حضرت کو صبح جب حجرہ میں نہ پایا تو محبین میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ بے چین ہو کر آپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر نکل کھڑے ہوتے۔ حتیٰ کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے شام ہو گئی۔ لوگوں کا اضطراب بڑھنے لگا کہ ایسے میں حضرت کو واپس تشریف لاتا دیکھ کر دلوں کو قرار آتا چلا گیا۔ دریافت کرنے پر حضرت نے پورا قصہ سنایا اور فرمایا کہ اس بلاوے پر جب ہم خواجہ کی بارگاہ میں پہنچے تو وہ انعام و اکرام کی بارش ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ انوار و تجلیات سے سینہ روشن ہو گیا ہے

ہر تو نور شہود افتاد در قصر وجود
کز شعاعش حجرۂ دل را منور کردہ اند[2]

فرماتے ہیں آخیر میں ایک "اجازت نامہ" جو خطِ نستعلیق میں لکھا ہوا تھا ہماری نگاہوں کے سامنے آیا جس میں ہمیں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اجازت دی گئی تھی اور اس اجازت نامہ کے آخیر میں خود حضرت خواجہ خواجگاں کے دستخط مبارک آبِ زر سے مرقوم تھے، جو شب تاب کی طرح چمک رہے تھے۔ آج بھی اس کی حُسن و دلفریبی یاد آجاتی ہے تو روح کو مسرور رشاد کام کر جاتی ہے

فرماتے ہیں مزار شریف سے باہر آتے ہی ایک شخص یہ کہ کر طالب بیعت ہوا کہ ابھی حضرت خواجہ کی طرف سے مجھے آپ کے لیے اشارہ ہوا ہے

سبحان اللہ! کتنا پختہ کام ہے۔ کہ اجازت بھی دی جا رہی ہے اور پھر بیعت کے لیے آدمی بھیج کر اس کا آغاز بھی وہیں کرایا جا رہا ہے ——— لیکن چونکہ عالم شہادت میں اس کا ظہور نہیں تھا اس لیے حضرت نے احتیاط فرماتے ہوئے ان صاحب کو بیعت نہیں کیا۔

---

[1] سراج حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ ص: ۵۵

[2] ایضاً ص ۲۳

Marfat.com

الغرض اس مردِ کامل کو بارگاہِ معینی اور دربارِ اجمیری سے "بادۂ جاں بخش" کے وہ جرعہائے شیریں ملے کہ اگر اس کے چند قطرے خاک پر ڈال دیے جاتے تو مردوں کو زندگی ملتی چلی جاتی اور شورِ ہائے ہو سے ایک حشر برپا ہو جاتا۔

جرعہ زیں بادۂ جاں بخش اگر ریزی بخاک
ہائے ہوئے عشق برخیزد ز اموات قبور[1]

شوقِ کوئے دوست

محبوب سے دوری اور دوست کا فراق بھی عجیب چیز ہے، جب کسی کی محبت دِل میں بس جاتی ہے تو پھر اس محبوب کا فراق عاشق کو ہر وقت بے چین و مضطرب رکھتا ہے، یہ آتشِ ہجر اسے کسی گل چین نہیں لینے دیتی اسے جلا جلا کر سوختہ جان اور گھلا گھلا کر نیم جاں کر دیتی ہے، بقول حافظ شیرازی ؎

تنم از واسطہ دوریٔ دلبر بگداخت
جانم از آتشِ ہجر رُخِ جانانہ بسوخت!

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مقامِ محبت میں قدم رکھنے کے بعد اس ہی منزل پر پہنچ گئے جہاں "فراقِ محبوب" ایک عاشقِ سوختہ جاں کے لیے برداشت سے باہر ہوتا ہے "حرمین شریفین" کی یاد رہ رہ کر دِل میں اُٹھتی اور بے چین و بے قرار کر جاتی تھی، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر درِ محبوب پر جبینِ نیاز کو جھکا دینے کا شوق اور ولولہ رہ رہ کر دِل میں چٹکیاں لیتا اور ایک لذت آمیز درد سے دِل کو معمور کر جاتا تھا، دیارِ حرم کی خاک بوسی کی آرزوئیں دِل میں مچل مچل کر ایک طوفان برپا کر دیتی تھیں۔ "فراقِ دوست" میں کرب و الم اور حزن و غم کا یہ عالم تھا کہ تمام رات آہ و بکا اور گریہ و زاری میں گزر جاتی تھی، کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ جب میں لب پہ آہیں، زبان پہ التجائیں اور آنکھوں سے آنسو رواں نہ ہوتے ہوں، ایک روز صبح جب مسجد سے مکان پر تشریف لائے تو آنکھیں متورم اور سوجھی ہوئی تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آج کی رات "دردِ ہجر" میں تڑپ تڑپ کر اور رو رو کر گزاری ہے ؎

---

[1] دیوانِ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۹

Marfat.com

فانی کو یا جنوں ہے یا تیری آرزو ہے
کل نام لے کے تیرا دیوانہ وار رویا

حضرت کو بڑے بڑے عمدہ سے عمدہ کلام یاد تھے، چنانچہ شعرائے وقت کے دلگداز فراقیہ اشعار اس زمانہ میں اکثر آپ کی زبان پہ ہوتے تھے جن سے "آتشِ فراق تیز تر گردد" کے مصداق ہوجایا کرتی تھی۔ اور پھر دلدوز لہجہ میں ان کا پڑھنا تو اور بھی بیقراری کا باعث ہوجاتا تھا، چنانچہ ایک روز فائز کی یہ نعت وفورِ شوق میں گنگنا کر لکھ رہے تھے جو بعد میں آپ کے حجرہ سے ملی:

آں بخت کو کہ طواف درِ مصطفےٰ کنم | نظارہ تجلّی نورِ خدا کنم
کحل الجواھر است غبار درِ نبی | خاکم بچشم گر ہوس طوطیا کنم
شاہا ز لطف بخواں سوئے خود مرا | تا از وطن بر آمدہ قصد جلا کنم
بر درگہ کہ مرجع ارباب حاجت است | بنشستہ چوں گدا لب امید وا کنم
دردت دوائے دردِ دلِ زارِ من شدہ است | دردت فزوں شود چوں فکر دوا کنم
فائز خراب و خستہ شدم در بدر لیے | اکنوں بدرگہ شہ کونین جا کنم

الغرض جوں جوں دن گزر رہے تھے، یہ "دردِ مہجوری" بڑھتا جارہا تھا، اور مختلف حالتیں اور بےچین کیفیتیں اس "غمِ پنہاں" کے راز کو آشکارا کیے دے رہی تھیں ؎

کبھی حیرت کبھی مستی کبھی آہِ سحرگاہی
بدلتا ہے ہزاروں رنگ میرا "دردِ مہجوری"

حضرت شاعر نہ تھے، نہ کبھی کوئی شعر فرمایا، لیکن یہ کس غضب کی بیکلی اور لگن اور کس پایہ کی سوزش و جلن تھی جس نے اظہارِ تمنا کے لیے ان بےتابانہ کیفیتوں کو موزوں الفاظ کے سانچہ میں ڈھال دیا اور بےساختہ دِل کی گہرائیوں سے نکل کر یہ نالہ موزوں یوں لب پہ آگئے کہ:

؎ "لو خبر جلد یا نبی دِل کی | کس پہ ظاہر کروں لگی دِل کی
کوئی بھی دِل لگی نہیں دِل کی | کس طرح سے بجھے لگی دِل کی
کیا سبب ہے، بلا سبب تو نہیں | آج جو بھڑکی ہے دبی دِل کی

Marfat.com

کوئی تو پوچھے کیوں گئی کمُہلا　　کل تو اچھی تھی یہ کلی دل کی
کچھ تو بہرِ خدا دوا کیجئے　　حد سے زیادہ ہے بیکلی دل کی
جلد منظورؔ کو بلا لیجئے　　جب ہی جائے گی بے کلی دل کی"

حصُولِ مرام بوصولِ مسجدِ حرام

دِلِ حزیں سے نکلی ہوئی اور درد و غم میں ڈوبی ہوئی یہ صدا عرش پہ پہنچی اور بارگاہ مستجاب الدعوات میں شرفِ قبولیت سے ہمکنار ہوتی چلی گئی اور کیوں نہ ہو جس کا تخلص ہی "منظور" ہو، جو خود "منظور رحمۃ للعالمین" ہو پھر بھلا اس بارگاہ میں اس کی بے قرار التجائیں کیوں نہ "منظور" ہوتیں
چنانچہ وہ ساعت ہمایوں آپہنچی جس کے لیے جسم کا رواں رواں یوں مجسم سوال بنا ہوا تھا کہ ؎

زمانِ ہجر مٹے دورِ وصلِ یار آئے
الٰہی اب تو خزاں جائے اور بہار آئے

زمانِ ہجر مٹا، دورِ وصلِ یار آیا، خزاں نے منہ موڑا اور موسمِ بہار آیا، کیا کیفیت بیان کی جائے اس "لذتِ وصال" اور موسمِ بہار کی جب خانہ کعبہ کے دلکش نظارے قلب و دید سے بغلگیر ہو رہے تھے، اور حرمِ پاک کی فضائیں جھوم جھوم کر گلے مِل رہی تھیں اِدھر عاشق کی بیتاب تمنائیں سجدوں کے نذرانے پیش کر رہی تھیں تو اُدھر انوارِ رحمت کی گھٹائیں اسے اپنے آغوش میں لے رہی تھیں۔

غرض "وصالِ یار" اور دیدِ تجلیات و انوار" کے مزے لوٹے اور خوب لوٹے "آبِ دید" سے اس جگر تشنہ لب کو سیراب کیا اور خوب سیراب کیا، استارِ کعبہ سے لپٹ لپٹ کے روئے اور رو رو کے دِل کی تڑپتی آرزو دل اور قلب کی مچلتی امنگوں کو خوب پورا کیا ؎

وہ رو کے تیرا بدم دامن سے لپٹ جانا!
اور ان کا یہ فرمانا، دیوانہ کو کیا کہیئے!

نہ جانے اس "وصل و وصال" کی خوشی میں حرمِ کعبہ سے اس عشق کے دیوانہ اور محبت کے فرزانے کو کیا مِلا، شاید الفاظ و حروف کی تنگ دامنی اس کے بیان سے مانع ہوتی ہو۔ ہاں

Marfat.com

صرف دو عنایتیں ایسی تھیں جن کے بیان کے لیے الفاظ و حروف متحمل ہو سکے چنانچہ ان کا ذکر خود حضرت نے اپنے احباب سے فرمایا ——— ایک عنایت تو یہ ہوئی کہ ایک روز خانۂ کعبہ کا غلاف تبدیل کیا جا رہا تھا، حضرت وہیں کھڑے محو دید تھے کہ یکدم زور سے ہوا چلی اچانک ایک جھوکے سے وہ غلافِ کعبہ حضرت کے اوپر آگیا، اور حضرت کو اپنے آغوش میں لے لیا۔

شب کو پہلو میں جو وہ ماہ سیہ پوش آیا
ہوش کو اتنی خبر ہے کہ نہ پھر ہوش آیا

حضرت فرماتے تھے کہ اس میں مستور ہو کر ہم پر وہ بے خودی طاری ہوئی کہ ہمیں اپنا بھی ہوش نہ رہا اس قدر الوار و تجلیات کا نزول ہوا کہ ہم مست و بے خود ہو گئے۔ اور پھر کعبہ معظم کی بے نقاب تجلیات کے مشاہدہ میں ایسا استغراق ہوا کہ دُنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

صاحب مصباح السالکین حضرت شاہ معرفت پناہ محمد محمود صاحب مدظلہ العالی نے اس مقام پر بڑا پیارا نکتہ بیان فرمایا کہ:

"حضرت پر غلاف کا آنا اس میں مستور ہو کر جو حالت طاری ہوئی ہے، گھنٹوں اس میں بے خبر رہنا گویا بے حجاب حضرت کے لائق تجلیات کا مکاشفہ اور اس میں استغراق ہی نہیں بلکہ "اولیائی تحتَ قبائی" کا مصداق حضرت کو دکھلا کر اپنی نظرِ کرم خصوصی کا اظہار فرمانا ہے، گویا اس وقت یہ مصرعہ صادق تھا:"

ع "نقاب چہرہ ندارد نگارِ دلکشِ ما" [1]

سبحان اللہ! "اَولِیَائِی تَحتَ قَبَائِی" یعنی اللہ فرماتا ہے کہ میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں"، اس حدیثِ قدسی کو حضرت نے کتنے پیارے اور مناسب موقعہ پر چسپاں فرمایا ہے، معلوم ہوتا ہے گویا یہ حدیث اس ہی موقعہ کے لیے فرمائی گئی ہے:

---

[1] محمد محمود شاہ: مصباح السالکین۔ ص: ۱۱

Marfat.com

اس خاص عنایت کے علاوہ ایک اور عنایت عظمیٰ سے بھی نوازا گیا۔ اس کا مفصل بیان انشاء اللہ چند صفحات کے بعد آئے گا۔

غلام بیقرار بحضور سید الابرار

ذرا سنو تو یہ کس جدائیگی کے مارے اور فرقت زدہ کی درد بھری فریاد ہے کہ جس کو سُن کر دھرتی کا کلیجہ شق ہوا جاتا ہے۔ بارگاہِ رب العزت میں کون یہ درد انگیز اور رقت آمیز التجائیں کر رہا ہے کہ "اے خدا وہ دن کب آئے گا جب میرا رُخ میرے محبوب کے شہر "بطحا کی طرف ہوگا۔ اے پروردگار! میری اس شام فراق کی وہ صبح کب طلوع ہوگی جب "مدینۃ الرسول کی فضاؤں میں میرا بسیرا ہوگا۔ یارب وہ گھڑی کب آئے گی جب دیارِ حبیب کی نسیم جانفزا سے پژمردہ گل کھلے گی۔

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یارسول اللہ
دلم پژمردہ آوارہ زعصیاں یارسول اللہ

یہ اسی عاشق صادق کی آواز ہے جو شوق لقائے محبوب میں ہندوستان سے چل کر مدینہ پہنچا ہے اور آپ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری کا شوق اسے مضطرب کیے ہوئے ہے اور یہاں "قرب رسول" کے باعث اس کی آتش شوق اور تیز ہوگئی ہے اور اب تو چند لمحے بھی "فراق رسول" میں گزارنا اس کے لیے ایک قیامت بن گیا ہے۔ آخر یہ لمحات بیدلی جیسے تیسے گزرتے ہیں اور دل میں شوق دارماں کا قافلہ لیے یہ خستہ جاں "سوئے جاناں" روانہ ہوجاتا ہے۔ جب صحرائے مدینہ سے گزرتا ہے۔ تو اس صحرا کی خاک کو بوسے دیتا ہے، کبھی سر پر ڈالتا ہے تو کبھی آنکھوں پہ رکھتا ہے، کبھی اس پر اپنے جان و دل کو نثار کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس خاک سے اس کو بوئے محبوب آتی ہے

گر و صحرائے مدینہ بوئے آید یا رسول!
جاں خود من فدائے خاک آں صحرا کنم (جامی)

الغرض عشق و الفت کے تقاضے پورے کرتا ہوا در محبوب پہ پہنچ جاتا ہے۔ بدیدۂ پُر نم اور بدل پُر غم یہ غلام بے قرار بحضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم درود و صلوٰت کے ہدیے پیش

Marfat.com

کرتا ہے، روضہ کی جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی بے قرار تمناؤں کے لیے سامانِ تسکین مہیا کرتا ہے، ترسی ہوئی پیاسی آنکھوں کو روضۂ انور کی "آبِ دید" سے سیراب کرتا ہے، رو رو کے اپنی دُکھ بھری کہانی سُناتا ہے۔ اور اس طرف سے تسلیاں تشفیاں پا کر اپنے دِل کو بہلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب دِل ان طفل تسلیوں میں نہیں آتا تو بے قرار ہو کر اس کے حضور التجا کرتا ہے کہ

توئی تسکینِ دِل آرام جاں صبر و قرارِ من
رُخِ پُر نور بنما بے قرارم یا رسول اللہ

جس کو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اُردو کے سانچے میں یوں ڈھالتے ہیں ؎

پردہ اس چہرۂ انور سے اُٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہِ تاباں ہم کو
یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رُخ اے مہرِ فروزاں ہم کو

پھر بھلا اس دربارِ گہربار میں کس چیز کی کمی ہے، یہاں کے تو گلی کوچوں میں کونین کی دولتیں لٹتی ہیں ع

دُنیا تیری گلی ہیں عقبیٰ تیری گلی

جو مانگو وہی ملتا ہے، جو آرزو لے کر جاؤ وہی پوری ہوتی ہے اپنے تو اپنے بیگانے بھی یہاں سے دامنِ مراد بھر کے جاتے ہیں ؎

یہ دربارِ محمد ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

پھر اپنوں کی کیوں نہ مرادیں بر آئیں، اور کیوں نہ ان کو مُنہ مانگی ملتی لہٰذا اس مُحب نے بھی جو طلب کیا وہ ہی مِل کر رہا ——— ایک رات مسجدِ نبوی تمام زائرین سے خالی ہو گئی جب کوئی غیر نہ رہا تو اس خلوتکدہ ناز میں "یار" نے بُلا کر اپنے بے پایاں الطاف و کرم سے نوازا، اور اپنے حُسن کے جلوؤں سے اس عاشق کی آنکھ کو خیرہ کر دیا، اپنے "جمالِ بے مثال" کے مشاہدہ سے اس تہی دامن کو بھرپور داماں کر دیا، حضرت فرماتے تھے کہ "جوارِ رسول میں اس

Marfat.com

شب باشی کی لذت، رات کی تنہائی میں محبوب کا قرب اور پھر اس قرب میں آنکھوں کے سامنے اس "صاحب الجمال والکمال" کے حسن کے آنے کے وقت کیا کیفیت مجھ پر گزری یہ بیان سے باہر ہے۔ بس اتنا یاد ہے کہ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا، آنسوؤں کی برسات تھی کہ تھمنے کا نام نہ لیتی تھی، کیوں نہ ہو سے

آنکھوں میں جمال رخ سلطان جہاں ہے

اب دل پہ مجھے گوشہ جنت کا گماں ہے

اِدھر الطاف و کرم کی بارش بھی برابر جاری تھی، اس ہی عالم کیف و مستی میں کملی والے کی طرف سے ایک "کالے رنگ کی خلعت" عطا ہوتی ہے، حضرت فرماتے تھے کہ وہ خلعت ہمیں عالم شہادت میں بھی پہنچا دی گئی اور وہ اس طرح کہ دوسرے ہی روز صبح ایک شخص بعینہ اس ہی رنگ کی "قبا" بیچتا ہوا آیا، ہم نے اس سے فوراً اس کو خرید لیا وہ قبا پھر ہمیشہ آپ کے پاس رہی، اکثر حضرت کو اس ہی میں ملبوس دیکھا گیا، تشنہ کامانِ زلالِ محبت اسے جامہائے شیر و شکر پر ترجیح دیتے ہیں، چہ جائیکہ محبوب محبت بھرے انداز میں اپنے خود ہاتھوں سے اپنی نشانی کے طور پر ایک خلعت عطا کرے تو پھر وہ ایک عاشق کے لیے کیوں نہ حرز جاں اور باعث صد عز و افتخار ہو گی۔

اس کے علاوہ حرمین شریفین میں جن جن کیفیات، مشاہدات، حالات، واقعات، عنایات و نوازشات سے اس مہمان کی میزبانی کی گئی اس کی تفصیلات حضرت اکثر و بیشتر مخلصین کے نام اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا کرتے تھے، لیکن افسوس ۷۱ء کی قیامت صغریٰ میں دیگر جمع شدہ مکتوبات کے ساتھ وہ روحانی اور علمی نامہائے گرامی بھی تلف ہو گئے۔

اشارۂ کعبۃ اللہ وہ تحفہ جو اس بارگاہ لم یزل میں آنے والے خاص خاص اور چیدہ چیدہ افراد کو دیا جاتا ہے، وہ ہدیہ، جو "صاحب خانہ" کی طرف سے کسی کسی مہمان کو عطا کیا جاتا ہے۔ وہ خصوصی نگاہ کرم، جو یہاں آنے والوں میں سے خاص محبوبین پر ڈالی جاتی ہے، وہ وثیقہ محبت جو ہزاروں اور لاکھوں میں سے صرف ایک یا دو محبین ہی کو ان کی معراج محبت کی دلیل کے طور پر دیا جاتا ہے، اس خاص لطف و عنایت اور انعام

Marfat.com

بے غایت سے اس عاشقِ صادق کو بھی سرفراز کیا جاتا ہے۔ ایک خاص ہدیہ اور تحفہ دے کر اس "مہمانِ حرم" سے اپنے خصوصی تعلق کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور ایک اہم "دولتِ عظمیٰ" سے مالا مال کر کے ان کی ولایت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی جاتی ہے۔ یعنی "خانہ کعبہ" سے اشارہ ہوتا ہے اور اپنے ایک مقبول بندے کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، اور اویسیہ کی نسبتوں سے اس قلبِ مہجور کو منور و معمور کر کے اپنے آستاں سے رخصت کر دیا جاتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ خانوادۂ مجددیہ کے چشم و چراغ، صاحبِ کشف و جذب بزرگ، حضرت خواجہ محمد ضیائے معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس ہی سال کابل سے حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت صاحبؒ کو جب معلوم ہوا تو بغرضِ زیارت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ سے اس سے قبل کہیں ملاقات نہ تھی لیکن چشمِ فلک میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ پہلی ملاقات میں حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو دیکھ کر فرمایا کہ "از شما معرفت سابقہ است" "یعنی تم سے ہماری معرفت سابقہ ہے"۔

ہم تمہیں بہت پہلے سے جانتے ہیں یہ فرما کر اپنے پاس بڑی محبت اور شفقت سے بٹھایا پھر جب کبھی حضرت صاحبؒ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اس ہی محبت سے پیش آتے بلکہ اس وقت جتنے حاضرین بیٹھے ہوتے تھے آپ ان سب کو یہ کہہ کر اٹھا دیا کرتے تھے کہ ہمیں مولوی صاحب سے تنہائی میں باتیں کرنی ہیں۔ پھر بہت دیر تک محبت بھری گفتگو فرماتے رہتے۔ حقیقت و طریقت کے رازہائے سربستہ سے پردے اٹھاتے ۔۔۔ اور دل کو علوم و معارف سے بہرہ ور کرتے ۔۔۔۔۔۔ اس ہی طرح یہ سلسلہ کچھ روز تک جاری رہا آخر ایک روز اپنی اس "معرفتِ غائبانہ" اور بے انتہا محبت مشفقانہ کا یہ کہہ کر راز فاش کر ہی دیا کہ،

"مولانا ہمیں خانہ کعبہ سے اشارہ ہوا ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہم آپ کو عطا کریں، لہٰذا ہمارے پاس جو تین نسبتیں ہیں یعنی چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کی وہ آپ کو عطا کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ایک خاص نسبتِ اویسیہ جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مزارِ گہربار پر چلہ کشی کے وقت ہمیں حاصل ہوئی ہے اس سے بھی آپ کو سرفراز کرتے ہیں۔"

Marfat.com

یہ فرما کر خانہ کعبہ کے سامنے چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کی نسبتوں اور خصوصی نسبت اویسیہ سے قلب کو منوّر و مستنیر فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان تینوں سلاسل میں اجازت نامہ تحریر فرما کر حضرت کو عطا کیا، پھر کعبہ معظمہ کے سامنے بہت دیر تک کھڑے رہ کر دُعا فرماتے رہے، سچ کہا غالب نے ؎

بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

جو اجازت نامہ تحریر فرمایا اس کی نقل یہ ہے:

"اللہ"

اجازت نامہ

فرزندِ عزیز الوجود حاجی الحرمین الشریفین شیخ محمد رکن الدین سلمہ ربہٗ را کہ سابق مجاز بطریقہ مبارکہ نقشبندیہ بودند و مستند ایں حقیر عباد اللہ قابلیت ولیاقت بشارۃً الیہ دیدہ دلیشب بحضور خانہ کعبہ شریفہ زاد اللہ شرفاً ایں خیال و توقع یافتہ بدل افتاد بطریقہ نقشبندیہ مجازاً و اویسیہ کہ ایں حقیر است و بطریقہ قادریہ شریف و بطریق چشتیہ مزید اجازت کردم کہ حق تعالیٰ بفضل وکرم بے غایت خود کہ ذالک فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذو الفضل العظیم است فرزند محمد رکن الدین سلمہ ربہٗ و تلامذہ ہا کہ داخل طریق شریف می شوند فیضیاب گردانیدہ بمقاصد خودہا برساناد و بعزۃ ھٰذا البیت المکرمہ زاد اللّٰہُ شرفاً۔

دستخط

حقیر عباد اللہ ضیاء معصوم
از اولاد امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:

"اللہ"

فرزند عزیز الوجود، حاجی الحرمین الشریفین شیخ محمد رکن الدین سلمہ ربہٗ جو کہ طریقہ مبارکہ نقشبندیہ میں سابقہ مجاز تھے اور ہیں۔ اس حقیر عباد اللہ نے ان میں بشارۃً الیہ لیاقت ،

تا دیکھی گذشتہ شب خانہ کعبہ کے حضور ہمارے قلب میں یہ بات آئی کہ طریقہ نقشبندیہ جس کا میں مجاز ہوں، اور نسبت اویسیہ جو اس حقیر کے ساتھ مختص ہے اور طریقہ قادریہ شریفہ اور طریقہ چشتیہ ان میں ان کو مزید اجازت دوں حق تعالیٰ اپنے بے پناہ فضل و کرم سے کہ جو "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم" ہے میرے فرزند محمد رکن الدین سلمہ ربہ کو اور ان کے تلامذہ جو داخل طریقہ ہوں انہیں اس سے فیضیاب کرے اور ان کو ان کے مقاصد تک پہنچائے۔"

سبحان اللہ! ایک کریم کے در سے ان نسبتوں کی دولت عظمیٰ کی عطاء کے بعد تحریری اجازت نامہ ملا تو دوسرے کریم کے در سے "خلعت فاخرانہ" ملی۔ پیران عظام جب کسی کو اجازت دیتے ہیں تو یہی دو چیزیں عطاء کرتے ہیں، تو یہاں بھی ہو سکتا ہے کسی کی نظریں ان ہی چیزوں کو ڈھونڈتیں اور کہیں کوئی یہ نہ کہہ دیتا کہ کامل اجازت نہیں ملی، لہٰذا نسبتوں کے ساتھ ظاہر بین حضرات کے لیے یہ دونوں چیزیں بھی حضرت کو عطاء کر دی گئیں "بیت اللہ" سے تحریری اجازت نامہ عطاء ہوا تو "بیت الرسول" سے خلعت فاخرانہ مرحمت ہوئی ۔

کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے — کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے
بے طلب جو ملا، ملا مجھ کو — بے غرض جو دیا، دیا تو نے (داغ)

سلسلہ طریقت

حضرت ضیاء معصوم رحمۃ اللہ نے حضرت صاحبؒ سے یہ بھی فرمایا کہ تینوں طریقوں میں ہمارا سلسلہ جن واسطوں سے امام ربانی مجدد الف ثانی تک پہنچتا ہے وہ ہم آپ کو لکھ دیتے ہیں، باقی امام ربانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تینوں طریقوں کے پیران عظام مشہور و معروف ہیں وہ آپ خود کتابوں میں دیکھ کر لکھ لیں چنانچہ اس ہی اجازت نامہ کے ذیل میں آپ نے خود اپنے دست مبارک سے ان واسطوں کو تحریر فرمایا جن سے آپ کا سلسلہ تینوں طریقوں میں امام ربانی تک پہنچتا ہے، وہ واسطے یہ ہیں:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ
حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حاجی غلام محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

الله

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تا حضرت شیخ احمد سرهندی رحمه الله

[illegible]

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ اور اویسیہ کا اجازت نامہ
شاہ رکن الدین کو مکہ معظمہ میں حضرت ضیائے معصوم کا عطا کردہ

Marfat.com

حضرت قیوم جہاں حاجی شاہ صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی شاہ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی عطا معصوم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ

شجرہائے طریقت نقشبندیہ، چشتیہ اور قادریہ نسبتوں کا جو فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سینہ بسینہ اس مرد کامل تک پہنچا ان متبرک اسطور کی تفصیل یہ ہے۔

ہر خاندان کا علیحدہ علیحدہ شجرہ مع "وفیات" کے مندرجہ ذیل ہے۔

"شجرۂ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ"

"منظومہ بزبانِ اُردو، مرتبہ مولٰنا ارشاد علی صاحب الورٰی"

بخش دے یارب محمد مصطفٰے[1] کے واسطے

حضرت صدیق[2] اکبر باخدا کے واسطے

خواجہ سلمان[3]، خواجہ قاسم[4]، خواجہ جعفر[5] کے طفیل

رحم فرما بایزید[6] رہنما کے واسطے

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت حضرت عیسٰی علیہ السلام کے چھ سو سال بعد" واقعہ فیل" کے سال میں واقع ہوئی اور ترسٹھ سال کی عمر شریف میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر آپ کا وصال ہوا۔ روضہ اقدس مدینہ منورہ میں ہے۔
[2] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت عام فیل کے دو سال چار ماہ بعد ہوئی اور وفات ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی، مزار جوارِ رسول مدینہ منورہ میں ہے۔ [3] حضرت سلمان فارسی کی وفات ۱۰ رجب ۳۳ھ یا ۳۴ھ کو بعمرہ ۲۵ سال ہوئی مزار شہر مدائن میں ہے [4] حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات ۲۴ ریا ۲۴ جمادی الاولی ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ بعمر ایک سو سال ہوئی مزار مکہ و مدینہ کے درمیان ہے یا شہر مدائن میں ہے۔ [5] حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ولادت ۸ رمضان کو ہوئی اور وفات ۱۰ رجب ۱۴۸ھ بروز پیر بعمرہ ۶۵، ۶۸ سال ہوئی مزار مدینہ منورہ جنت البقیع میں ہے۔ [6] شیخ بایزید بسطامی کی ولادت ۱۳۶ھ میں اور وفات ۱۰ رجب یا ۱۰ شعبان ۲۶۱ھ میں ہے مزار شہر بسطام ملک فارس میں ہے۔

Marfat.com

از پئے محبوبِ سبحاں شاہِ خرقاںؒ بوالحسن
بوعلیؒ و خواجہ یوسفؒ مقتدا کے واسطے
پیرِ برحق عبد خالقؒ خواجہ عارفؒ کے طفیل
خواجہ محمودؒ حبیبِ کبریا کے واسطے
قدوۂ اہلِ صفا خواجہ علیؒ رامیتنی
بابا سماسیؒ، کلالؒ مقتدا کے واسطے

---

۷ خواجہ ابوالحسن خرقانی کی وفات ۱۰ رمضان یا محرم الحرام ۴۲۵ھ شب سہ شنبہ میں بعمر ۷۳ سال ہے۔ مزار خرقان نامی گاؤں میں بسطام کے پہاڑی علاقہ میں ہے۔ ۸ خواجہ بوعلی فارمدی کی ولادت ۴۳۴ھ اور وفات ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ بعمر بعض روایت کے مطابق عمر ۷۰ سال ہے، مزار طوس، عرف مشہد میں ہے۔ ۹ خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کی ولادت ۴۴۰ھ وفات ۲۷ رجب یا صفر المظفر ۵۳۵ھ بعمر ۹۵ سال، مزار مرو ملک فارس میں ہے۔ ۱۰ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں ہے، مزار غجدوان قریہ میں ہے جو بخارا سے تین میل ہے۔ ۱۱ خواجہ محمد عارف ریوگریؒ کی وفات یکم شوال ۶۱۶ھ مزار ریوگر میں ہے جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۲ خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی کی وفات ۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ یا ۷۱۵ھ میں ہے مزار وابکنی میں ہے جو بخارا سے تین فرسنگ پر ہے۔ ۱۳ خواجہ عزیزاں علی رامیتنیؒ کی وفات ۲۸ ذیقعد ۷۱۵ھ یا ۲۷ رمضان ۷۲۱ھ بعمر ۱۳۰ سال ہے مزار خوارزم ملک فارس میں ہے۔ آپ کا مولد رامیتن ہے جو بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۴ حضرت بابا سماسی کی وفات ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ میں ہے مزار طوس کے قریہ سماس میں ہے جو بخارا سے نو میل ہے۔ ۱۵ خواجہ امیر کلال کی وفات ۸ جمادی الاولیٰ یا جمادی الآخر ۷۷۲ھ پنجشنبہ، امیر تیمور صاحبِ قرآن کے عہد میں ہوئی، مزار سوخار نامی گاؤں میں ہے۔ جو سماس سے پانچ منزل پر ہے۔

Marfat.com

فخرِ جملہ خواجگان خواجہ بہاؤ الدین[۱۶] شاہ ع
خواجہ یعقوب[۱۷] امام الاولیاء کے واسطے

حامیِ دینِ متین خواجہ عبید اللہ[۱۸] شاہ
خواجہ زاہد[۱۹] پیرِ برحق پارسا کے واسطے

خواجہ درویش[۲۰] خواجہ امکنگی[۲۱] کے صدقہ میں الٰہ
رحم فرما باقی باللہ[۲۲] باخدا کے واسطے

ابرِ رحمت خواجہ سرہند[۲۳] احمد کے طفیل
خازن الرحمت سعید باصفا کے واسطے

ع مندرجہ بالا شجرہ اور سلوک مسعودی میں جو شجرے مذکور ہیں ان میں خواجہ بہاؤ الدین کے بعد خواجہ علاؤ الدین عطار کا ذکر نہیں جبکہ حضرت صاحبؒ کے زمانہ کا مفصل مطبوعہ شجرہ ہے جس میں خواجہ عطار کا نام ہے آپ کی وفات ۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو ہوئی۔

۱۶ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی ولادت ۷۱۸ھ یا ۷۱۷ھ میں ہوئی آپ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد کمخواب بافی کا کام کرتے تھے اس لیے "نقشبند" مشہور ہوتے بعض کہتے ہیں کہ آپ کے ذکر سے خانقاہ کے ٹھکول پر نام پاک "اللہ" کا نقش ہو گیا اس لیے آپ کو نقشبند کہتے ہیں۔ آپ کی وفات ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ شب پیر امیر تیمور کے عہد میں ۷۴ سال کی عمر میں ہوئی، مزار قصرِ عارفان میں ہے۔ جو بخارا سے تین میل ہے۔ ۱۷ حضرت یعقوب چرخیؒ کی وفات ۵ صفر ۸۵۱ھ ہلفتو نامی ایک گاؤں میں ہوئی جو حصار کا ایک علاقہ ہے۔ آپ کی ولادت چرخ نامی ایک ایک قصبہ میں ہوئی جو غزنی کے علاقہ میں ہے اس ہی لیے آپ کو چرخی کہتے ہیں۔ ۱۸ خواجہ عبید اللہ احرار کی وفات ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو بعمر ۹۰ سال ہوئی مزار شہر سمرقند میں ہے۔ ۱۹ خواجہ زاہد کی وفات یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ میں ہے۔ مزار افغانستان کے علاقہ وخش میں ہے جسے وخشور بھی کہتے ہیں۔ ۲۰ خواجہ محمد درویشؒ کی وفات ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ یا ۹۷۵ھ ہے، مزار اسفراز میں ہے جو کش کے علاقہ میں ہے ۲۱ خواجہ امکنگی کی ولادت ۹۱۸ھ میں اور وفات ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ میں ہے۔ مزار شریف موضع

Marfat.com

خواجہ معصوم[۲۴] اور عبدالاحد[۲۵] محبوبِ حق
شہ حنیف[۲۶] رازداں رازِ خدا کے واسطے

از پئے خواجہ محمد[۲۷] رازداں پیرِ ہُدیٰ
شہ محمد[۲۸] مظہری باصفا کے واسطے

از برائے شہ زماں[۲۹] و حاجی احمد[۳۰] متقی
خواجہ حاجی حسین[۳۱] دلرُبا کے واسطے

از برائے حضرت سید امام[۳۲] باعلی
فضل کر مسعود[۳۳] شاہِ اولیا کے واسطے

اکلنگ میں ہے جو بخارا سے تین میل دُور ہے۔ [۲۲] خواجہ محمد باقی باللہ کی ولادت ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں اور وفات ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ بعمر ۴۰ سال ہے مزار شریف شہر دہلی سے باہر اجمیری دروازہ میں ہے۔

[۲۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی ولادت ۹۷۱ھ میں اور وفات ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ بروز پیر بعمر ۶۳ سال ہے۔ مزار مبارک سرہند مشرقی پنجاب میں ہے۔ [۲۴] عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم کی ولادت ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ میں اور وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ میں ہے۔ مزار گہربار سرہند شریف مشرقی پنجاب میں ہے عمر شریف ۷۲ سال ہے۔ [۲۵] خواجہ عبدالاحد کی وفات ۲۷ یا ۲۸ ذی الحجہ ۱۱۲۷ھ یا ۱۱۴۲ھ ہے، مزار سرہند شریف میں ہے۔ [۲۶] خواجہ محمد حنیف کی وفات یکم صفر المظفر ۱۱۳۳ھ میں ہے مزار کابل کے قریب موضع بامیاں میں ہے۔ [۲۷] خواجہ محمد زکی رازداں کی وفات ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار "انکی لاتقی" میں ہے جو حجازِ مقدس کا علاقہ ہے۔ [۲۸] خواجہ محمد مظہری سندھی کی وفات ۹ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ میں ہے اور مزار مکہ معظمہ میں ہے۔ [۲۹] خواجہ محمد زماں کی وفات ۴ ذیقعد ۱۱۸۸ھ میں ہوئی مزار صوبہ سندھ میں بدین کے علاقہ لواری شریف میں ہے۔

[۳۰] خواجہ احمد متقی کی وفات ۱۶ ذیقعد سنہ ھ میں ہوئی مزار صوبہ سندھ کے شہر ہالہ سے کچھ فاصلہ پر موضع قاضی احمد میں ہے۔ [۳۱] حاجی حسین شاہ صاحب کی وفات ۲ صفر ۱۲۴۴ھ میں ہوئی اور مزار مشرقی پنجاب ضلع گورداسپور کے مقام اتر چھتر میں ہے مکان شریف کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

دے مجھے سوزِ محبت تا مٹے میری خودی
رکنِ دیں[34] پیرِ برحق پارسا کے واسطے

جانشینِ رکنِ دیں ہیں حضرت محمود شاہ[35]
ان کو قائم رکھ ہر اک دل کی جلا کے واسطے

خاکِ پائے خواجگاں ارشاد علی الوری
چاہتا ہے مغفرت آلِ عبا کے واسطے

(۲)

شجرہ خاندانِ عالیہ قادریہ

(منظومہ جمیل احمد دہلوی)

بخش دے یارب محمد مصطفےٰ کے واسطے
حضرت مولیٰ علی[1] مشکل کشا کے واسطے

قافلہ سالار اور سبطِ نبی حضرت حسن[2]
سیدالشہدا حسین[3] دلربا کے واسطے

---

[32] حضرت سید امام علی شاہ صاحب کی وفات ۲۳ شوال المکرم ۱۲۸۲ھ بروز پنج شنبہ ہوئی۔ مزار پُرانوار رتڑ چھتڑ مکان شریف میں واقع ہے۔ [33] حضرت شاہ محمد مسعود صاحبؒ کی وفات ۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۹ھ میں ہوئی اور مزار گھر بار دہلی میں ہے۔

[34] حضرت خواجہ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۱ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ رات ۲ بج کر دس منٹ پر ہوا۔ مزار گھر بار راجپوتانہ کی ریاست الور میں ہے۔ [35] سجادہ نشین شاہ رکن الدین حضرت شاہ محمد محمود صاحب لری دامت برکاتہم العالیہ صوبہ سندھ کے مشہور شہر حیدرآباد میں رونقِ سجادہ ہیں۔ [1] ولادت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل وفات ۲۱ رمضان ۴۰ھ، مزار نجف اشرف [2] ولادت امام حسنؓ ۱۵ رمضان ۳ھ وفات ۱۱ ربیع الاول ۴۹ھ مزار بقیع قبۂ اہلِ بیت [3] ولادت امام حسینؓ ۳ شعبان ۴ھ وفات ۱۰ محرم ۶۱ھ مزار مقام کربلا [4] ولادت امام زین العا

Marfat.com

وارثِ اسرارِ زین العابدین باقرؑ امام[۶]

جعفرؑ[۷] و کاظمؑ[۸] علی موسیٰ رضا[۹] کے واسطے

خواجہ معروفؒ[۱۰] کرخی اور سریؒ[۱۱] سقطی کے طفیل

اور جنیدؒ[۱۲] و خواجہ شبلیؒ[۱۳] رہنما کے واسطے

عبدؒ[۱۴] واحد اور یوسفؒ[۱۵] اور قرشیؒ[۱۶] بوالحسن

رحم فرما بوسعیدؒ[۱۷] باصفا کے واسطے

حضرت محبوبِ سبحاں عبدؒ[۱۸] قادر شاہِ دیں

عبدالرزاقؒ[۱۸] ضمیر اولیاء کے واسطے

شاہ شرفؒ[۱۹] الدین و حضرت عبدؒ[۲۰] وہاب

شہ بہاؒ[۲۱] الدین، عقیلؒ[۲۲] مقتدا کے واسطے

شمسؒ[۲۳] الدین و شہ گداؒ[۲۴] رحمٰن اوّل کے طفیل

شمسؒ[۲۵] الدین ثانی گداؒ[۲۶] رحمٰن علا کے واسطے

---

۵ شعبان ۳۶ھ یا ۳۸ھ یا ۴۲ھ وفات ۱۸ محرم ۹۴ھ یا ۹۵ھ مزار بقیع۔ ۶ ولادت امام باقر ۳ صفر ۵۷ھ وفات ۲۳ / صفر ۱۱۴ھ، مزار بقیع، قبۂ اہلِ بیت ۷ ولادت امام جعفر صادق ۸ رمضان ۸۰ھ وفات ۱۵ رجب ۱۴۸ھ مزار بقیع قبۂ اہلِ بیت۔ ۸ ولادت امام موسیٰ کاظم ۷ صفر ۱۲۸ھ وفات ۲۵ رجب ۱۸۳ھ مزار شہر بغداد ۹ ولادت امام موسیٰ علی رضا ۱۱ شوال ۱۵۳ھ وفات صفر ۲۰۳ھ مزار شہر طوس ۱۰ ولادت معروف کرخی ۱۱ ربیع الاول ۱۵۶ھ وفات ۲ محرم ۲۰۰ھ مزار بغداد میں ہے۔ ۱۱ وفات خواجہ سری سقطی ۲ رمضان ۲۵۳ھ میں اور مزار بغداد میں ہے ۱۲ وفات حضرت جنید بغدادیؒ ۲۷ رجب ۲۹۷ھ مزار بغداد میں ہے۔ ۱۳ ولادت حضرت ابوبکر بن دلف شبلی ۲۴۷ھ، وفات ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں مزار بغداد میں ہے۔ ۱۴ وفات شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی ۱۱ ذی الحجہ ۴۲۵ھ، مزار کوہستان کے قریب لحن میں ہے۔ ۱۵

۱۶ وفات شیخ ابوسعید مخزومی ۱۰ محرم الحرام ۵۱۳ھ

۱۷ ولادت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یکم رمضان ۴۷۱ھ وفات ۹ یا ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ، مزار بغداد میں ہے۔ ۱۸ ولادت سید عبدالرزاق ۱۸ ذیقعد ۵۲۸ھ وفات رمضان ۵۹۵ھ یا ۶۰۳ھ، مزار بغداد میں ہے۔ ۱۹ ولادت سید شرف الدین

Marfat.com

شہ فضیل[27] و شہ کمال[28] و شہ سکندر[29] کے طفیل!

حضرت احمد[30] مجدد با خدا کے واسطے

خواجہ معصوم[31] و خواجہ صبغۃ اللہ[32] با کمال

اور اسماعیل[33] مذبوح خدا کے واسطے

شہ غلام حضرت معصوم[34] اور حاجی صفی[35]

عبد[36] باقی اور عطا[37] معصوم علا کے واسطے

قطب وقت خواجہ معصوم[38] ضیا نور حق

رکن[39] دین منظور احمد پارسا کے واسطے

---

۲۱ رمضان ۶۳ھ وفات ۱۱ رشعبان ۷۶۱ھ مزار بغداد میں ہے۔ [20] سید عبدالوہاب ۴ ربیع الثانی ۷۵۶ھ، وفات ۸ رشعبان ۷۹۹ھ مزار ینبع میں ہے جو عرب علاقہ میں ہے۔ [21] وفات سید بہاؤالدین ۱۶ رشوال ۸۰۲ھ مزار طوس میں یا مبلی میں ہے۔ [22] ولادت سید عقیل ۴ رشعبان ۷۹۵ھ، وفات ۱۶ رمضان ۸۴۲ھ، مزار بخارا کی سرحد کے قریب کوفنہ نامی مقام پہ ہے۔ [23] ولادت شمس الدین صحرائی ۱۷ رمضان ۸۹۸ھ وفات ۱۰ ربیع الاول ۸۹۹ھ

[24] شاہ گدا رحمن اول وفات ۳ جمادی الاول ۸۸ھ، مزار مبارک سرینگر مسجد بلند شرخ کے نزدیک ہے۔ [25] وفات شاہ شمس الدین ثانی ۶ صفر المظفر ۹۰۴ھ، آپ کا مزار شریف طبرستان میں ہے۔ [26] وفات شاہ گدا رحمن ثانی ۱۲ ربیع الاول ۹۱۷ھ، مزار مبارک خیبر بالا تے اوسط میں واقع ہے [27] ولادت شاہ فضیل قادری ۱۴ صفر المظفر ۸۷۱ھ، وفات ۱۷ محرم الحرام ۹۳۴ھ، مزار شریف ٹھٹھہ (سندھ) میں واقع ہے۔ [28] ولادت شاہ کمال حسن کیتھلی ۷ شوال ۸۹۵ھ، وفات ۲۹ جمادی الاخریٰ ۹۸۱ھ، مزار کیتھل میں ہے۔ [29] ولادت شاہ سکندر کیتھلی ۱۴ شعبان ۹۴۳ھ، وفات ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۲۳ھ، مزار کیتھل میں ہے۔

Marfat.com

(۳)

"شجرہ خاندانِ عالیہ چشتیہ"

منظومہ جمیل احمد دہلوی

بخشدے یارب محمد مصطفیٰ[ع] کے واسطے
حضرت مولیٰ علی[ع] مشکل کشا کے واسطے
حضرت خواجہ حسن[۱] اور عبد[۲] واحد شاہ دیں
حضرت خواجہ فضیل[۳] پارسا کے واسطے
خواجہ ابراہیم[۴] اور حضرت حذیفہ[۵] کے طفیل
شہ امین الدین[۶] اور ہیرہ باصفا کے واسطے
صدقہ ابراہیم[۷] دینوری و بواسحاق[۸] کا
اور ابو احمد[۹] شہ دین خدا کے واسطے
بو محمد[۱۰] اور شاہِ ناصر دین مبین!!
قطب[۱۱] دیں مودود چشتی باخدا کے واسطے

ع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق پچھلے شجرہ میں گذر چکا ہے۔

۱ ولادت حضرت حسن بصری ۲۱ھ، وفات ۵ رجب ۱۱۰ھ میں مزار شہر بصرہ میں ہے۔ ۲ وفات خواجہ عبدالواحد بن زید ۲۷ صفر ۱۷۷ھ، مزار بصرہ میں ہے۔ ۳ وفات خواجہ فضیل بن عیاض ۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ مزار مکہ معظمہ میں ہے۔ ۴ وفات سلطان ابراہیم بن ادہم ۲۸ جمادی الاول ۱۶۱ھ، مزار قلعہ سوقین ساحل بحر روم ۵ وفات خواجہ حذیفہ مرعشی ۱۴ شوال المکرم ۲۷۶ھ۔ ۶ وفات خواجہ امین الدین ہیرہ بصرہ، شوال المکرم ۲۸۶ھ مزار بصرہ میں ہے۔ ۷ وفات خواجہ ابو ابراہیم اسحاق علوی دینوری ۱۴ محرم الحرام ۲۹۹ھ ۸ وفات خواجہ ابو اسحاق شامی ۱۴ ربیع الاول ۳۲۹ھ مزار بمقام عکہ شام میں ہے۔ ۹ ولادت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی ۳ جمادی الآخر ۲۶۰ھ وفات یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ مزار قصبہ چشت میں ہے۔ ۱۰ ولادت خواجہ ابو محمد چشتی ۳۳۱ھ وفات ۴ ربیع الاول ۴۱۱ھ

صدقہ حاجی شریف[۱۳] اور خواجہ عثمان[۱۴] کے واسطے!
معین الدین[۱۵] امام الاولیاء کے واسطے
قطب[۱۶] دیں وشہ فرید[۱۷] وحضرت مخدوم[۱۸] علی
خواجہ شمس الدین[۱۹] شاہ اتقیاء کے واسطے
شہ جلال الدین[۲۰] وعبدالحق[۲۱] وعارف[۲۲] پرضیا
حضرت شیخ محمد[۲۳] مقتدا کے واسطے
عبد قدوس[۲۴] اور حضرت رکن[۲۵] دین محبوب حق
خواجہ عبدالاحد[۲۶] نورِ ھدیٰ کے واسطے
حضرت احمد مجدد الف ثانی[عه] کے طفیل
خواجہ معصوم[عه] پیر رہنما کے واسطے

مزار قصبہ چشت میں ہے۔ [۱۱] وفات خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی ۴ ربیع الاول ۴۵۹ھ مزار قصبہ چشت میں ہے۔ [۱۲] ولادت خواجہ قطب الدین مودود چشتی ۴۳۰ھ وفات یکم رجب ۵۲۷ھ مزار قصبہ چشت میں ہے۔ [۱۳] وفات خواجہ شریف زندنی ۱۰ رجب ۶۱۲ھ مزار قنوج میں ہے۔ [۱۴] وفات خواجہ عثمان ہارونی ۱۶ شوال المکرم ۶۱۷ھ مزار مکہ معظمہ دروازہ مکان شریف محمد بن عون۔ [۱۵] ولادت سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن سنجری ۵۳۷ھ وفات ۶ رجب ۶۳۲ھ مزار مبارک اجمیر۔ [۱۶] وفات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ مزار قطب صاحب قصبہ مہرولی [۱۷] وفات خواجہ فرید الدین شکر گنج ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ مزار پاکپتن [۱۸] وفات خواجہ مخدوم علی صابری ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ مزار قصبہ کلیر میں۔ [۱۹] وفات خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی ۱۲ شعبان ۷۱۵ھ مزار پانی پت [۲۰] وفات شیخ جلال الدین پانی پتی ۱۲ ربیع الاول ۷۶۵ھ مزار پانی پت۔ [۲۱] وفات شیخ عبدالحق ردولوی ۸۳۶ھ مزار قصبہ ردولی۔ [۲۲] وفات شیخ احمد عارف ۱۷ صفر ۸۵۹ھ مزار ردولی [۲۳] وفات شیخ محمد بن عارف ۲۶ ربیع الآخر ۸۹۸ھ مزار لکھنؤ میں ہے۔ [۲۴] وفات شیخ عبد القدوس گنگوہی ۲۲ جمادی الآخر ۹۴۵ھ مزار گنگوہ میں ہے۔ [۲۵] وفات شیخ رکن الدین گنگوہی ۴ شوال ۹۸۳ھ مزار گنگوہ میں ہے۔ [۲۶] ولادت مخدوم عبدالاحد سرہندی ۹۲۷ھ وفات ۲۷ رجب المرجب ۱۰۰۷ھ مزار بیرون سرہند قریب بستی۔ عه۔ مندرجہ بالا دونوں حضرات کے متعلق پچھلے شجرہ میں گذر چکا ہے

Marfat.com

از پئے خواجہ محمد صبغۃ اللہ شاہ دیں
خواجہ اسمٰعیل شاہ اصفیاء کے واسطے

شہ غلام حضرت معصوم اور حاجی صفی
عبد باقی اور عطاء معصوم علاء کے واسطے

حضرت خواجہ ضیاء[1] معصوم محبوبِ خدا
رکنِ دیں منظور احمد پارسا کے واسطے

جانشینِ رکن دین ہیں حضرت محمود شاہ
ان کو قائم رکھ ہر اک دل کی جلا کے واسطے

جلوۂ معصومی

اللہ تعالےٰ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، اور اویسیہ کا یہ فیض جس "ذاتِ گرامی" کے واسطے سے عطاء کیا وہ بھی بجا طور پر لائق صد افتخار ہے —— یعنی حضرت ضیاء معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی مجمع کمالات صوری و معنوی اور منبع فیوضات ظاہری و باطنی تھی، آپ اپنے وقت کے ایک صاحبِ کشف ولی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے —— آپ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی اولاد میں خاندانِ فاروقی کے ایک دُرِ لاثانی تھے۔ حلقہ ارادت بڑا وسیع تھا، اُمراءٗ غرباء، فقراء و وزراء کا ایک ہجوم کاسۂ گدائی لیے ہر وقت آپ کے درِ دولت پر موجود رہتا تھا، اور اپنی منہ مانگی مرادیں پاکر مسرور و شادکام لوٹتا تھا، اس درویش خدامست کے آستانہ پر بڑے بڑے اُمراء و وزراء ہی نہیں بلکہ وقت کے بادشاہوں کے بھی سر نگوں تھے، کابل کا بادشاہ "امیر حبیب اللہ خاں" آپ سے ارادت اور عقیدت کو اپنے لیے سرمایۂ زندگی سمجھا کرتا تھا، حضرت مولٰنا مقصود احمد صاحب عمری نقشبندی نے آپ کے متعلق خوب تحریر فرمایا :

"حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نورِ محض تھے، اور صاحبِ بصیرت و ادراک حضرت جناب مجدد رضی اللہ عنہٗ کی روحانیت شریف سے بطورِ خاص

---

[1] وفات ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ، مزار مبارک "چہار باغ صفا" میں ہے۔

تربیت یافتہ تھے"۔ ؎۱

"صاحب بصیر و ادراک" کا کچھ اندازہ تو خود آپ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے جو آپ اکثر خلوت میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کرتے تھے کہ "مولانا! الحمد للہ اب ہمارے لیے یہ درو دیوار حجاب نہیں بلکہ مثل آئینہ ہیں، ہر چیز ہمارے لیے عیاں ہے۔"

اور بارگاہِ مجدد سے آپ کو کیا تعلقِ خاص تھا؟ اس کا بیان اپنوں سے نہیں بلکہ "پرایوں" کی زبان سے سُنیئے۔ "کراماتِ اہلِ حدیث" کتاب میں ایک واقعہ یوں لکھا ہے کہ:

"صوفی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ سنہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خاں صاحب شاہ کابل پٹیالہ تشریف لاتے تو انہوں نے سرہند جانے کے لیے قاضی جی کو (قاضی محمد سلیمان منصور پوری جو رحمۃ للعالمین کے مصنف ہیں) اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیا معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لیے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اُٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔" ؎۲

سبحان اللہ! جس محبوبِ ذات کی معیت میں جانے کے باعث بارگاہِ مجدد سے قاضی صاحب جیسے شخص کے ساتھ یہ خصوصی سلوک ہوا، اور ان کو خصوصی انعام و اکرام سے نوازا گیا تو پھر خود اس ذات کی محبوبیت اور مقبولیت اور اس بارگاہ میں اقربیت کا کون اندازہ کر سکتا ہے

؎۱ مقصود احمد عمری: انوارِ احمدی یعنی مناقب عنایتیہ صفحہ ۳۴

؎۲ کراماتِ اہلِ حدیث ص۲۲، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ

Marfat.com

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی آپ کا مزارِ مبارک "چہار باغ صفا" میں آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے یہ مقام کابل سے تقریباً تین پینتیس ۳۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے [1]

سفرِ مصر و شام

حرمین شریفین کی عنایتوں اور نوازشوں سے مالا مال ہو کر حضرت نے وہاں سے رختِ سفر باندھا اور "قُل سِیرُوا فِی الأَرضِ" پر عمل کرتے ہوئے "مصر و شام" کی طرف روانہ ہو گئے، یہ وہ سرزمین ہے جو اُمِ سابقہ کی تاریخ عروج و زوال کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے اور بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبروں اور اولیائے وقت کے اجساد مبارکہ کو بھی اپنے آغوش میں لیے ہوئے سابقہ امتوں کے حالات سے سبق حاصل کرنے والوں کے لیے "پیغامِ عبرت" بھی ہے اور مزاراتِ انبیاء و اولیاء کے باعث مہبطِ انوار و رحمت بھی ہے ——— حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ممالک میں تاریخی مقامات کو دیکھ کر "عِبرَةً لِّأُولِی الأَبصَارِ" پر عمل کیا۔ مزارات انبیاء پر حاضری دے کر فیضانِ نبوت سے حظ حاصل کیا، مقابر اولیاء پر مراقب ہو کر ان کے باطنی فیوضات اور روحانی توجہات سے استفادہ کیا، غرض اس نور سے معمور سرزمین کے انوار و تجلیات سے اپنے قلب کو روشن اور منور کر لیا، اور اسکے فیوضاتِ روحانی کی دولت سے اپنے دامن کو بھر لیا۔

آپ اس سفر کے بڑے دلچسپ اور سُود مند واقعات سُنایا کرتے تھے۔ انہیں سے ایک بات یہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم مصر پہنچے تو دوستوں نے ہم سے کہا کہ "اہرامِ مصر یہاں قریب ہی ہیں، ان میں فرعون کی ممی بھی ہے آیئے اس تاریخی چیز کو چل کر دیکھتے ہیں"، ہم نے چلنے سے انکار کر دیا، دوستوں نے حیرت و تعجب سے دیکھتے ہوئے ہم سے اس کی وجہ پوچھی تو ہم نے کہا کہ فرعون خدا کا مغضوب علیہ ہے، لہٰذا جس پر خدا کی نظرِ کرم نہیں تو اس کی طرف پھر ہماری نظر کیسے جا سکتی ہے جو اس کی نگاہ لطف و کرم سے دُور ہے وہ ہماری

---

[1] محمد ظفر احمد، مکتوب محررہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۸ء بحوالہ ڈائری حضرت آغا جان صاحب سرہندی از اولادِ حضرت ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

Marfat.com

نظروں سے بھی دُور رہے"، اللہ اللہ! کیا مقامِ عشق ہے جہاں محبوب کی نظروں میں گرا ہوا انسان روئے زمین کا بادشاہ اور فرمانروا ہی کیوں نہ ہو محبّ کی نظروں میں بھی اس کا کوئی مقام نہیں بلکہ اس کے نزدیک وہ خاکِ پا سے بھی بدتر ہے کہ اس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی اس کو گوارا نہیں ہے

عشق زندہ در رواں و در بصر
ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

مصافحہ نبی کریم

یہ سفر موجِ ظفر بھی حضرت کے لیے بے پایاں فوائد و انعامات کا باعث ہوا، انبیاء و اولیاء کے فیوضاتِ باطنیہ کے علاوہ اس ہی سفر میں حضرت کو پانچ واسطوں سے "مصافحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم" کا شرف بھی حاصل ہوا، اور اس کی نسبت اور اجازت سے بھی سرفرازی حاصل ہوئی۔ حضرت قبلہ والا صاحب مدظلہ العالی اکثر اس بات پر اظہارِ تاسف فرمایا کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت کی زندگی میں یہ بات معلوم نہ ہو سکی اور ہم نے حضرت سے یہ مصافحہ نہ کر کے ایک عظیم نسبت اور بیش بہا دولت سے اپنے آپ کو محروم کر دیا، مگر تاہم "مخدومہ نوراللہ مرقدھا" نے چونکہ حضرت سے مصافحہ کر کے یہ نسبت حاصل کر لی تھی اس لیے ہم نے مخدومہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس نعمت سے کچھ نہ کچھ حصہ حاصل کر ہی لیا۔"

راقم الحروف جب ان سطور تک پہنچا تو یہ شرف حاصل کرنے کا شوق دامنگیر ہوا، چنانچہ اس ہی وقت حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہارِ آرزو کیا الحمدللہ حضرت نے تکمیلِ آرزو فرماتے ہوئے یہ شرف بھی عطا کیا اور بہت دیر تک نسبتِ خاصہ سے بھی مستفیض فرمایا، تو گویا اس طرح آٹھ واسطوں سے یہ گنہگار ہاتھ اس نبی رؤف الرحیم کے ہاتھوں میں پہنچ گئے جن ہاتھوں کے لیے قرآن کا ارشاد ہے "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" کہ یہ ہاتھ اللہ کے ہاتھ ہیں اور پھر اس طرح اس خالقِ کائنات کی "دست گیری" بھی حاصل ہو گئی جو سب کا کارساز و کارکشا ہے، تمام کائنات اور کائنات کی تمام مخلوق اس ہی کی محتاج اور ایک ایک نفس میں اس ہی کے در کی بھکاری ہے

اے کریم کارساز و بے نیاز
دائم الاحسان شہِ بندہ نواز

Marfat.com

فراقِ محبوب

حرمین شریفین کی حاضری اور بصرہ وشام کے سفر سے فارغ ہو کر حضرت اپنے وطنِ مالوف کی طرف مراجعت فرما ہوئے، یہاں آپ کی آمد پر آپ کا عظیم الشان استقبال کیا گیا، حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے محبین ومخلصین کے جمِ غفیر اور مہاراجہ الور کے بگی خانہ کی تمام بگیوں سے آراستہ پیراستہ جلوس میں آپ کو مکان پر لایا گیا، کچھ دن تو زائرین اور حاضرین سے ملاقات اور وہاں کے ذکر اذکار میں وقت گزر گیا لیکن جوں جوں ازدہام کم ہوتا گیا وہاں کی یاد بڑھتی چلی گئی، مدینۃ الرسول کے کوچہ و بازار کا خیال رہ رہ کر تڑپانے لگا "روضۃ رسول" کی جدائی ایک پل چین نہیں لینے دیتی تھی، "فراقِ محبوب" ہر وقت بے چین ومضطرب رکھنے لگا ؎

کبھی محوِ اشکباری کبھی وقفِ آہ و زاری
ترے بعد یوں بسر کی ترے بعد یوں گزاری

اِدھر وہ چاروں نسبتیں جو خانہ کعبہ سے ملی تھیں ان کا ظہور بھی شروع ہو جاتا ہے جس کے باعث کھانا پینا بالکل متروک ہو گیا۔ نسبتوں کی کیفیات میں اس قدر استغراق اور انہماک ہوتا تھا کہ روزمرہ کے آنے والوں کو نہیں پہچان سکتے تھے، کوئی مخلص صبح سلام کے لیے حاضر ہوتا تو فرماتے کون ہو؟ وہ اپنا نام بتاتا، تو سُن کر پھر خاموش ہو جاتے اور پھر اپنے خیالات میں ایسے کھوتے کہ کسی چیز کی خبر نہ رہتی ؎

کچھ ہوش نہیں کہ ہوں میں کس عالم میں
ساقی نے یہ کیا پلا دیا ہے مُجھ کو!

اس جانِ محفل کو محفل میں یوں خاموش اور اداس دیکھ دیکھ کر یارانِ محفل کا سینہ چھلنی ہو اجاتا تھا، ترکِ اکل وشرب کے باعث بڑھتی ہوئی ضعف وناتوانی سب اعزا واقربا احبا، واصدقا کے لیے باعثِ فکر وپریشانی بن گئی تھی، ایک دن مخدومہ نوراللہ مرقدھا جو کہ اعلیحضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھیں ان کو اعلیحضرت کا یہ قول یاد آگیا کہ "ہمارے مریدین میں اگر کبھی کسی پر کوئی مشکل وقت آئے تو وہ ہمارے مزار پر حاضر ہو جائے انشاء اللہ اس کی مشکل اسی وقت حل ہو جائیگی"، یہ خیال آتے ہی مخدومہ نے چند مخلصین کے ہمراہ حضرت کو اعلیٰ حضرت کے مزار پر انوار کی طرف روانہ کر دیا۔"

Marfat.com

وہاں پہنچنے کے بعد آپ کی کیا کیفیت ہوئی اس کے متعلق آپ کے ہمراہ جانے والوں کا بیان ہے کہ "مزار گہربار" میں داخل ہوتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے آپ کو ہوش آ گیا، یکدم سنبھل کر مزار شریف کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے ہو گئے، اور بہت دیر تک مراقبہ فرمانے کے بعد ہوش و حواس کے ساتھ الور مراجعت فرما ہوئے۔ اور پھر مخلوق کی ہدایت اور رہبری میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

سراپائے مبارک

آپ کے پاکیزہ سراپا اور حسین صورت کے متعلق کیا لکھا جائے، حافظ شیرازی کی زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ صُورت "ملک جمال" بھی تھی اور "جمالِ ملک" بھی، جہان کی جان بھی تھی تو "جہانِ جان" بھی تھی ؎

اے صُورتِ تو ملک جمال و جمالِ مُلک!

وے طلعتِ تو جان جہاں و جہانِ جاں!

میانہ قد، گٹھا ہوا جسم، روشن و کشادہ پیشانی، انوارِ ولایت سے دمکتا ہوا چہرہ، بادۂ وحدت سے مخمور سُرمگیں آنکھیں، رنگ کھلتا ہوا گندم گوں، پلکوں کی چلمن جھکی ہوئی، دلکش و مسحور کن آواز، زلفیں تا بہ گوش، ریش مبارک گھنی بھری ہوئی، لباس میں لمبا نیچا کرتا، رومال کبھی ہاتھ میں تو کبھی دوش پر، جمعہ اور عیدین یا کسی محفل وغیرہ میں تشریف لیجانے کے وقت تن پر چغہ اور سر پر عمامہ جو کبھی سفید رنگ کا ہوتا تھا، کبھی ملاگیری، کبھی کافوری اور کبھی سیاہ، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس دل بھاتی صورت کو دیکھ کر نظر ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا اور قلب کو وہ سرور، کیف اور نسبت حاصل ہوتی تھی جو بیان سے باہر ہے۔ کیوں نہ ہو ایسی ہی صورت کے لیے تو روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ کہ قَالَ خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہ۔ فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہستیاں ہیں جن کی صُورت کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے، ــــ اور پھر خُدا کی یاد میں تو سرور و اطمینان اور کیف ہی کیف ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ لہٰذا ان حضرات کی دید میں سکون و سرور کا حاصل ہونا بالکل بجا اور برحق ہے۔ عارف جامی علیہ الرحمۃ نے کیا خُوب فرمایا ؎

Marfat.com

کمالِ حسنِ ازل در جمالِ او دیدم
جو لستِ بندۂ قبا و شکست طرفِ کلاہ

میری والدہ محترمہ صاحبہ کا بیان ہے کہ یوں تو یہ صورت ہمیشہ پُر نور رہا کرتی تھی مگر اعلیحضرت کے عرس کے دنوں میں خاص فیضان اور انوار الٰہی کے نزول کے باعث اس کی تابانیوں میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا تھا اور وہ نورٌ علیٰ نور ہو جاتی تھی۔

معمولاتِ روز و شب

حضرت کے روز و شب کی مصروفیات میں انتہائی نظم و ضبط، مواظبت اور پابندی، آپ کی طبیعت کی نفاست، وضعداری اور سلیقہ بندی کی بین دلیل تھی ــــ جو معمولات اوائل عمر میں تھے۔ وہ ہی آخیر تک رہے ان میں سرِ مو فرق نہیں آیا۔ نیز ان معمولات کی عمدگی، روحانی اور دینی اہمیت حضرت کی کامل ولایت کا ایک واضح ثبوت ہے جو ہم سب کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

آپ کا ہر روز کا معمول یہ تھا کہ صبح صادق طلوع ہونے سے قبل تہجد کے وقت اُٹھنا، اور وضو کر کے عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو جانا اور پھر کثرتِ نوافل، لمبے لمبے قیام، طویل طویل سجدوں کے خوب مزے لوٹنا آہ و زاری، گریہ و بکا اور شب کی تنہائیوں میں اپنے رب سے نالہ و فریاد کے خوب لُطف اُٹھانا، اور پھر اتباعِ مصطفےٰ میں کچھ دیر کے لیے بستر پر لیٹ کے استراحت فرمانا ــــ اتنے میں فجر کا وقت ہو جاتا ہے پھر دوبارہ نمازِ فجر کے لیے آپ اُٹھتے سردیوں کے دنوں میں پرانی ردی اور لکڑیوں کو اکٹھا کر کے ان کو جلاتے اور اس میں تمام گھر والوں کے وضو کے لیے ۔۔ پانی گرم فرماتے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ردی میں سو کا نوٹ، بھی گر گیا تھا چنانچہ اندھیرے میں وہ بھی "نذرِ آتش" ہو گیا ــــــــــ وضو فرمانے کے بعد گھر میں ہی فجر کی سُنتیں ادا فرماتے اور فرض باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد تشریف لے جاتے پھر اشراق کے وقت تک اس ہی مقام پر اوراد و وظائف اور مراقبہ وغیرہ میں مصروف رہتے اور نماز اشراق پڑھ کر واپس مکان پر تشریف لاتے یہاں حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر وضو فرماتے، کیونکہ بے وضو رہنا آپ کو پسند نہ تھا لہٰذا ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے اس کے بعد کمرہ میں تشریف لا کر خود کمرہ کی صفائی کرتے پھر اول جاجات

Marfat.com

اور شائقین ملاقات کو شرف باریابی عطا کرتے۔ یہاں کسی کو نسبت پہنچانا کسی کو ذکر کی تلقین کرنا، کسی کو تعویذ وغیرہ دینا لیکن کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ کسی صاحبِ حاجت کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دستِ دُعا دراز کرکے اس کی حاجت روائی کرنا، کسی مصیبت زدہ کو اس کی مصیبت سے نجات دلانا الغرض رفاہی، فلاحی، دینی اور مذہبی امور میں یہ وقت صرف کرکے دوپہر اندر زنان خانہ میں تشریف لاتے اور کھانا تناول فرماکر کچھ دیر اہل وعیال کے ساتھ بیٹھ کر محبت بھری باتیں فرماتے اور اس کے بعد نیچے اپنے حجرہ میں تشریف لے جاکر سُنّت قیلولہ ادا کرنے کے لیے استراحت فرما ہوجاتے، اس زمانہ میں بجلی کے پنکھے تو عام تھے نہیں بلکہ دستی پنکھے تھے لہٰذا اگر میسّر ہو اس کو کھینچ کر حضرت کو راحت پہنچانے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مخلصین ٹوٹ کر گرتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ یہ شوق اور ولولہ نزاع کی صورت اختیار کرجاتا تھا پھر حضرت اس کا تصفیہ کرلیتے لیکن بعض مخلصین نے اس حصولِ سعادت کو صرف اپنے لیے مختص کرلیا تھا وہ کسی اور کو یہ سعادت حاصل کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے، الغرض کچھ دیر استراحت فرمانے کے بعد حضرت نمازِ ظہر باجماعت ادا کرنے کے لیے پھر مسجد تشریف لے جاتے وہاں سے فراغت کے بعد اپنے حجرہ میں آکر تلاوتِ کلام اللہ اور دلائل الخیرات شریف کا ورد فرماتے۔ اس سے فراغت کے بعد اپنے مخصوص انداز میں پاندان کھول کر ایک پان بنا کے تناول فرماتے، حضرت کی ہر چیز اعتدال میں تھی، پان کا شوق ضرور تھا لیکن نہ اس حد تک کہ دن بھر پان سے منہ بھرا رہے بلکہ دن میں صرف چند مرتبہ تناول فرماتے تھے اور وہ بھی زیادہ بڑا نہیں بلکہ چھوٹا ہوتا تھا، سلیقہ اور نفاست کا یہ عالم تھا کہ پان اور اس میں بھی زردہ کھانے کے باوجود کبھی کسی نے لباس، فرش یا در و دیوار وغیرہ پر ایک دھبہ تک نہ دیکھا۔ اور نہ ہی کبھی پان کھانے والوں کی طرح دانتوں کو خراب یا بدنما دیکھا، بلکہ میری والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ پان کھانے کے باوجود آپ کے دندان مبارک موتی کی طرح چمکتے رہتے تھے۔

پان تناول فرمانے کے بعد آپ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے آتے ہوئے

محبین و مخلصین کے خطوط کے جوابات خود تحریر فرمایا کرتے تھے۔ وہ جوابات کیا تھے؛ علمِ اخلاق، علمِ تصوف، علمِ تفسیر اور علمِ حدیث وفقہ کا ایک جامع تحریری درس ہوا کرتا تھا جس سے کوسوں پرے کی دنیا لطف اندوز اور لذت یاب ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت اور رہبری حاصل کر کے اپنی دین و دنیا کو سنوارا کرتی تھی۔ یا وہ دور افتادہ مخلصین جو دوری اور بعد کے باعث آپ کی محفل اور مجلس میں حاضر ہو کر خدا اور خدا کے حبیب کی پیاری پیاری باتوں کے سننے سے محروم تھے وہ ان مکتوبات کے ذریعہ معنوی صحبت حاصل کر کے وہیں دور بیٹھے بیٹھے ان عشق و محبت کی باتوں کے مزے لوٹا کرتے تھے ــــ حضرت کے وصال کے بعد ان نادار اور نایاب مکتوبات کو جمع کر کے آنے والی نسلوں کو بھی اس محفل کی لذت سے آشنا کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا لیکن افسوس یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہی اور انقلاب ۴۷ء نے اس منصوبہ پر پانی پھیر دیا۔ یہاں ایک اور پہلو قابلِ غور ہے کہ خطوط کی خواہ کتنی ہی کثرت ہو حضرت نے کبھی کسی اور سے نہیں لکھوایا بلکہ محبین کی دلجوئی اور خوشنودی کی خاطر ہر خط آپ خود اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا کرتے تھے، پھر یہ بھی نہیں کہ دو چار الفاظ لکھ کر بس کر دیں بلکہ سائل کے پورے خط کا اس کی ایک ایک بات کا تسلی بخش جواب دے کر اس کو مطمئن فرما دیا کرتے تھے ــــ تصنیف و تالیف کے لیے بھی آپ نے یہی وقت خاص فرما رکھا تھا، ــــ

اس کے علاوہ حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہٗ العالی علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد جب الور تشریف لے آتے تو کبھی اس وقت اور کبھی صبح ۹، ۱۰ بجے کے قریب تصوف کی کسی خاص کتاب کا حضرت سے ضرور درس لیا کرتے تھے جس میں "مکتوباتِ امام ربانی اور شحات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ درس نسبت اور انوار الٰہی سے کس قدر معمور ہوتا تھا؟ اس کا بیان خود لطف اندوز ہونے والے کی زبانی سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں:

مکتوباتِ امامِ ربانی حضرت سے پڑھنا شروع کر دیا، وہ فیض ربانی اور نسبت کا غلبہ ہوا کہ پڑھنے پر قادر نہ ہوتا تھا، آنکھیں بند ہوتی چلی جاتی تھیں، اب مراقبوں کا ذوق بڑھنے لگا، مطالعہ موخر ہو گیا، دل سے نقوشِ ماسوا محو ہونے لگے الخ [1]

---

[1] محمد محمود شاہ مصباح السالکین فی احوال رکن الملت والدین

اس کے بعد نمازِ عصر سے فارغ ہو کر باہر مونڈھے بچھا دیئے جاتے تھے وہاں آپ مع احباب جلوہ افروز ہو کر کبھی لوگوں کے استفسارات کے جواب دیتے کبھی خود ہی کوئی محبوب ذکر چھیڑ کر اس میں محو ہو جاتے ہے

یار وہ کو تے یار کی باتیں کریں
پھر گُل و گلزار کی باتیں کریں

اور کبھی مراقبہ میں مصروف ہو کر خود محبوب سے ہم کلام ہو جاتے اور اس کے ساتھ مخاطبت کے مزے لوٹتے تھے ـــــ مغرب تک یوں ہی مصروف رہتے، یہاں تک کہ جب مؤذن کے "بلانے" کی آواز کانوں میں پہنچتی تو محبوب کے گھر کی طرف روانہ ہو جاتے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاتے اور یوں مغرب کے فرائض اور نوافل سے فارغ ہو کر وہیں حلقہ اور ختمِ خواجگان پڑھتے اور دُعا کے بعد دولت کدہ پر تشریف لا کے ماحضر تناول فرماتے یہاں کچھ دیر لیٹ کر اہلِ دعیال سے اللہ، رسول کی باتیں فرمایا کرتے تھے، عموماً دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ بڑے بڑے پیرانِ عظام دُنیا بھر کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں ان کو اس راہ کے بڑے بڑے اسرار و رموز بتاتے ہیں لیکن "گھر کے افراد" کو اس راہ کے" ابجد" سے بھی آشنا نہیں کرتے، لیکن حضرت صاحب نے اس روایت کو توڑا اور محبین و مخلصین کے ساتھ ساتھ اہلِ خانہ کو بھی شرابِ عشق سے آشنا کیا اور ان روحانی لذتوں اور کیفیتوں کا ان کو بھی خوگر بنایا ـ پھر عشاء کے وقت جب" حی علی الصّلوٰۃ" کی سہانی آواز آتی تھی جو ایک محب کے لیے محبوب کی بارگاہ میں پھر حاضر ہونے کا پیغام ہے تو اس وقت یہ عاشقِ صادق بھی سب کو چھوڑ کر اس کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے مسجد کی طرف چل نکلتا تھا، اور وہاں آدابِ بندگی بجالا کر محبوب کے دونوں حکم یعنی وعملوا الصالحات پر بھی اور" وتواصو بالحق وتواصو بالصبر" پر بھی عمل پیرا ہو جاتا تھا، وہ اس طرح کہ عوام و خواص فقہی مسائل سے عموماً نابلد ہوتے ہیں لہٰذا ان احکامات سے ان کو روشناس کرانے کے لیے حضرت نماز کے بعد نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ مختلف اور ضروری مسائل سے لوگوں کو آگاہ فرماتے تھے، اور یہی فقہی مسائل تھے جنہوں نے

Marfat.com

بعد میں جمع ہو کر "رسالہ رکن دین" کی صورت اختیار کر لی۔ اس کے بعد مکان پر تشریف لاتے یہاں اگر کوئی صاحبِ ذوق آجاتا تو پھر "ذکرِ حبیب" کی محفل جمتی اور ایسی جمتی کر اذہان و قلوب کو "ذکرِ یار" کی خوشبوؤں سے مست کر دیتی تھی۔ اس محویت میں لوگوں کو یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ رات کا کتنا حصہ گذر گیا ہے —— اور اگر کوئی نہ ہوتا تھا تو مطالعہ کتب میں مصروف ہو جاتے اور پھر رات کو وظیفہ پڑھ کے محوِ استراحت ہو جاتے تھے۔

سبحان اللہ! کتنی پیاری زندگی تھی۔ کیوں نہ ہو ایک ولی کامل کی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے کہ اس کا اکثر و بیشتر حصہ یادِ خدا سے معمور رہتا ہے اس لیے قرآن ان حضرات کی زندگی کی یوں تصور کشی کرتا ہے کہ "ھُم فِی صلوٰتھم دائمون" کہ وہ ہمیشہ نماز ہی میں رہتے ہیں" اس لیے کہ نماز یادِ محبوب کا دوسرا نام ہے، تو جس کی تمام زندگی اور زندگی کا ایک ایک لمحہ "یادِ یار" میں بسر ہو تو اس کی تمام زندگی کیوں نہ عبادت ہو گی اور اس کے لیے کیوں نہ کہا جائے گا کہ "ھُم فِی صلاتھم دائمون"

اخلاق و کردار

آئیے اب ذرا اس ولیِ کامل کی سیرت پاک پر بھی نظر ڈالیں۔ اس لیے کہ کسی شخصیت کی عظمت کا پتہ اس کے سیرت و کردار کی بلندی سے چلتا ہے، جب تک اس کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں اس وقت تک اس کی شخصیت کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا حضرت کے اخلاق و عادات کی ہلکی سی ایک جھلک چند عنوانات کے تحت پیش کی جاتی ہے جس سے ایک ناظر کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ واقعی ان کی پوری سیرت، سیرتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھی۔ آپ کی تمام زندگی، اسوۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضو ریز کرنوں سے جگمگا رہی تھی چنانچہ رئیس الورکے نائب بال حکیم محمود احمد صاحب حضرت کے وصال کے بعد آپ کو اپنی ایک طویل منقبت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے خوب لکھتے ہیں:

بھولی صورت اچھی سیرت	پاک طبیعت پاک ہی طینت
شرم و حیا تھی خاص ہی عادت	شیوہ شکر و صبر و قناعت
شان تھی جن کی شاہانہ!	ہو گئے خلدِ بریں کو روانہ

Marfat.com

تواضع و انکساری

حضرت کی ذات تواضع اور انکساری کا ایک حسین مرقع تھی آپ کے ہر ہر فعل اور ہر ہر ادا میں تواضع کا پہلو نمایاں ہوتا تھا حتیٰ کہ چلنے میں، اُٹھنے بیٹھنے میں، کلام و گفتگو فرمانے میں، غرض ہر چیز میں تواضع کی ایک شان نظر آتی تھی، آپ کی متواضعانہ چال "لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا" کی عملی تفسیر تھی، آپ کی نرم اور پست آواز میں گفتگو کرنے کا انداز، اندازِ مصطفےٰ کے عین مطابق تھا اس سے بڑھ کر تواضع کیا ہوگی کہ آپ ہر روز جب اشراق کی نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے تو اپنے حجرہ میں خود جھاڑو دیا کرتے تھے، ——— گھر کا حتیٰ کہ پڑوسیوں کا بازار سے کچھ سودا وغیرہ لانے کا کام ہوتا تو آپ خود کیا کرتے تھے، سب کچھ ہوتے ہوئے کبھی آپ نے اپنی بڑائی کا اظہار نہیں فرمایا ——— حضرت کی تحریر میں بھی تواضع کی جھلک نظر آتی ہے، آپ نے اپنے تمام مکتوبات اور اپنی تمام تصنیفات میں سے کسی بھی تحریر میں خود کو "میں" کے ساتھ کبھی تعبیر نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ حقیر یا احقر جیسے متواضعانہ جملوں کا استعمال فرمایا۔ حتیٰ کہ بعض مقامات سے مخلصین نے شکایت کے خطوط بھی لکھے کہ آپ خود کو "فقیر" لکھ دیتے ہیں جس سے یہاں بڑا غلط تاثر لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے ——— لیکن ان کوتاہ بین لوگوں کو کون بتائے کہ اس سے وہ "فقیر" مراد نہیں جو لوگوں کے گھر گھر جا کر دستِ سوال دراز کرتا ہے، بلکہ اس سے وہ "فقیر" مراد ہے جس کے در پر دارا و سکندر جھولیاں پھیلائے ہوئے آتے ہیں اس ہی لیے اقبال کہتا ہے ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی

حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہ العالی آپ کی شانِ تواضع کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رسالہ رکن دین" اور حضرت کی دوسری تصنیف توضیح العقائد کے کسی مسئلہ کے متعلق میں نے کوئی اظہارِ خیال کیا اور وہ درست نکلا تو حضرت نے بغیر کسی پس و پیش کے اس کو فوراً قبول فرمایا اور کبھی اس معاملہ کو اپنی "انا" کا مسئلہ بنا کر کٹ حجتی سے کام

Marfat.com

نہیں لیا، اس ہی طرح سردیوں کی آمد پر گرم کپڑے نکال کر خود دھوپ دیا کرتے تھے، اور ہر روز تہجد کے وقت ردی جلا کر اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے خود پانی گرم فرمایا کرتے تھے، الغرض یہ چھوٹی چھوٹی تواضع و انکساری کی مثالیں حضرت کی ذات کو "علم و عمل" کے ثمرے پُر ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں، اس لیے کہ بقول سعدی علیہ الرحمۃ ٹہنیاں وہ ہی جھکتی ہیں جو پھلوں سے لدی ہوتی ہیں۔ لہٰذا انسان بھی وہ ہی جھکتا ہے اور متواضع ہوتا ہے، جس میں کچھ ہوتا ہے اور جو اکڑے اور تکبر کرے سمجھ لو اس میں کچھ نہیں وہ "علم و عمل" کے پھلوں سے خالی ہے۔

تواضع کند ہوشمند گزین ! نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

امانت داری

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔" (پارہ نمبر ۱۸ ع ۱)

ترجمہ "اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔"

اس آیہ مبارکہ میں اللہ جل مجدہٗ الکریم امانت داری کی صفتِ حسنہ سے متصف ہونے والے جن اپنے مقبول مومنوں کی تعریف فرما رہا ہے بلاشبہ حضرت صاحبؒ کا شمار بھی انہی مومنوں میں تھا۔ کیوں نہ ہو جہاں "امانت داری" کا یہ عالم ہو کہ مُلّا شور بازار رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے ایک پٹھان حضرت کے پاس رقم کی ایک تھیلی امانت کے طور پر رکھوا کے جاتے اور برسوں کے بعد جب واپس آکر اپنی تھیلی جُوں کی تُوں پاتے تو حیران رہ جاتے اور کہتے کہ میں نے اس تھیلی میں ایسی گرہ لگائی تھی کہ جس کو سوائے میرے اور کوئی نہیں باندھ سکتا ہے، یہ گرہ بعینہٖ ویسی موجود ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ اس تھیلی کو کسی نے کھول کر نہیں دیکھا۔ ایسی امانت کی پاسداری کرنے والا کیوں نہ بارگاہِ الٰہی میں مستحق مدح و ستائش ہوگا۔ حضرت کا یہ طریقہ تھا کہ اگر کوئی آپ کے پاس امانت رکھ کر جاتا تو آپ اس کے پیسے ایک علیحدہ کاغذ میں رکھ کے اس کاغذ پر اس شخص کا نام لکھ کے ایک صندوق میں احتیاط سے رکھ دیا کرتے تھے، جب وہ شخص آتا تو اس کی امانت اس کے حوالہ کر دیتے تھے ورنہ اس

Marfat.com

امانت کو رکھے ہوتے برسوں گذر جاتے حتیٰ کہ بعض دفعہ دیکھنے میں آیا کہ وہ پیسے کالے تک ہو گئے لیکن کسی کو ان کے ہاتھ تک لگانے کی اجازت نہ تھی۔ یہ وہ آرام وہ صفت ہے، جس کے باعث انسان قابل بھروسہ اور مخلوق کے لیے نفع بخش ہونے کے ساتھ ساتھ قلوب کی راحت اور دلوں کا چین بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے ماموں اور استاذِ وقت جناب فریدالدین صاحب جب کبھی مدرسہ تشریف نہیں لے جاتے تھے تو آپ پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ کو بھیجا کرتے تھے، اور حضرت کو جو کچھ رقم وہاں سے ملتی تھی آپ ایک ایک پائی اس کی امانت داری کے ساتھ لا کر اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے، اس صفت نے حضرت کو استادوں کا اور بھی محبوب بنا دیا۔

اس محبوب صفت پر حضرت نے خود بھی عمل کیا اور اپنے دوست احباب کو بھی اس مقبول صفت کے اپنانے کا بڑے حسین پیرایہ میں درس دیا۔ جس کا اندازہ آپ کے ایک خاص خادم جناب ٹھیکیدار محمد اسماعیل صاحب کے بیان کردہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک روز حضرت نے مجھے کچھ پیسے دیئے اور فرمایا بازار سے جا کر لفافے لے آؤ، ٹھیکیدار صاحب کہتے ہیں کہ وہ پیسے حضرت سے لے کر میں نے آپ کے سامنے ہی اپنی جیب میں ڈال لیے جیب میں پہلے سے میرے پیسے بھی موجود تھے جب حضرت کے پیسے میں نے جیب میں ڈالے تو "چھن" جیسی آواز کے ساتھ وہ پیسے میرے پیسوں میں مل گئے، حضرت نے اس آواز کو سن لیا اور مجھے واپس بلا کر فرمایا" اب لفافے لانے کی ضرورت نہیں، لاؤ ہمارے پیسے واپس دے دو"۔ میں نے سب پیسے نکال کر گننا شروع کیا تو آپ نے فرمایا، "نہیں" ہم نے جو تمہیں پیسے دیئے تھے ہمارے وہ ہی پیسے ہمیں لوٹاؤ"۔ یہ سن کر میں بہت پریشان ہوا اس لیے کہ بعینہٖ حضرت کے پیسے مجھ سے شناخت نہیں ہو سکتے تھے۔ لہٰذا انہی کا لوٹانا اب میرے لیے بہت مشکل ہو گیا۔ الغرض میری اس حیرانگی اور پریشانی کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا خیر آئندہ اس کا خیال رکھنا کہ اگر تمہارے پاس کسی کے کوئی پیسے ہوں تو بعینہٖ انہی کو لوٹانا، اس کی جگہ پر اپنے پیسے دینا یہ "امانتداری" کے خلاف ہے۔

Marfat.com

سبحان اللہ! کس خوبصورت انداز میں امانت داری کا حضرت نے درس دیا، کاش آج اس لوٹ کھسوٹ کے عالم میں ان اسباق پر عمل کیا جاتے تو یہ معاشرہ امن و سکون اور اطمینان وراحت کا گہوارہ بن جائے اور ہر طرف پھیلتی ہوئی بے چینی ختم ہو جائے۔

سادگی و بے تکلفی

"سادگی اور بے تکلفی" ایک عمدہ خُلق اور ایک دلکش صفت، ہے اپنا کر انسان اپنی دُنیوی اور اُخروی دونوں زندگیوں کو کامیاب بنالیتا ہے۔ دُنیا کے سامنے اس صفت کا عمل اور عظیم الشان مظاہرہ والیِ دوجہاں سرورِ کائنات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا کہ دُنیا کے عظیم فرمانروا ہوتے ہوئے چٹائی پر بیٹھنا پسند فرمایا!

ع بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر تخت نشین ہے

کون ومکان کی بادشاہت ہوتے ہوئے موٹا جھوٹا پہنا اور جو کی روٹی تناول فرمائی ؎

کُل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا　　اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس ہی شعارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا جُز و بنایا، نہ کبھی فاخرانہ لباس پہنا، نہ کبھی عمدہ اور لذیذ کھانوں کی تمنا کی، نہ کبھی پُر تکلف رہن سہن اور عیش وعشرت سے پُر طرزِ معاشرت کی آرزو کی، بلکہ ہمیشہ سیدھا سادا موٹا کپڑا زیبِ تن فرمایا، جو کھانا سامنے آگیا بغیر کسی اظہارِ ناپسندیدگی کے اسے تناول فرمایا، جو جگہ مِل گئی بیٹھنے کے لیے خواہ چٹائی ہو یا فرش، بستر ہو یا چارپائی غرض جس نے جہاں بٹھا دیا وہیں بیٹھ گئے حتیٰ کہ تحریر میں بھی سادگی کی جھلک، خواہ وہ سلسلہ تصنیف و تالیف ہو یا سلسلہ مراسلت، بے ساختہ، تصنع اور تکلف سے پاک آسان سلیس عبارت، دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی یہی وجہ ہے کہ ایک چھوٹے سے "رسالہ رُکنِ دین" نے وہ مقبولیتِ عام حاصل کر لی جو اُردو میں لکھی گئی کسی بھی فقہ کی کتاب کو شاید ہی مِلی ہو۔ الغرض آپ کا ہر کام سادگی اور بے تکلفی کا بے پناہ حُسن اپنے اندر سموئے ہوتے ہوتا تھا ؎

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود!
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

شجاعت و بہادری

جسے احکم الحاکمین اور مالک یوم الدین کی حمایت اور معیت حاصل ہوگئی اسے ہر غم اور خوف سے نجات مل گئی، اسی لیے قرآن کا واضح اعلان ہے کہ:

"اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"

خبردار اولیاء اللہ کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور کوئی حزن

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جس کے پاس کوئی قوت نہ ہو وہ ڈرے، لیکن جس کے پاس اس عزیز و قدیر کی قوت اور طاقت ہو جس نے کائنات کے ہر قوی کو طاقت و قوت سے نوازا ہو پھر بھلا اس کو کسی طاقت سے گھبرانے یا خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت؟ یہی وجہ ہے کہ خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی خوف و خشیت نے حضرت کے دل میں کبھی جگہ نہ پائی۔

چنانچہ ٹھیکیدار محمد اسماعیل صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک روز بدلی شاہ صاحب جو اس وقت کے کامل روحانی بزرگ تھے انہوں نے اپنے یہاں میلاد شریف کا اہتمام فرمایا اور اس میں حضرت کو تقریر کی دعوت دی، حضرت وہاں تشریف لے گئے اور ان کے یہاں بیان فرمایا۔ اثنائے بیان وہاں سے اچانک رئیس الور کا گزر ہوا، میلادِ رسول کا یہ اہتمام، دینِ متین کی یہ شان و شوکت دیکھ کر غصہ ہو گیا اور فوراً پولیس چوکی پہنچا اور پوچھا یہ سب کیا ہو رہا ہے جب کسی سے کوئی جواب بن نہ پڑا تو یہ آرڈر دے کر چلا گیا کہ اس کی تفصیلی رپورٹ مجھے پیش کی جائے۔ رئیس کے آرڈر پر اس چوکی کے تھانیدار ایس ایچ او نے فوراً حضرت کے خلاف ایک طویل رپورٹ تیار کی اور اس کو راجہ کے پاس بھیج دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ بڑے سے بڑا بہادر شخص بھی اس موقعہ پر گھبرائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا لیکن آفرین اس "ولی کامل" اور "مردِ حق" پر کہ اس عالم گھبراہٹ میں بھی اس کے ہونٹوں پر تبسم تھا، اور خوف و خشیت کا دور دور کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔

اور جس "قاہر و قادر" ذات پر نازاں تھا اس کی طرف سے اس طرح مدد پہنچتی ہے، کہ "رئیس الور" اس معاملہ کی اعلیٰ تحقیقات کے لیے آئی جی الور سردار سنگھ کو مقرر کرتا ہے جو بڑا ظالم و جابر اور متعصب قسم کا کافر مشہور تھا لیکن اس "قادرِ مطلق" کو اپنی قدرت باہر

Marfat.com

کا مظاہرہ مقصود تھا کہ ہم جس سے چاہیں کام لے سکتے ہیں، اپنے کلیم کی پرورش "فرعون" جیسے منکر سے کرا سکتے ہیں تو پھر سردار سنگھ کی ہمارے سامنے کیا حقیقت ہے، چنانچہ وہ ظالم و جابر آئی۔جی تحقیقات کے سلسلہ میں خود حضرت کے پاس جاتا ہے۔ اپنی گاڑی جامع مسجد الور کے قریب کھڑی کرتا ہے اور پھر پیدل حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا ہے، اپنے جوتے کھولتا ہے۔ اور ادب سے بیٹھ جاتا ہے، یہ وہ وقت ہے جب حضرت کا دریائے فیض جوش میں ہوتا ہے۔ خدا اور اس کے حبیب کی پیاری باتوں سے محفل گرم ہوتی ہے۔ اللہ کے ذکر کا نشہ دماغوں کو مخمور کیے ہوئے ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کام ہے؟ تکبر اور نخوت کا پیکر ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہے کچھ نہیں! صرف درشن کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت پھر اپنے کلام میں محو ہو جاتے ہیں جب ہوش آتا ہے تو پھر اس سے وہی سوال دہراتے ہیں اور یہ ہاتھ باندھ کر وہی جواب دیتا ہے، الغرض تین مرتبہ حضرت نے یہی سوال کیا اور تینوں مرتبہ اس نے یہی جواب دیا، آخر میں سر جھکا کر اپنے مخصوص انداز میں سلام کرتا ہے اور ادب سے واپس ہو جاتا ہے۔ ذکرِ خدا کی تپش اپنا اثر دکھاتی ہے، پتھر دل اس کا نرم پڑ جاتا ہے۔ اب نرم و گرم قلب کے ساتھ وہ رپورٹ لکھ کر رئیس کو بھیجتا ہے جس میں وہ رقم طراز ہے کہ:

"میری آنکھوں نے ایسا گرو کبھی نہیں دیکھا وہ تو ایسے ہیں کہ جن کی مثال نہیں۔"

اور معلوم کیا کیا دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے تعریفیں لکھ ڈالیں۔ کاش چند صحبتیں کسی بہانہ اس کو اور مل جاتیں تو بیڑا پار ہو جاتا، دین و دنیا اس کی سنور جاتی۔ الغرض یہ معاملہ یوں رفع دفع ہوا۔ اور یہ ایک واقعہ کیا ہے، کافر حکومت، اور ہندو ریاست میں کھلے عام تبلیغِ اسلام کے "جرم" کے باعث ایسے واقعات تو روز کا معمول بن گئے تھے، حکومت دشمن ہو گئی، باطل پرست آپ کی جان کے پیچھے پڑ گئے، لیکن آپ نے کبھی کسی کی پرواہ نہ کی بغیر کسی خوف و تردد کے شانِ فاروقی کا مظاہرہ کیا اور دشمن کے سینے پر کلمۃ الحق جاری رکھا۔

Marfat.com

(۲)

اس ہی سلسلہ میں ایک آپ کا واقعہ بڑا مشہور ہے جس کو آپ کی بیّن کرامت بھی کہا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ جب اس مردِ کامل نے دِلوں کو فتح کرنا شروع کیا اور بڑے بڑے اُمرا، و رؤسا، اور وُزرا، وسُفرا، کو ایک نگاہ میں راہِ حق پر لگایا اور خدا سے واصل کیا، راجہ کے خاص مصاحبین کو اسلام کے ابدی پیغام کا ہم نوا بنا لیا تو باطل کے صنم کدوں میں ایک کہرام مچ گیا، کفر و شرک کی ریاست میں لرزہ پیدا ہو گیا اور اس صورتِ حال کو دیکھ کر کافروں کے سرداروں میں ایک تشویش پیدا ہو گئی چنانچہ ان کا ایک رُوحانی پیشوا تھا جو راجہ کا بھی گُرو تھا جس کی عظمت اور اہمیت کا ان کے یہاں یہ عالم تھا کہ راجہ جب اس کے پاس آتا تو سب سے پہلے اُلٹا بیٹھ کر اس کے آداب بجا لاتا تھا وہ "گرو" اس وقت کے ریاست الور کے راجہ "جے سنگھ" کو اپنے پاس بلا کر یوں ڈانٹتا ہے کہ "جے سنگھ! ہم تجھ سے ناراض ہیں"۔ راجہ ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے مؤدب کھڑا ہو جاتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ "حضور مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے"؟ وہ کہتا ہے ہاں، اس سے بڑی تیری خطا کیا ہو گی کہ تیرے دیش میں ایک مسلمانوں کا مبلغ ہندوؤں کے دھرم لوٹ رہا ہے اور تو خاموش تماشائی بنا دیکھ رہا ہے، یہ سُنکر جے سنگھ اپنے اس گرو کو جواب دیتا ہے، جواب کیا تھا ایک غیبی تھپیڑ تھا جس نے گرو کو ایسا شرمندہ کیا کہ پھر اس کو دوبارہ یہ بات کہنے کی ہمت نہ ہوئی اور ہمیشہ کے لیے اس کی زبان پر تالے پڑ گئے، جے سنگھ نے کہا کہ حضور اس میں میری کوئی غلطی نہیں اس لیے کہ اس کا مقابلہ مجھ سے نہیں بلکہ آپ سے ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کا رُوحانی پیشوا ہے اور اپنی روحانی طاقت سے دلوں کو فتح کر رہا ہے آپ ہندوؤں کے رُوحانی پیشوا ہیں آپ اپنی روحانی طاقت کا مظاہرہ فرمائیں اور اپنی اس طاقت سے مسلمانوں کو کافر بنائیں۔ ہاں اگر وہ کسی مادی طاقت سے یہ کام کرتا تو بیشک میں اس کا مقابلہ مادی وسائل سے کرتا، لیکن ایسا تو ہے نہیں۔ لہٰذا اس میں میرا کوئی قصور نہیں بلکہ درحقیقت آپ کا قصور ہے۔ رات کو راجہ کے خاص مصاحبین نے حضرت کی اس بیّن کرامت کا مشاہدہ کیا اور صبح حضرت کی خدمت میں آ کر جب یہ پورا واقعہ

Marfat.com

سنایا تو آپ مسکرا دیئے اور فرمایا ہماری مدد وہ رب العالمین نہیں کرے گا تو اور کون کریگا۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی اس آیۃ کے بموجب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو پورا کر دکھایا کہ اِن تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُمْ، کہ تم خدا کے دین کی مدد کرو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا، حضرت نے اپنی تمام زندگی "نصرتِ دین" میں صرف کی تو خدا نے بھی ہر مشکل سے مشکل وقت میں آپ کی مدد اور دستگیری فرمائی۔

اے کریم کارساز و بے نیاز
دائم الاحسان شہ بندہ نواز

(۳)

حضرت کا جنوں پر بڑا قوی تصرف تھا، اور یہ وہی کر سکتا تھا جس کو اللہ نے بڑا مضبوط اور قوی قلب عطا فرمایا ہو، اور جس کو شجاعت اور بہادری کا وصف درِ مصطفےٰ سے ملا ہو، ورنہ ہر کس و ناکس کے بس کی یہ بات نہیں، چنانچہ میرے "عمِ محترم" "محمد احمد" کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک روز حضرت صاحب اہلِ خانہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے "جنوں" کا ذکر فرما رہے تھے کہ آپ کے صاحبزادے محمد احمد جن کی عمر اس وقت صرف ۱۲ سال تھی ان کو بڑا تجسس پیدا ہوا، آپ نے فرمایا اگر چاہوں تو ابھی باہر تمہیں دکھا سکتا ہوں وہ پھر رہے ہیں۔ لیکن مخدومہ نور اللہ مرقدہا نے اس کی سخت مخالفت کی اور حضرت کو اس سے باز رکھا، لیکن محمد احمد کا تجسس کچھ اور بڑھ گیا اور وہ مُصر ہو گئے کہ ان کی کوئی علامت یا نشانی وغیرہ بتائی جائے جس سے وہ ان کو انسانی صُورت میں پہچان سکیں۔ آپ نے فرمایا۔ کل جمعہ کے دِن جو مسجد سے نماز پڑھ کر سب سے پہلے نکلے اسے دیکھ لینا وہی "جن" ہوگا جو انسانی صُورت میں نماز پڑھ کر نکلے گا دوسری روز صبح ہی سے یہ مسجد میں اس کے انتظار میں جا کر بیٹھ گئے، اور نماز کے اختتام پر جو شخص سب سے پہلے نکلا اس کے پیچھے ہو لیے لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص کچھ دُور جا کر یکدم نظروں سے پوشیدہ ہو گیا، اس واقعہ کی ایسی ہیبت ان کے دِل میں بیٹھی کہ اسی وقت ان کو شدید بخار ہو گیا اور یہی بیماری آخر کار ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔

Marfat.com

الغرض خدا کی اس ہیبتناک اور غیبی مخلوق جس کے لیے پوری "سورہ جن" قرآنِ پاک میں موجود ہے، حضرت اس مخلوق کے حالات اور واقعات سے نہ صرف پوری طرح آگاہ تھے بلکہ اس کی رہبری اور ہدایت کے فرائض بھی آپ انجام دیا کرتے تھے۔

ہیبت جلالِ الٰہی

کبھی کسی کو ڈانٹا نہیں، کسی کو جھڑکا نہیں، حتیٰ کہ کبھی کسی سے تلخ لہجہ میں بات تک نہیں کی لیکن بایں ہمہ ہیبت اور رعب کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے کوئی بلند آواز سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ محترم حکیم احمد حسین صاحب کا بیان ہے کہ آپ کی محفل میں جب ہمیں پہلو بدلنے کی ضرورت پیش آتی تو ہم اس کا انتظار کرتے تھے کہ دیکھیے کب حضرت کا رُخ دوسری طرف ہوتا ہے تاکہ ہم پہلو بدل سکیں ؎

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست!
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اصل بات یہی ہے جو اس شعر میں عارف رومی نے فرمائی کہ یہ ہیبت ان گودڑی پوش فقیروں کی نہیں بلکہ یہ ہیبتِ حق ہے جس سے سینوں میں دل کانپ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے چہرہ پر "جلالِ الٰہی" کے آثار دیکھ کر اپنے ہی نہیں غیر بھی لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ زبان زدِ عام ہے۔ کہ جب مسجد ڈھکپوری کو آپ نے آباد فرمایا تو پانچوں وقت اذان کے لیے ایک موذن کا تقرر فرمایا جو "ملا جی" کے نام سے مشہور تھے جب وہ اذان دینے کے لیے اوپر چڑھتے تو برابر والے مکان سے "ٹھاکر" غصہ سے بھرا ہوا نکلتا اور ڈانٹ کر کہتا کہ اتنے زور سے اذان دینے کی ضرورت نہیں ہمارے آرام میں خلل آتا ہے، لہٰذا آہستہ اذان دیا کرو۔۔۔۔ چنانچہ ملا جی نے ٹھاکر کے ڈر کی وجہ سے پست آواز میں اذان دینی شروع کر دی، اسی دوران حضرت کہیں باہر دورہ پر تشریف لے گئے تھے جب آپ کی واپسی ہوئی تو ایک دن آپ مسجد تشریف لائے تو ملا جی کو اس "نرالے" انداز میں اذان دیتا ہوا دیکھ کر فرمایا" ملا جی تمہیں کیا ہو گیا۔ پوری قوت سے اذان دو" ملا جی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی، حضور! زیادہ آواز بلند کروں گا تو ٹھاکر نہیں چھوڑے گا،

Marfat.com

آپ نے فرمایا کیسا ٹھاکر؟ اذان دو اور پوری طاقت سے اذان دو۔ مُلاجی نے جب اللہ کے شیر کو اپنا پشت پناہ دیکھا تو شیر ہو گئے اور پورا زور لگا کر اذان دینی شروع کر دی، جُوں ہی اللہ اکبر کی صدائے دلنواز نے فضاء کو مرتعش کیا، ٹھاکر غصہ سے تلملاتا ہوا باہر نکل آیا لیکن جب اس کی نگاہ مُلاجی کے پاس کھڑے ہوئے اس "اللہ کے شیر" پر پڑی تو یکدم اس کی آتشِ غضب سرد پڑ گئی اور وہ کانپتا ہوا یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ "ارے لالہ جی آپ آگئے" خوب کہا درویش لاہوری نے ؎

دو نیم، ان کی ٹھوکر سے صحرا او دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

مہمان نوازی آپ بڑے مہمان نواز بھی تھے جو مخلصین دُور دراز سے آتے اور یہیں قیام کرتے ان کے لیے گھر سے باقاعدہ کھانا آتا تھا۔ جبکہ اپنے پیرخانہ یا سرہند وغیرہ سے آنے والے علماء و صوفیاء اور پیرانِ باصفا کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے، عمدہ سے عمدہ کھانے تیار کرائے جاتے، کمروں کی صفائی کرائی جاتی، نئے قالین نکال کر بچھائے جاتے، اور آخیر میں ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ ان کو رخصت کیا جاتا تھا غرضکہ ہر خاص و عام کی خاطر داری اور تواضع میں آپ کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے تھے۔

نفاست پسندی آپ کی طبیعت بڑی نفاست پسند تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہر فعل اور ہر ادا سے نفاست ٹپکتی تھی، لباس اگرچہ پُرشکوہ نہ تھا لیکن انتہائی صاف اور سُتھرا ہوتا تھا، باوجود پان نوش فرمانے کے کبھی کسی نے آپ کے لباس پر پان کا ایک دھبہ تک نہیں دیکھا، نہ در و دیوار اور فرش کو کبھی آلودہ دیکھا آپ کے حجرہ مبارک میں سلیقہ سے رکھی ہوئی ہر چیز صاف شفاف فرش، ترتیب سے رکھی ہوئی کتابیں غرض ہر چیز آپ کی نفاست پسند طبیعت کی غماض تھی حضرت مولٰنا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ جب ایک بار کسی جلسہ میں شرکت کے لیے الور تشریف لائے تو کمرہ میں داخل ہوتے ہی جب آپ کی نظر انتہائی سلیقہ اور خوبصورت ترتیب سے رکھی ہوئی کتابوں پر پڑی تو آپ اس دلکش نظارہ سے مسحور ہو کر بجائے صدر مقام پر

Marfat.com

بیٹھنے کے لطف اندوز ہونے کے لیے وہیں دروازہ کے پاس رونق افروز ہو گئے اور فرمایا کہ اس حسین اور نفیس منظر کا صحیح لطف اس مقام سے حاصل ہو رہا ہے۔

سُبحان اللہ! اس نفاست پسند طبیعت کی داد جس خوبصورت انداز سے آپ نے دی ہے وہ ایک نفیس کا ہی کام ہو سکتا ہے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر آپ کی نفاست پسندی کا اور کیا ثبوت ہو گا کہ آپ نے اپنے آئینۂ دل کو ایسا صاف کیا کہ "تعلقات ماسوا اللہ" کی کوئی "الآئش" باقی نہ رہی۔ لیکن دیکھیے اقبال اس "تعلق" کو "آرائش" کہہ کر کس خوبصورتی سے اپنے اس شعر میں اس کی نفی کر رہا ہے۔

صفائے دل کو کیا آرائشِ رنگ تعلّق سے
کف آئینہ پر باندھی ہے اُو نادان حنا تو نے!

یہی وجہ تھی کہ آپ کسی ناموزوں حرکت کو دیکھ کر ملول ہو جاتے تھے اور کسی مناسب بات کو دیکھ کر فرحت و مسرت کا اظہار فرماتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی چھوٹی صاحبزادی عائشہ بیگم اپنے کپڑے صندوق میں بڑے حسنِ ترتیب کے ساتھ رکھ رہی تھیں، حضرت کا اِدھر سے گزر ہوا تو اس سلیقہ مندی کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور ان کی بڑی تعریف فرمائی۔

شوقِ کُتب بینی

انسان کی خلوت و تنہائی کا بہترین ساتھی اور دوست "کتاب" ہے، خیر جلیسِ فی الزمان کتاب (متنبّی) اس کے جہاں بے شمار فوائد ہے وہاں یہ بھی ہے کہ وہ بڑے بڑے انبیاء و اولیاء، صُلحاء و نجباء جو ہم سے پہلے گزر گئے یہ "کتاب" ایک طرح سے ہم کو ان کی صحبت اور معیت سے ہم کنار کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اوائلِ عمر سے کتب بینی کا شوق ہوا اور وہ آخیر عمر تک برابر جاری رہا۔ اوراد و وظائف اور اپنے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد "مطالعہ کتب" کا اہتمام فرمایا کرتے تھے عصر اور عشاء کے بعد آپ اپنی کتب خانہ میں سے کوئی نہ کوئی کتاب لے کر اس کا مطالعہ ضرور فرماتے تھے، عموماً تصوف و اخلاق کی کوئی کتاب آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ اچھی سے اچھی کتابوں کے جمع کرنے اور ان کے

Marfat.com

مطالعے کا آپ کو کس قدر شوق تھا اس کا اندازہ ان لوگوں کو بخوبی ہے جنہوں نے آپ کا "کتب خانہ" اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جہاں ہر علم کی کتابیں موجود تھیں، ایک سے ایک قیمتی نسخہ، نادر و نایاب قلمی رسالے، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ رسائل، پچاس ساٹھ کے قریب صرف تفاسیرِ قرآن، کتبِ احادیث کے متعدد شروح فقہ اور اصولِ فقہ کی مستند اور ضخیم کتابیں، درسی اور غیر درسی کتابوں کے شروح و حواشی، الغرض نایاب کتابوں کا یہ عظیم الشان ذخیرہ اپنی مثال آپ تھا ——

حضرت کے کچھ مکتوبات جو اس وقت ہمارے پاس ہیں ان سے بھی آپ کے اس شوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً میاں عبدالحفیظ غوری صاحب" جو مجسم اخلاص تھے اور حضرت کو جن سے بے حد محبت تھی، ان کو ایک مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

تاریخ طبری کی قیمت اول دریافت کراؤ، فارسی میں جو ہے اس کی کیا قیمت ہے، اور دوسری کتاب کشف الظنون، ان دونوں کتابوں کی اول قیمت دریافت کرو اور ہم کو اطلاع دو، پھر جیسا تم کو لکھا جائے عمل کرنا۔

"انہی" کو ایک اور مکتوبِ گرامی میں تحریر فرماتے ہیں ——

جس کا نام "عمل الیوم واللیلۃ" ہے نہیں آئی، باقی سب آگئیں۔

غوری صاحب کو ایک کتاب کے بارے میں مغالطہ ہو گیا تو اس کا ازالہ کرتے ہوئے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں

"آپ کو زبانی بھی بتلا دیا تھا اور خطوں کے اندر بھی لکھ دیا ہے کہ نام مشترک ہے ایک تفسیر مواہب الرحمٰن ہے اور ایک مواہب الرحمٰن فقہ کے اندر ہے جو فقہ کے اندر ہے وہ عربی میں ہے اور جو اردو میں ہے وہ ہرگز مطلوب نہیں" اگر آپ نے منگالی ہے تو اس کو واپس کرو اور بجائے اس کے عربی فقہ کی کتاب مواہب الرحمٰن طلب کرو اور وہ بھی جب خریدو کہ اول قیمت سے اطلاع دو"۔

استغنی اور بے نیازی | "شانِ استغنا اور بے نیازی" جو حقیقت میں ایک مردِ خدا

کی علامت اور نشانی ہوتی ہے وہ حضرت میں کامل طور پر موجود تھی، حضرت کی سوانح اقدس میں ہمیں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے آپ کی بے نیازی اور استغنیٰ کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۱)

مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ راؤ یوسف علی خان صاحب جو ایک بہت بڑے جاگیردار تھے اور یہی نہیں بلکہ ان کا شمار رئیس الور کے اتالیق میں ہوتا تھا، انھوں نے اپنے شاہی محلات میں حضرت کو آنے کی دعوت دی اور باقاعدہ حضرت کو لانے کے لیے ایک اپنا خصوصی قاصد بھیجا، لیکن فقیری میں شاہی کرنے والے اس گلیم پوش اور بوریہ نشین فقیر نے نواب صاحب کو ایک پرچہ پر یہ جواب لکھ کے بھیج دیا کہ:

"نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ وَبِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ"

یعنی اچھا ہے وہ امیر جو فقیر کے آستانہ پر آتے اور بُرا ہے وہ فقیر جو کسی امیر کے دروازہ پر جاتے[1]

شاید بے نیازی کی ایسی شان رکھنے والے فقیرانِ باخُدا کے لیے اقبال نے کہا تھا ؎

نگاہ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے!
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

ایک وہ لوگ ہیں "جو فقیری و پیری" کا لبادہ اوڑھتے ہیں اور اغنیاء کے دروازوں پر بھیک مانگتے پھرتے ہیں ایک یہ فقیرِ راہ نشین ہے جو ہزار دعوتوں پر بھی ان کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ حقیقت میں "شانِ فقر ہی یہ ہے اس لیے کہ۔

فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی!
بہا میری نوا کی دولت پرویز ہے ساقی!

---

[1] ضیائے حرم، شمارہ دسمبر ۱۹۷۵ء، ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

Marfat.com

(۲)

اس ہی طرح "نواب صاحب ٹونک" نے بھی اس پیکرِ استغنیٰ کو اپنے بنگلہ پر بُلانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اس کوہِ استقامت کو اس کی کُٹیا سے اُٹھا کر اپنی کوٹھی میں نہ لا سکے۔

ع شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی

(۳)

یادِ مولیٰ میں مست رہنے والے اس فقیر نے اگرچہ کبھی امیر و کبیر کے دروازہ پر جانا پسند نہیں کیا بلکہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

" امراء کے دروازوں پر جانا فقراء کی شان نہیں" لیکن اگر کوئی امیر ارادت اور عقیدت لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو دھتکارا بھی نہیں بلکہ اس کی قدر کرتے ہوئے اس کی حیثیت کے مطابق وہی سلوک کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صاحبِ حیثیت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اگرچہ اس کی امارت کے باعث اس کے لیے کوئی خاص امتیازی اہتمام نہیں ہوتا تھا لیکن شفقت و محبت وہ ہی ہوتی تھی جو ایک عام آدمی کے ساتھ آپ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک روز خبر آئی کہ ایس۔ پی۔ اسٹیٹ الور جناب علی محمد صاحب حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہو رہے ہیں، وہ زمانہ گرمی کا تھا حضرت نے فرش اُٹھانے اور ٹٹیاں لگانے کا حکم دے دیا تھا، ان کے آنے کی اطلاع عین اس وقت ملی جب فرش اُٹھائے جا رہے تھے،

کسی نے عرض کیا کہ فرش موجود ہیں اگر حکم ہو تو اس کو فوراً بچھا دیا جاتے۔ آپ نے اپنی اسی شانِ بے نیازی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس وقت کوئی غریب آتا تو فقیر اس سے اسی فرشِ زمین پر ملتا لہٰذا اُن سے بھی فقیر اسی فرشِ خاک پر ملے گا۔" حقیقت میں مساواتِ محمدی کا درس دینے والی حضورؐ کے غلاموں کی یہ بارگاہیں تھیں جہاں امیر و غریب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا جہاں عزت و عظمت کا معیار دولت

Marfat.com

امارت نہیں تقویٰ وطہارت ہوتا تھا۔ بہرحال عمدہ قالینوں اور ریشم وحریر کے فرشوں پر بیٹھنے والا اس درویش کی بارگاہ میں حاضر ہو کر "فرشِ خاک" پر بیٹھنے کے بھی مزے لوٹتا ہے اور "ذکرِ خدا اور رسول" کی دولت سے اپنے دامن کو بھر کے شاد کام واپس ہوتا ہے۔

خاکی دلوزی نہاد، بندۂ مولیٰ صفات!

ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

(۴)

اس ہی طرح حاکمِ اپیل جناب بہرام خانصاحب سیشن جج جناب جسٹس وین محمد صاحب مجسٹریٹ کرتپوری جناب الیاس حسین صاحب، جناب ایڈووکیٹ محمد جمیل صاحب اور ان کے علاوہ بہت سے جج، وکلاء، امراء، بصد عجز ونیاز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بلا امتیاز محفل میں جس مقام پر جگہ مل جاتی وہیں بیٹھ کر "ذکرِ حبیب" سے لذت یاب ہوتے اور حضرت کی توجہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تمام حاضرین کی طرف یکساں ہوتی اور انوار ورحمت کی بارش سب پر برابر برستی پھر ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس سے مستفید ہوتا تھا۔

(۵)

آج کل لوگوں نے "پیری مریدی" کو ایک پیشہ بنالیا ہے، معاذ اللہ اس کارِ نبوت کو "کاروبار" سمجھ کر کیا جانے لگا ہے، پیر کی نظر ہر وقت مرید کی جیب پر لگی رہتی ہے لیکن خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس منصب کو منصبِ نبوت سمجھ کر قبول کیا، اور "کارِ نبوت" جان کر اس کو ایسے استغناء اور بے نیازی کے ساتھ انجام دیا کہ حرص و ہوس کا شائبہ تک نہ آنے دیا۔ یوں تو اس پر ہزاروں واقعات شاہد ہیں مگر ایک تحریری واقعہ پیش ہے۔ حضرت اپنے ایک مخلص جناب عبدالحفیظ غوری صاحب جو اس وقت احمد آباد میں مقیم تھے ان سے وقتاً فوقتاً کتابیں منگاتے تھے، ایک مرتبہ غوری صاحب نے کتاب کے پیسے نہیں لیے بلکہ وہ اپنی طرف سے پیش کر دی اس کے بعد حضرت نے ان کو کسی کتاب کے لیے نہیں لکھا حالانکہ ایک مرتبہ حضرت صاحب کو ایک کتاب

Marfat.com

کی ضرورت پیش آئی اور جب عزری صاحب کو اس کے متعلق معلوم ہوا تو انہوں نے اس کا نام معلوم کرنے کے لیے اصرار کیا جس پر حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

"فقیر اب تکلیف دینا دوسری کتاب کے متعلق نہیں چاہتا، ہاں! ایک شرط سے، بار بار کے تقاضے پر نام کتاب درج کرتا ہوں کہ آپ اوّل قیمت سے اطلاع دیں۔"

وہ کتاب اوّل "جواہر التفاسیر" ہے اور اگر یہ نہ ملے تو "طحاوی شریف" ہے۔

اللہ اللہ! کیا شانِ استغنا ہے کہ وہ اصرار کر رہا ہے کتاب کو "ہدیۃً" دینے پر اور حضرت مُصر ہیں اس کو قیمتاً لینے پر، اور کتاب کے قبول کرنے کے لیے شرط لگا رہے ہیں "قیمت بتانے کی" تاکہ وہ زیر بار نہ ہونے پاتے، اس ہی طرح عزری صاحب ہی کو ایک اور مکتوبِ گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم کو مواہب الرحمٰن صرف وہ مطلوب ہے جو فقہ کے اندر ہے۔ اوّل اس کی قیمت معلوم ہونی چاہیئے۔ علینی کی طرح بلا دریافت قیمت خریدتے نہ ہونا، اوّل ہم کو اس کی قیمت سے جو بمبئی والا لکھے اطلاع دو۔ اس کے خلاف مت کرنا۔"

اس مکتوب شریف میں بھی "اس کے خلاف مت کرنا" کا لفظ خاص طور پر قابلِ غور ہے جو اس معاملہ میں حضرت کے سخت رویہ پر دلالت کر رہا ہے۔

(۶)

ایک مرتبہ حضرت الور سے سرہند شریف حضرت امامِ ربّانی مجدد الفِ ثانی رح کے عرسِ مُقدس میں شرکت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، اسٹیشن تک کے لیے تانگہ منگوایا، اتفاق سے تانگہ ایسا مِلا جس کا کوچوان حضرت کا ارادت مند تھا اس نے

Marfat.com

بغیر سیا د منہ طے کیے آپ کو بٹھا لیا، تھوڑی دُور چل کر اپنے خادم ٹھیکیدار محمد اسماعیل سے دریافت فرمایا کہ "تم نے کتنے پیسے طے کیے ہیں" ٹھیکیدار نے عرض کیا "حضور! جو مناسب ہو دا وہ دے دیں گے"، یہ سُنکر آپ نے تانگہ رکوایا اور فوراً اس سے نیچے اُتر گئے، اور تمام سامان اتروا دیا، کوچوان حیران و پریشان ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا کہ حضور کیا بے ادبی ہو گئی جو آپ میرے تانگہ سے اُتر گئے، آپ نے فرمایا تم نے پہلے پیسے کیوں نہیں طے کیے، اس نے عرض کی حضرت! یہ آپ ہی کا تانگہ ہے آپ سے میں کیا لوں گا! - فرمایا نہیں! پہلے پیسے بتاؤ تب تمہارے تانگہ میں بیٹھیں گے ورنہ نہیں چنانچہ اس زمانہ میں شاید ۴ یا ۵ آنے کرایہ کے ہوتے تھے۔ پہلے دو طے کیے اس کے بعد آپ اس میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ ہے وہ "بے نیازی" کی مثال کہ مرید اور مخلص پر "چار آنہ" کا بوجھ بھی آپ نے ڈالنا پسند نہیں فرمایا ؎

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی!

کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

دراصل ان غلامانِ مصطفےٰ میں یہ بے نیازی کا فیضان ان کے اس بے نیاز آقا کا ہے جس کی شانِ استغنیٰ کو علامہ بوصیری اپنے اس شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں ؎

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ

عَنْ نَفْسِهِ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمٍ

فرماتے ہیں کہ سونے کے بڑے بڑے پہاڑوں نے میرے آقا کو اپنی طرف مائل کرنے کی ہزار کوششیں کیں لیکن آپ نے ان کو ٹھکرا کر اپنی بلند ہمتی اور اعلیٰ ظرفی کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ عقلیں دنگ رہ گئیں۔ یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کو ترمذی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مکہ کے پہاڑوں کو سونے اور چاندی کا بنا کے میرے روبرو کرنا چاہا مگر میں نے اس کی بارگاہ میں عرض کیا! اے میرے رب! مجھے اس میں سے کسی کی حاجت نہیں مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں اور ایک روز بھوکا رہوں تو تیری جناب میں تضرع و زاری کروں۔ اور سونے کے پہاڑوں کی کیا حیثیت ہے؟ اس آقا کی شان تو یہ ہے کہ جب

Marfat.com

شبِ معراج اپنے پاس بُلا کر اللہ ربُّ العزت اپنے محبوب سے فرماتا ہے "اَنَا وَ اَنْتَ وَ مَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ" میرا مقصود تیری ذات ہے اور سب کچھ مَیں نے تیرے لیے پیدا کیا ہے۔ تو یہ محبِ بے نیاز جواب میں عرض کرتا ہے۔ "اَنْتَ وَ اَنَا وَ مَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ" کہ میرا مقصود صرف تیری ذات ہے باقی سب کچھ تیرے نام پر نثار کرتا ہوں، تو جو ذات اپنے "مطلوب و مقصود" کے آگے تمام کائنات ارضی وسماوی کو یا تے حقارت سے ٹھکرا دیتی ہے، اس کے غلام کب اس کی ٹھکرائی ہوئی چیز کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ سکتے ہیں؟

میرا نشیمن نہیں درگہِ میر و وزیر
میرا نشیمن بھی تُو، شاخِ نشیمن بھی تُو!

غُربا پروری

غریبوں اور مسکینوں کے دِل اپنی غربت و افلاس کے باعث پہلے ہی زخموں سے چُور ہوتے ہیں جو ذرا سی بے پرواہی اور رایذا رسے اور بھی لہولہان ہو جاتے ہیں، یہی وہ آزردگی اور بے چارگی ہے جو تقرب الی اللہ کا باعث ہے، جیسا کہ حدیث قدسی ہے "اَنَا عِنْدَ مُنْكَسِرَةِ الْقُلُوْبِ"، اللہ ربُّ العزت فرماتا ہے کہ مَیں انہی ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں۔ اس ہی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں دُعا فرماتے تھے کہ: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِىْ مِسْكِيْنًا وَّ احْشُرْنِىْ فِىْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔ اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین بنا کر مار اور کل قیامت کے دن مساکین اور غربا کے زمرہ میں اُٹھا۔ اقبال خوب کہتا ہے۔

تُو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ!
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

یہی وجہ تھی کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ غربا۔ اور مساکین کا بڑا خیال فرمایا کرتے تھے آپ کی کوئی ادا یا کوئی اشارہ ایسا نہیں ہوتا تھا جس سے ان کے دِل کو ٹھیس پہنچے اور ان کی آزردگی خدا کے غضب اور ناراضگی کا باعث بنے، بلکہ آپ ہر طرح سے ان کی دلجوئی فرما کر

Marfat.com

خدا اور خدا کے حبیب کی رضا اور خوشنودی کے طالب رہتے تھے۔ ہندوستان میں ایک مقام ہے "کوئٹہ" جب آپ وہاں احباب کے اصرار پر تشریف لے گئے تو وہاں کے انسپکٹر پولیس جناب میر احسان علی صاحب نے حضرت کو اپنے یہاں قیام کرنے پر مجبور کیا اگرچہ اس "میر اور امیر" کے عالیشان مکان میں رہنے سے اس فقیر کی طبیعت ناخوش تھی لیکن ان کے پیہم اصرار کے باعث آپ نے ان کے یہاں قیام منظور فرمالیا۔ امیروں کو یہ کب گوارا کہ غرباء اور فقراء ان کے گھر میں آئیں چنانچہ جو کم حیثیت شخص حضرت سے ملاقات کے لیے آتا اس کو دروازہ سے ہی بھگا دیا جاتا، ایک روز ایک دھوبی بہزار منت وسماجت حضرت کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، اپنی دکھ بھری کہانی سنا کر حضرت کو اپنے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دے دی جس کو حضرت نے فوراً منظور فرمالیا، یہ دیکھ کر میر صاحب بڑے طیش میں آئے کہ اول تو اس کی یہاں تک رسائی کیسے ہوئی اور اگر ہو بھی گئی تھی تو اس کو یہ جرأت کیسے ہوئی، اور پھر حضرت نے اس کی جھونپڑی میں جانا منظور فرما کر تو میری ناک ہی کاٹ دی ابھی وہ اپنی اس بے عزتی اور حضرت کے اس "غریب نواز" رویہ پر کچھ برہمی اور کچھ شرمندگی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ غور وفکر کر ہی رہے تھے کہ حضرت نے ان کے تکبر اور انا کے علاج کے لیے یہ ارشاد فرما کر اور بھی ان کو حیران و پریشان کر دیا کہ۔

جناب میر صاحب! کل اس دعوت میں ہمارے ساتھ آپ کو بھی چلنا ہوگا۔

اگرچہ حضرت کا یہ ارشاد ان کے لیے ایک "تلخ جام" سے کم نہ تھا لیکن ان کی صحت یابی کا راز بھی اس ہی جام میں مضمر تھا، آخر بجبر و اکراہ طبیب روحانی کے ہاتھ سے ملا ہوا جام انہوں نے پیا اور حضرت کے ساتھ چلنے کا اقرار کرلیا۔ دوسرے دن جب وہ حضرت کی معیت میں اس غریب مگر خلوص ومحبت سے معمور سادہ دل انسان کے گھر پہنچے تو دوا اپنا اثر دکھا چکی تھی، "انا" کا بت پاش پاش ہوگیا تھا اور "خودی وتکبر" کا شیطان دم توڑ چکا تھا چنانچہ جب اس غریب کے اخلاص ومحبت کے عجیب عجیب مظاہر دیکھے تو وہ بہت متاثر ہوئے، اس کے پاس عمدہ عمدہ قالین نہ تھے، ہاں پھٹے پرانے کپڑے ضرور

Marfat.com

تھے جو اس نے دُور تک حضرت کے استقبال کے لیے بچھا دیئے تھے، کھانے میں قورمہ یا مُرغ پلاؤ نہ تھا البتہ "بڑیوں" کا سالن تھا جو اس نے اپنے مہمانوں کے آگے رکھ دیا، سب نے خُوب کھایا آخیر میں حضرت نے دُعائے برکت کی اور اس کے بعد میر صاحب سے پُوچھا کہئیے کچھ مزا آیا؟ اخلاص و مودّت کا پہلی بار مزا چکھنے والے کی زبان سے بے اختیار نکل پڑا کہ حضرت آج اس "بڑیوں" کے سالن میں وہ مزا آیا ہے جو بڑے بڑے عمدہ اور لذیذ کھانوں میں کبھی نہیں مِلا۔

یہ ہیں وہ طبیب رُوحانی جو ان باطنی اور اخلاقی امراض کے باعث جاں بلب مریضوں کا اس طرح علاج فرمایا کرتے ہیں کہ پھر وہ "عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ہَوْنًا" کے مصداق ہو کر خُدا کے محبُوب بنجاتا ہے ــــــ اور یہ "انا" کی بیماری اور "نخوت و غرور" کا مہلک مرض سوائے ان درویشوں کے آستانوں کے اور کہیں ختم نہیں ہو سکتا۔ غالب نے اس موقعہ پر خُوب کہا ہے

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

(۲)

اس ہی طرح الور میں ایک شخص نے اس اقلیمِ ولایت کے تاجدار کو اپنے غریب خانہ پر مدعو کیا دعوت قبول کر لی گئی۔ کچھ دیر بعد الور کے بہت بڑے جاگیردار راؤ یوسف علیخاں جو ممبر کونسل بھی تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے یہاں چلنے کی دعوت دی جسکو یہ کہہ کر حضرت نے رد فرما دیا کہ ہم پہلے ہی ایک دعوت منظور کر چکے ہیں یہ سُنکر ان کے دل میں تجسس پیدا ہوا کہ مجھ سے بڑی وہ کون سی عظیم شخصیت ہے جسکی دعوت کو میری دعوت پر ترجیح دی گئی ہے جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک معمولی پانی بھرنے والے "سقہ" کی دعوت ہے، تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی "سقہ" کا اتنا اعلیٰ مقام اور مرتبہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن انہیں کیا معلوم کہ یہاں غریب مسکین اور غلام کا یہ بلند رتبہ ہوتا ہے کہ دُنیا کا عظیم فرمانروا جسے یورپ جنرل عمر کے نام سے یاد کرتا ہے وہ "فاروقِ اعظم" ایک ادنیٰ غلام، بلال حبشی کو "آقا، آقا"

Marfat.com

کہہ کے پکارتے ہیں، جب آپ سے کہا گیا کہ یہ ادنیٰ غلام ہے اور آپ امیرالمومنین ہیں پھر اس کو "آقا" کیوں کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی تو دیکھو وہ غلام کس کا ہے؟ ارے وہ مصطفےٰ کا غلام ہے اور جو ان کا غلام ہے وہ ہمارا آقا ہے لسان الغیب حافظ شیرازی اس مضمون کو اپنے انداز میں یوں ادا کرتے ہیں ؎

زبادشاہ وگدا فارغم بحمداللہ
گدائے خاک در دوست پادشاہِ من است

نیز حضرت نے ہر موقعہ پر ان شکستہ قلوب کی دلجوئی کا خیال رکھ کے، اپنے مرشد حضرت شاہ محمد مسعود دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت پر بھی کامل طریقہ سے عمل کر دکھایا جو انہوں نے آپ کو اجازت نامہ کے اخیر میں تحریر فرمائی تھی۔

ظرافت وخوش طبعی

لطیف ظرافت اور علمی مزاح سے حضرت کی محفل کشتِ زعفران رہا کرتی تھی، اچھے اور عمدہ مذاق کو آپ نے کبھی شانِ درویشی کے خلاف نہ سمجھا اور نہ کبھی اپنے بزرگانہ وقار کے منافی جان کر اس سے اعراض کیا بلکہ علمی اور تصوف و اخلاق کی اعلیٰ گفتگو کے ساتھ ساتھ ظرافت اور خوش طبعی سے اہلِ مجلس کو ہمیشہ نشاط آور اور کیف بار رکھا، چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وکیل محمد جمیل صاحب جنہوں نے حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اور جن کا اصلی نام "جانکی پرشاد" تھا، ان کا یہ دستور تھا کہ ہر سال عید کے موقعہ پر قربانی حضرت کے پاس کیا کرتے تھے، ایک سال وہ حسبِ دستورِ قدیم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ "حضور! میری قربانی آج ہوگی یا کل"؟ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ "آپ کی قربانی نہ آج ہوگی اور نہ کل، ہاں البتہ آپ کے بکرے کی کل قربانی ہوگی۔"

یہ سن کر تمام حاضرینِ محفل ہنس پڑے۔

حضرت کی ظرافت کی ایک یہ بھی خوبی ہوتی تھی کہ آپ کا "مذاق" علمی اور ادبی ذوق لیے ہوئے ہوتا تھا، نیز مذاق ہی مذاق میں حقیقت بھی آشکارا ہو جاتی تھی۔ مثلاً ایک مرتبہ چند احباب نے مل کر سیر و تفریح کا پروگرام بنایا، مفتیٔ اعظم حضرت محمد مظہر اللہ شاہ صاحب

Marfat.com

دہلوی، شیخِ وقت حضرت شاہ محمد محمود صاحب الوری اور چند خاص خاص اور باذوق احباب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں سیر کے لیے روانہ ہو گئے۔ "جمنا" کے کنارے جب پہنچے تو سب لوگ اُتر پڑے اور کچھ دیر کے لیے وہیں بیٹھ گئے، وہاں کنارے پر کچھ "چیونٹے" جا رہے تھے جن کا رُخ حضرت شاہ محمد محمود صاحب کی طرف تھا۔ مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحب کو ظرافت کا ایک موقعہ مِل گیا، فرمایا کہ ان "چیونٹیوں" کو آپ سے بڑی محبت ہے۔ اس ہی لیے یہ سب آپ کی طرف آ رہے ہیں —— اس ظرافت اور مزاح میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حصہ لیتے ہوئے ایک شعر پڑھ کے نہ صرف اس مزاح میں ایک علمی اور ادبی رنگ بھر دیا بلکہ اس کا رُخ حقیقت کی طرف پھیر دیا۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، بقول شاعر ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آیند!

گویا آپ نے بڑی لطافت سے یہ ظاہر فرما دیا کہ یہاں کوئی نہ کوئی شیرینی اور مٹھاس ہے جب ہی تو اس طرف کھنچے جا رہے ہیں۔

سُخن فہمی و سُخن سنجی

شعر و اشعار کہنے کی آپ کو عادت نہ تھی مگر آپ کی شاعرانہ طبیعت کو عمدہ، نفیس اور دقیق کلام سے بڑا لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اساتذہ وقت کے بے شمار اشعار آپ کو ازبر یاد تھے جنھیں آپ اثنائے گفتگو موقعہ پر چسپاں فرما کے پوری محفل کو پُر بہار کر دیا کرتے تھے، اس سلسلہ کا ایک واقعہ تو ابھی ظرافت کے عنوان کے تحت گزرا، ایک یہ واقعہ بھی قابلِ غور ہے۔ حضرت کے ایک مخلص کپتان لیسین خاں صاحب نے اپنا مکان بدل لیا، اور حضرت کی خدمت میں افسوس کرتے ہوئے حاضر ہوئے کہ پہلے میرے مکان سے حضور کا دولتکدہ بہت قریب تھا لیکن اب افسوس میں نے جو نیا مکان لیا ہے اس سے وہ بہت دُور ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت نے برموقعہ یہ شعر پڑھ کے اہلِ ذوق کو محظوظ کر دیا کہ ؎

خانۂ یار کا کیا تجھ کو بتاؤں میں پتہ
جیسا مشتاق ہو نزدیک بھی ہے دُور بھی ہے

Marfat.com

(۲)

ایک مخلص حضرت کی خدمت میں ایک روز اجازت لینے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ "جبلپور" میں ایک روزگار کی صورت نکل آئی ہے آج دوپہر کی گاڑی سے وہاں جانے کا ارادہ ہے، حضرت اجازت عطا فرمائیں۔ آپ نے اس کو دعائے برکت وسلامتی دی اور اس کو رخصت فرما دیا، اس کے چلے جانے کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کہ روزی بھی کیا چیز ہے جس کی خاطر انسان اپنا گھر اپنا وطن اپنے دوست احباب سب چھوڑ دیتا ہے، اس کے بعد آپ نے موقع کی مناسبت سے یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

بوقتِ لقمہ خوردن اے عسرت گفت ، لبھائم ..
کہ روزی مے کند از ہم جدا یارانِ ہمدم را

(۳)

محفل میں علمی نکات کے جام لٹ رہے ہیں۔ فرمایا تم لوگ آدمی ہو، یعنی تم کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نسبت کی وجہ سے "آدمی" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اب صفت بھی آدم علیہ السلام کی ہی اپنے اندر پیدا کرو اور ان کی صفت یہ ہے کہ جب ان سے لغزش ہوئی اور خطاء کا ظہور ہوا تو بڑے نادم و پریشان ہوتے اور رو رو کر خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے معافی طلب کی، اور اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے اس بارگاہِ صمدیت میں بڑی ندامت اور شرمندگی کے ساتھ یوں عرض کناں ہوئے کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ــــ رحمتِ الٰہی جوش میں آتی ہے، ساری خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور ان کو اپنا مقرب بنا لیا جاتا ہے، ایک شیطان ہے، وہ بجائے معافی کے اور سرکشی و تمرد کا اظہار کرتا ہے تو اس بارگاہ لم یزل سے نکال دیا جاتا ہے، صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ عاجزی و انکساری شرم و ندامت کے باعث آدم علیہ السلام "مرحوم" ہوئے اور سرکشی و تمرد کے باعث شیطان "مرجوم" ہوا۔ لہٰذا تم سے بھی اگر کوئی غلطی اور خطاء ہو جائے تو سرکشی اختیار نہ کرنا کہ یہ شیوہ شیطان ہے بلکہ ندامت اور طلبِ مغفرت کا راستہ اپنانا کہ یہ طریقہ آدم ہے۔ اور جس میں

Marfat.com

آدمیت نہیں وہ آدمی ہی کیا؟ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

آدمی را آدمیت لازم است!

گر نہ داری بوئے صندل ہیزم است

(۴)

ایک خادم نے نیا گھوڑا خریدا تھا، حضرت کی بارگاہ میں ملاحظہ کے لیے اس کو لایا تاکہ حضرت کی نظر اس پر بھی پڑ جائے، وہ خاص وقت تھا ایسی نظر ڈالی کہ نیم کا چکر کاٹنے لگا ایک نظر نے اسے ایسا دیوانہ کیا کہ اچھلتا کودتا سر دھننے لگا، فرمایا، تم نظر کے لیے لائے تھے نظر ڈال دی اور پھر یہ مصرعہ پڑھا ع

دیوانہ شود ہر کہ بہ بیند رُخِ ما!

(۵)

یہ ذوق حضرت نے صرف اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے اہلِ خانہ کو بھی اس کا آشنا بنایا، اس سلسلہ میں آپ کا یہ طریقہ تھا کہ رات کو کھانے کے بعد جب اہل وعیال کے ساتھ تشریف فرما ہوتے یا عشاء کے بعد بستر پر آرام فرمانے کے لیے لیٹتے تو سب بچے جو آپ کے ارد گرد جمع ہوتے ان کو آپ کوئی ایک موضوع دے دیتے مثلاً زلف، رخ، نگاہ، فقر، تواضع وغیرہ وغیرہ، اور فرماتے کہ اس پر مختلف اشعار سناؤ پھر خود سناتے حتیٰ کہ بعض دفعہ ایک ہی موضوع پر بڑے بڑے اساتذہ وقت کے بیسیوں اشعار ایک ہی نشست میں آپ زبانی سنا دیا کرتے تھے، اور پھر ان اشعار کے مابین فرق اور اس کے باریک رموز و اشارات کو بیان فرما کر ذہنوں کو جلا عطا کرتے تھے۔ بعض دفعہ شعرائے وقت کے کلام پر بڑی عالمانہ اور شاعرانہ بحث فرمایا کرتے تھے جس میں ہر شاعر کے مخصوص طرز اور اسلوب کو بھی آشکارا فرماتے تھے۔

(۶)

اگرچہ آپ نے کبھی خود شعر نہیں کہے لیکن حرمین شریفین جانے سے قبل ایک روز جب یادِ محبوب نے بہت ہی تڑپایا اور "فراقِ یار" کے غم نے کسی کل چین نہیں لینے دیا تو

Marfat.com

نعت شریف

لو خبر جلد یا نبی دل کی ✤ کس پہ ظاہر کروں لگی دل کی

کوئی بھی دل لگی نہیں دل کی ✤ کس طرح سے بجھے لگی دل کی

کیا سبب ہے بلا سبب تو نہیں ✤ آج جو بڑھ گئی ہے دبی دل کی

کچھ تو بہرِ خدا دوا کیجے ✤ حد سے زیادہ ہے بیکلی دل کی

کوئی تو پوچھے کیوں گئی کُملا ✤ کل تو اچھی تھی یہ کلی دل کی

جلد منظور کو بلا لیجے ✤ تا کہ دب جائے یہ لگی دل کی

حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ انور کا لکھا ہوا آپ کا وہ پہلا اور آخری "کلام" جسے عالمِ جذب و مستی میں آپ کی طبیعت نے موزوں کرکے زبان پر جاری کر دیا۔

Marfat.com

وہ "یاد" ایک نالۂ موزوں بن کے بے اختیار زبان پر جاری ہو گئی ——

سچ کہا اقبال نے :

سکوتِ شام جدائی ہوا بہانہ مجھے

کسی کی یاد نے سکھلا دیا ترانہ مجھے!

حضرت کا وہ کلام خود آپ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا ہمیں آپ کی ایک ذاتی ڈائری میں مل گیا، لہٰذا اس کا عکس ناظرین کے ذوقِ جمال کی خاطر پیش کیا جا رہا ہے۔

تحمل و بُردباری حضرت کی ذات صبر و استقلال کا مجسمہ، تحمل و بردباری کا پیکر، "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" کی سچی تصویر اور "وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ" کی عملی تفسیر تھی ——

حضرت کے مرغِ شہرت کی پرواز جب ملک کی فضاؤں سے نکل کر بیرونِ ملک تک پہنچ گئی تو حاسدوں سے آپ کی رفعت و بلندی دیکھی نہ گئی اور وہ آپ کے دشمن ہو گئے، رات دن آپ کی عیب جوئی میں مصروف رہنے لگے، اٹھتے بیٹھتے آپ کی برائی کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ کہیں رسالہ رکنِ دین کی شہرت سے گھبرا کر "اصلاحِ رکنِ دین"[1] کے نام سے اس کے اغلاط نکالنے کی ناکام کوشش کی، تو کہیں آسمانِ شہرت پر چمکتے ہوئے آپ کے نامِ نامی "رکن الدین" کو "رخنۂ دین" کہہ کر اس پر خاک ڈالنے کی مذموم سعی کی گئی لیکن آفریں اس کوہِ استقلال پر جس نے ان تمام ایذا رسانیوں کو مسکرا کر سہہ لیا۔ زبان سے کچھ نہ کہا اور تحمل و بردباری کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ منبعِ حلم و حیا مخزنِ لطف و عطا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پھر سے یاد تازہ کر دی ؂

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں!

سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں

---

[1] تذکرہ مظہرِ مسعود میں فاضل مصنف نے "اصلاحِ رکنِ دین" کو حضرت مفتیِ اعظم ہند محمد مظہر اللہ شاہ صاحب کی تصنیف لکھا ہے، یہ ان سے سہو ہو گیا ہے جس کا اظہار انہوں نے احقر سے فرمایا۔

بلکہ اگر کوئی مخلص وجان نثار ان یاوہ گوئیوں کو برداشت نہ کر سکا اور درپئے انتقام ہوا تو اس کو بھی آپ نے صبر وتحمل کا درس دیتے ہوئے کسی بھی قسم کا سخت قدم اُٹھانے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ جانِ اخلاص جناب عبدالحفیظ غوری صاحب کو ایک مفصل نامۂ گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ جب اورنگ آباد بحکم اپنے پیرِ طریقت حضرت کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ پہنچے تو اوائلِ زمانہ آپ کے سخت مخالف ہوئے آپ ضبط کرتے رہے، جب بعض نالائق ان کے پیر کی شان میں بھی کچھ بُرا بھلا کہنے لگے تو آپ نے ایک عرضی اپنے بزرگوار کی خدمت شریف میں روانہ کی اور لکھا کہ حضور! اس وقت تک مجھ کو جو کچھ لوگ کہتے رہے وہ سب سُنتا رہا مگر اب حضور کی خدمت میں گستاخی کرتے ہیں مجھ سے ضبط نہیں ہوتا ہے میں کسی کو قتل کر ڈالوں گا، اطلاعاً عرض کیا، تو جواب میں تحریر فرمایا کہ

"جو کچھ فقیر کے متعلق وہ کہتے ہیں" فقیر اسی لائق ہے" اور اگر تم کو ایسا جوش نہ ہوتا تو تم مردودِ طریقت ہوجاتے، تمہارا فرض اور تقاضائے محبت اس ہی کا مقتضی ہے۔ لکھا ہے کہ صحابۂ کرام جب روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں منافقین اور کافرین کی زبان درازی سُنتے اور بحکم نبوی ضبط کرتے تو پیشاب میں خون آنے لگتا تھا، یہی سُنت اہلِ طریقت یہاں ضرور ہوگی، مخالف اور منافق ضرور پیدا ہوں گے تاکہ مخلصوں کا اخلاص پرکھا جاتے۔ پس جس قدر اخلاص و محبت اسی قدر مخالف سے تنفر۔ غرض ایسے واقعات سے سخت تنبیہ اور انجام بخیر ہونے کی دُعا ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تم سب متوسلینِ سلسلہ کو شیطان لعین کے پھندوں سے بچاتے اور خاتمہ بخیر کرے۔ اول اس رابطہ کو ہی شیطان لعین قطع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بچاتے"

اللہ اکبر! کیا مشکل مقام ہے کہ ادھر جان نثاروں کے جوش اور جذبہ کی بھی قدر کی جارہی ہے۔ ان کی ارادت اور عقیدت کو بھی سنبھالا جارہا ہے تو دوسری طرف "فقیر اس ہی لائق ہے" جیسے الفاظ نقل فرما کر ان کے جوشِ انتقام کو فرو بھی کیا جارہا ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ضبط کے نمونے بیان کرکے ان کو انتقامی کارروائی سے باز بھی رکھا جارہا ہے ایسا جامع اور کاملِ نسخہ لکھنا ایک کاملِ طبیبِ رُوحانی کا ہی کام ہے۔ ایک مخلص کو جب

Marfat.com

ان اذیتناک باتوں کے باعث جوشِ انتقام سے لبریز دیکھا تو ان کی سختی کے ساتھ یہ کہہ کر منع فرما دیا کہ اس کا انتقام منتقمِ حقیقی کے ذمہ ہے اور یہ تین شعر تحریر فرما کر ارسال کر دیتے ہے

اگر دشمن نسازد با تو اے دوست ۔۔۔ ترا باید کہ دشمن بسازی
گرت رنجے رسد مخروش مخراش ۔۔۔ توکل کن بلطف بے نیازی
وگرنہ چند روزے صبر فرما ۔۔۔ نہ او ماند نہ تو نے فخر رازی

مگر خدا کے مقبول ولیوں کو دکھ پہنچانا اچھا نہیں ہوتا، حضرت امام ربانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ:

"اس طائفہ اولیاء و فقراء کا بغض زہرِ قاتل ہے، اور ان پر طعن و تشنیع کرنا ابدی محرومی کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بلا اور آفت سے ہم کو اور تم سب کو بچائے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اے اللہ! تو جس کو مردود کرتا ہے اس کو ہمارے طعن اور بغض میں ڈال دیتا ہے ؎

بے عنایات حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

یعنی حق اور خاصانِ حق کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ ہو تو اس کا بھی نامہ اعمال سیاہ ہوتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تکلیف دینے والوں اور بغض و عداوت رکھنے والوں کو کچھ نہیں کہا لیکن "مَنْ عَادَىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ[1]" کہہ کر اعلانِ جنگ فرمانے والے مالک الملک والجبروت نے اپنے "ولی" کے دشمنوں سے اس دنیا میں ہی وہ انتقام لیا جو رہتی دنیا تک آنے والے ہر "دشمنِ ولی" کے لیے ایک "عبرت" بن گیا۔ کسی کا یہ حال ہوا کہ آخری وقت تھا اور منہ سے بجائے کلمہ کے مغلظات گالیاں نکل رہی تھیں، تو کسی کی یہ حالت تھی کہ تمام بدن پاخانے اور غلاظت سے لتھڑا

---

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی اور عداوت کی میں اس سے جنگ کے لیے تیار ہو جاتا ہوں۔

Marfat.com

ہوا تھا اور دم نکل رہا تھا، منتقمِ حقیقی نے دکھا دیا کہ جو میرے محبوبوں کے خلاف گندی زبان استعمال کرتا ہے ان کی یہ سزا ہے کہ جب نزع کا عالم ہو تو ظاہری و معنوی گندگیوں اور غلاظتوں سے اس کا جسم آلودہ ہوتا کہ اس کا "خبثِ باطن" تمام عالم پر آشکارا ہو جائے۔

(۲)

حضرت کی زندگی میں "صبر و تحمل" کی ایک اور زریں مثال ہمیں نظر آتی ہے کہ آپ کا نوجوان صاحبزادہ محمد احمد، جو بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا، ذہین و فطین، خوش ادا، خوش نوا، خوبصورت و خوب سیرت، صاحبِ کردار، شیریں گفتار، بہترین خطیب، بے نظیر مقرر، اور بہت سے محاسن اور خوبیوں کا جامع جس نے ابھی زندگی کی "۱۴" بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں اپنے والدِ بزرگوار کی آنکھوں کو ترستا چھوڑ کر اور اپنی ماں کی آغوش خالی کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آغوشِ لحد میں چلا گیا۔

یہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کِھلا ضرور لیکن کِھل کے مُسکرا نہ سکا

ماں کے اضطراب اور بے قراری کا یہ عالم ہے کہ اپنے نوجوان باصلاحیت بیٹے کے فراق اور جدائیگی میں سخت سردی کی راتوں کے اندر کھلے آسمان کے نیچے چھت کے اُوپر بے تابانہ پھرتی رہتی تھیں۔

تیرے فراق میں آرام ایک آن نہیں
یہ ہم سمجھ چکے گر تو نہیں تو جان نہیں!

نہ کھانا ہے نہ پینا، نہ گفتگو ہے نہ کلام بس ہر وقت غم سے نڈھال خاموش بیٹھی رہتی ہیں کبھی اس لختِ جگر کی کوئی ادا، یاد آجاتی ہے تو بے چین ہو کر تڑپ اُٹھتی ہیں۔

پھر کسی کی یاد نے تڑپا دیا!
پھر کلیجہ تھام کے ہم رہ گئے

لیکن بوڑھا باپ کوہِ استقامت اور پیکرِ صبر و استقلال بن کے اپنے جوان اور خوبرو بیٹے کی لاش پر مطمئن اور پُرسکون انداز میں کھڑا خُدا کا شکر ادا کر رہا ہے نہ کوئی شکوہ نہ شکایت

Marfat.com

ہے اور نہ جزع فزع نہ گھبراہٹ ہے اور نہ بے قراری ہاں البتہ آنکھیں اشک ریز ہیں اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہیں کہ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے جو امانت ہم کو دی تھی آج ہم نے اس کی وہ امانت برضا ورغبت اس کے سپرد کر دی۔"

صبر و شکر کا یہ وہی نرالا انداز ہے جو سرورِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں بھی ہمیں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ حضرت جعفرؓ جو آنحضرت کو بیٹے کی طرح محبوب تھے غزوۂ موتہ میں جب ان کی شہادت کی خبر آئی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور زبان پر یہ کلمات تھے۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَالْتَحْتَسِبْ۔ یعنی اللہ نے جو لیا وہ اس ہی کا تھا اور جو دیا وہ بھی اسی کا ہے۔ اس کا ہر کام وقت مقررہ پر ہوتا ہے، صبر کرو اور اس سے خیر طلب کرو۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی!

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

مصائب و اندوہ، پریشانی اور غم میں صوفیائے کرام کو جو طمانیتِ قلب اور سکونِ روح حاصل رہتا ہے اس کی وجہ اور علت ہمیں تصوف کی ایک عظیم کتاب مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"محبوب محب کی نظر میں ہمیشہ محبوب رہتا ہے، لہٰذا محبوب کی طرف سے انعام ہو یا ایلام وہ بھی اس کو محبوب ہوتے ہیں۔ بلکہ فقیر کے نزدیک تو محبوب کی طرف سے آنے والی تکالیف اور ایلام بہتر ہے اس کی طرف سے آنے والے انعام کے مقابلہ میں کیونکہ "ایلام" میں فقط رضائے حق ہے جبکہ انعام میں "رضائے نفس" بھی شامل ہے"۔

جفائے دوست "کو" عطائے دوست" سمجھ کر خوشی و مسرت سے بے خود ہو جانا یہ انہی عاشقین اور صوفیائے کاملین کا کام ہے ؎

جفائے دوست کی لذت کو غیر کیا جانے

تیرا کرم کہ چنا مجھ کو امتحان کے لیے

Marfat.com

اتباعِ سُنّتِ مصطفوی

اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر غلامِ مُصطفےٰ کی زندگی کا محور ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تمام زندگی نقشِ قدمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں گزری۔ آپ کی صُورت مُرکزِ مصطفےٰ کا اور آپ کی سیرت خلقِ مُصطفےٰ کا ایک آئینہ تھی۔ ایسا آئینہ جو "جمالِ یار" کی رعنائیوں سے جگمگا رہا تھا اور عکسِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ ریزیوں سے درخشاں اور تاباں تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ نہ صرف ساری کائنات کی آنکھوں کا تارا تھا بلکہ جانِ کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کا دلارا تھا اور خود خالقِ کائنات کا بھی پیارا تھا۔ وہ تمام مخلوق کا بھی مقبول تھا اور خود" خالق " کا بھی محبُوب تھا، کیوں نہ ہو جبکہ خود خدا کا وعدہ ہے :

"اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

"اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو اس کے حبیب کا اتباع کرو، خدا تمہیں محبوب بنالے گا۔"

اس لیے کہ وہ ذات خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور جو اس کی اتباع کرکے اس سے مشابہت پیدا کرے گا اور اس سے اپنی محبت کا اظہار کرے گا خدا کو وہ بھی محبُوب ہو جائے گا چنانچہ اس" رسول کے غلام" کو بھی اپنے آقا سے جو بے پناہ محبت تھی اس کا ثبوت اس نے کامل" اتباع" سے دیا، اس کا اُٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، اس کا رہن سہن، صُورت و سیرت، اخلاق و عادات غرض اس کی ہر چیز" اسوۂ رسول" کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھی، کوئی فعل اس کا "حدودِ سُنّت" سے باہر نہ تھا۔ چنانچہ اس کی صُورت و سیر کا جو بیان پچھلے چند اوراق میں گزرا ہے وہ اس دعوے کی صداقت کے لیے کافی ہے۔ مگر" وضاحت" کے لیے ایک واقعہ عرض ہے! آپ کی وفات کا وقت قریب ہے سب کو رُخصت فرما چکے ہیں۔ خدا کے حضُور حاضر ہونے میں صرف چند لمحے باقی رہ گئے ہیں کہ اتنے میں آپ کے صاحبزادے شاہ محمد محمود صاحب آپ کو اس" رقعہ پر مسواک کرنے کی سُنّت یاد دلا دیتے ہیں جس کو سنکر بے حد خُوشی اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے ضعف کے باعث صرف اتنا فرماتے ہیں کہ جزاک اللہ تم نے ایک سُنّت کا خیال

Marfat.com

دلا کے خوش کر دیا"۔

اللہ اللہ! کیا سُنّت کی پاسداری ہے کہ "دُنیا چھوٹ رہی ہے اور دامنِ سُنّت" مضبوطی سے ہاتھوں میں تھاما ہوا ہے۔

تصرّفِ باطنی اخبار جنگ کی حالیہ اشاعت میں ایک مضمون نظر سے گذرا کہ آج کل یورپ میں ایک شخص جس کا نام "یوری گیلر" ہے اس نے محیر العقول کارناموں سے دُنیا کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ اس کا "اعجازِ نظر" یہ ہے کہ وہ سیدھے لوہے کے ٹکڑوں پر نظر ڈالتا ہے تو وہ سیدھے ٹکڑے تھوڑی دیر میں اس کی نظر کے اثر سے ٹیڑھے ہوتے جاتے ہیں، اس کے یہ کمالات برطانوی، فرانسیسی، جاپانی اور امریکی ٹی وی پر لاکھوں انسانوں نے دیکھے کہ اس نے اپنے سامنے ایک چمچہ اور ایک خراب گھڑی رکھی، اور ناظرین سے کہا کہ جو حضرات اپنے گھروں میں یہ پروگرام دیکھ رہے ہیں وہ اپنے ٹی۔ وی سیٹ کے سامنے ایک چمچہ اور اگر کوئی خراب گھڑی ہو تو وہ رکھ لیں، اس کے بعد اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے چمچہ اور گھڑی پر نظر ڈالی تو نہ صرف یہ کہ اس کے سامنے کا رکھا ہوا چمچہ ٹیڑھا ہو گیا اور خراب گھڑی درست ہو گئی بلکہ بہت سے گھروں میں ٹی۔ وی سیٹ کے سامنے رکھے ہوئے چمچے ٹیڑھے ہو گئے اور خراب گھڑیاں درست ہو گئیں[1]۔

یہاں میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی بدمذہب انگریز اپنی نظر کے اثر سے سیدھے لوہے کے ٹکڑوں کو ٹیڑھا کر سکتا ہے تو "غلامانِ مصطفٰے" کو بھی اللہ نے یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ ٹیڑھے "دِلوں" پر نظر ڈالیں تو ان کو سیدھا کر سکتے ہیں ——— چنانچہ اس وقت ہم جس "غلامِ مصطفٰے" کے حالات اس کتاب میں قلمبند کر رہے ہیں اس کو بھی اللہ نے یہ "اعجازِ نظر" عطا فرمایا تھا کہ جس پتھر دِل انسان پر نظر پڑتی تھی وہ عشق کی گرمی سے پگھلتا چلا جاتا تھا اور سیرتِ مصطفٰے کے

---

[1] روزنامہ جنگ "عنوان: انسانی ذہن ناقابلِ تسخیر ہے" مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۷۵ء

سانچے میں ڈھل کر ایک مومنِ کامل بن جاتا تھا ؎

تیری نگاہ سے پتھر کے دِل پگھل جائیں!
جو آنکھ اُٹھائے تو شام و سحر بدل جائیں

"نگاہ" کیا تھی "برقِ خاطف" تھی، کسی کافر پر پڑتی تو شرک و کفر کے خس و خاشاک کو جلا کر اس کے دِل میں "عشقِ الٰہی" کی ایک آگ لگا دیتی تھی، کسی عاصی و روسیاہ پر پڑتی تو گناہوں کی نجاست سے اسے پاک کر کے "آتشِ شوق" اس کے قلب میں بھڑکا دیا کرتی تھی، اور کسی "سالک و عارف" پر پڑتی تھی تو تصورات ماسوا اللہ کو مٹا کر "یادِ محبوب" میں اُسے مست و بے خود کر دیا کرتی تھی ؎

تیری نگاہِ ناز نے مست مجھے بنا دیا
فرش سے لیکے عرش تک سارا جہاں دکھا دیا

اس زمانہ میں کفار کے اندر یہ بات مشہور تھی کہ اس فقیر کی نگاہ سے بچنا، کیونکہ اس کی نگاہ میں وہ جادو ہے کہ جس پر پڑتی ہے اس کا دھرم لوٹ لیتی ہے۔ چنانچہ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ راستہ میں جب کبھی بدمذہب آپ کو دیکھ لیتے تو گھبرا کر گھروں میں گھس جایا کرتے تھے، اپنی دکانوں پر بیٹھے ہوتے تو دکانوں کے دروازے بند کر لیا کرتے تھے، حضرت کے مریدِ خاص مولانا مفتی مظفر احمد صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ[1] فرماتے

---

[1] آپ مفتیِ اعظم حضرت مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، علومِ عقلیہ و نقلیہ کے جامع، ایک بہترین فقیہ، ایک بے نظیر طبیب، ایک محقق مفتی، ایک بے باک مقرر، ایک جید عالم اور ایک متبحر عامل تھے۔ تقریباً ۲۶ سال جامع مسجد فتحپوری میں نیابتاً امامت اور فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے ۱۹۴۷ء میں جب ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لائے تو کراچی کو اپنا مسکن بنایا اور تقریباً ۲۴ سال تک فتویٰ نویسی، قضاۃ، طبابت، عملیات، درسِ قرآن، واعظ و خطابت کے ذریعہ ایک عالم کو فیض پہنچا کر ۱۷ شوال المکرم ۱۳۹۰ھ (۶ دسمبر ۱۹۷۰ء) کو یہ کہتے ہوئے اپنی متاعِ جان سپردِ جاناں کر دی کہ ؎

قبولش کن زراہ دلنوازی! کہ من غیر از دلے چیزے ندارم

(باقی اگلے صفحہ پر)

فرماتے تھے کہ میں اور حکیم احمد حسین صاحب، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مسجد سے نماز ادا کر کے واپس گھر آ رہے تھے کہ ہماری نظر ایک بوڑھے ہندو پر پڑی جو حضرت کو آتا دیکھ کر بُری طرح بھاگا اور دوڑتا ہوا قریبی گلی میں گھس گیا۔ اس ایک بوڑھے ضعیف القلب کی کیا حیثیت تھی آپ کی نگاہ نوجوان" اور قوی القلب" زیرک و دانا لوگوں پر پڑی تو ان کے دل کا عالم تہہ و بالا کر دیا ———

(بقیہ صفحہ ۱۳۴) آپ کو شرف بیعت صاحب تذکرہ بذا حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا، اور خلافت اپنے مرشد کے صاحبزادے شیخ وقت حضرت محمد محمود صاحب لوری سے حاصل تھی اس کے علاوہ حضرت ضیا ۓ معصوم کے صاحبزادے آغا خال رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والدِ ماجد مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب سے بھی آپ کو اجازت حاصل تھی۔ حضرت مفتی مظفر صاحب کی زندگی کا سب سے تابناک پہلو اس مقام کے مناسب قابل عرض یہ ہے کہ آپ کو اپنے "مُرشد" سے نہ صرف محبت بلکہ والہانہ عشق اور بے پناہ عقیدت تھی جس کا اندازہ ان لوگوں کو بخوبی ہے جنہوں نے آپ کی زبان سے محبت و عقیدت کے جذبات سے معمور لہجہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سُنے ہیں، اور جنہوں نے دیکھا نہیں ان کے سمجھنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وصال سے قبل اپنے اہلِ خانہ کو بلا کر وصیت کی کہ "میرے پاس یہ میرے مرشد کی ٹوپی اور چند موئے مبارک ہیں، جب مجھے قبر میں اُتارو تو یہ ٹوپی مجھے پہنا دینا اور یہ مُوئے مبارک میرے سینہ پر رکھ دینا" سبحان اللہ! آخر وقت میں محبوب کے جسم سے مس ہونے والی چیزوں کو سر پہ رکھ کے اور کلیجہ سے لگا کے مرشد سے اپنی شیفتگی اور فریفتگی کا اعلان کرتے ہوئے فسانۂ محبت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا گئے ؎

یہ ہوتا ہے رُخصت غلامِ محبت ———— سلامِ محبت، سلامِ محبت

ایسے محبِ صادق کی پھر اس کے مرشدِ کریم کی نگاہ میں کیوں نہ قدر ہو گی، یہی وجہ ہے کہ حضرت نہ صرف اُن سے بہت محبت فرماتے تھے بلکہ پیرزادہ کی حیثیت سے ان کی تعظیم بھی کرتے تھے، چنانچہ حکیم نذر احمد صاحب کا بیان ہے کہ میرے والد مفتی مظفر احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں اور میرے بھائی مولوی مشرف احمد صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ہم کو بڑی (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

(۲)

"حکیم محمد محمود" جیسے راجہ کے مصاحبِ خاص دقیقہ سنج شاعر، بذلہ سنج ادیب پر نظر پڑتی ہے تو انہیں کے حلقوں سے کھینچ کر "بزمِ توحید" کا لذت آشنا بنا دیتی ہے۔ ان کی آپ بیتی انہی کی قلم سے سُنیئے۔ فرماتے ہیں ؎

رہِ سلوک میں رہبر کی جستجو تھی مجھے
مجھے غلاموں میں اپنے ملا لیا اُس نے
پکڑ کے ہاتھ نوازش سے عینِ شفقت سے
میری نگاہِ تجسّس کو پا لیا اُس نے
نگاہِ شوق وہیں جم کے رہ گئی محمود
جہاں بھی نقشِ قدم ان کا پا لیا اُس نے

(۳)

اور قانون کی گتھیاں سلجھانے والا "وکیل جان کی پرشاد" جب اس نگاہ کے سامنے آتا ہے تو "جمالِ محمد" کی رعنائیوں سے جگمگاتا ہوا "وکیل محمد جمیل" بن جاتا ہے۔[۱]

(۴)

مغرب کی رنگین و حسین فضاؤں میں رہنے والا، اور یورپ کے توبہ شکن مناظر سے

(بقیہ صفحہ ۱۳۵) شفقت سے اپنے پاس بُلا کر بٹھاتے، ایک دفعہ شرم کی وجہ سے ہم پیچھے ہی بیٹھ گئے جب آپ کی نظر ہم پر پڑی تو فوراً اپنے پاس بُلایا اور فرمایا کہ "آپ دونوں کی عزت کیوں نہ کی جائے آپ میں دو دو فضیلتیں جمع ہیں ایک تو یہ آپ ہمارے "مرشد زادے" ہیں اور دُوسری یہ کہ آپ کے سینہ میں پورا قرآن محفوظ ہے۔ اسی طرح وصال کے وقت جب ایک حشر نما ہنگامہ برپا تھا، لقائے محبوب میں چند لمحے باقی رہ گئے تھے، اِدھر حضرت کی جدائیگی کے تصور سے حاضرین و مخلصین کے حواس باختہ تھے، اس وقت بھی اس مُرشدِ کامل کو اپنا یہ محبِ صادق یاد رہتا ہے اور "اس جانِ وفا" کی غیر حاضری میں اس کے لیے یہ وصیت فرماکے جاتے ہیں کہ "ہماری طرف سے مولوی مظفر کو کہہ دینا کہ ہر روز اعلیحضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے مزار گُہر بار پر حاضر ہو کر مراقب ہو جایا کریں۔"

[۱] بوڑھے ہندو کا واقعہ "حضرت مفتی صاحب" کے بڑے صاحبزادے جناب محمد ظفر احمد صاحب نے اپنے والد کی زبانی سُنا اور اپنے ایک مکتوب محررہ ۸ ستمبر ۱۹۷۸ء میں اس احقر کو تحریر فرمایا ——

لطف اندوز ہونے والا" بابو جودی پرشاد" جب اس نگاہ کو پالیتا ہے تو "حسن احمد" کا گرویدہ ہو کر" احمد حسین" بنجاتا ہے ——— لندن وامریکہ میں وسیع تجارت کرنے والالے، تاجرانہ ذہنیت کے مالک" بابو موتی لال" کی نگاہ جب اس کی ان نگاہوں سے دوچار ہوتی ہیں تو ان مسحور کن نگاہوں کے عوض وہ اپنے" دین و دل" کا سودا کرنے میں بھی کوئی نقصان محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ اپنا گھر بار، اہل وعیال سب کچھ لٹا کے اور ایک" محمد حسین" کا دلنواز نام پا کے دیوانہ وار اپنے مرشد کے آستانے کا طواف کرنے میں فخر و انبساط محسوس کرتا ہے ؎

رُکنِ دین کا غلام کہلا کر اپنی قسمت کا میں سکندر تھا
سیرِ حسنی کا کیا کہوں عالم میں تہی دست بھی تونگر تھا

اور ہندوؤں کی مقدس کتاب" رام چالیا" کے عالِم" رجو لال" کو انہی نگاہوں کی سحر خیزیوں نے" ریاض الحسن" کا حسین رُوپ دے کے قرآن وحدیث کا عالِم بنا دیا تھا

دہلی کے رہنے والے جناب" شنبو دیال" انہی نگاہوں کا شکار ہوئے اور" شیخ محمود الحسن" نام اپنا کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور غلام بن گئے

انہی نگاہوں کا اعجاز تھا کہ دن اور رات مندر میں پوجا پاٹ کرنے والے ایک پجاری مکہ اور مدینہ کے پُرکیف فضاؤں میں پہنچ کر کعبۃ اللہ کے سامنے سربسجود ہو گیا، بتوں کے آگے جھکنے والا سر خاکِ حرم سے آشنا ہو گیا، اور یہی نہیں بلکہ اس خاک میں مدفون ہو کر ابدی راحت اور عظیم سعادت سے بہرہ ور ہو گیا۔ اس خوش نصیب" پجاری" کو اس آستانہ سے" حاجی محمد یوسف" کا اسلامی نام عطا ہوا ؎

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے لے اقبالؔ
اُڑا کے مجھ کو غبارِ رہِ حجاز کرے!

ان کی بیوی نے بھی شوہر کی محبت میں اپنے دھرم کو چھوڑا اور مشرف باسلام ہو کر ان کے ہمراہ سرزمین حجاز کا رُخ کیا، اور قسمت دیکھئے! مرنے کے بعد" بلدِ امین" یعنی مکہ مکرمہ کی مقدس زمین پر جنت المعلیٰ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہا کے پائین مبارک میں جگہ ملی

رہبری سے تری گمراہ بھی رہِ حق پر آ کر!
کوئی کعبہ گیا اور کوئی مدینہ پہنچا!

یہ انہی مخمور نگاہوں کی سرمستیاں تھیں کہ اس میکدۂ عرفاں میں ایک طرف، علی محمد، سپرنٹنڈنٹ پولیس بہرام خاں اپیل، جسٹس دین محمد الیاس حسین مجسٹریٹ کرتپوری، صوبیدار کوہ والے، راؤ یوسف علیخان جاگیردار الور، میر احسان علی صاحب، کپتان یٰسین خاں، حافظ منظہر الدین[1] انسپکٹر پولیس، الغرض ان جیسے بہت سے اعلیٰ دماغ اور موڈرن ذہنیت رکھنے والی شخصیتیں جامِ وحدت نوش کرتی نظر آتی تھیں وہاں دوسری طرف مولانا خلیل الدین، قاضی عبد المجید دروسرے سلسلوں کے پیرانِ عظام، مولوی فاروق علی[2]، مفتی محمد مظفر احمد صاحب دہلوی، مولانا مشرف احمد دہلوی، جیسے جیّد فضلاء اور علماء اور حکیم احمد حسین، حکیم مشتاق احمد جیسے حاذق اطباء حکیم محمود، سیف، کیف، فرحت، شبیر حسین اختر جیسے نازک خیال اور بلند پایہ شاعر، بادۂ عشق و الفت کے مزے لوٹتے ہوئے مست اور سرشار دکھائی دیتے تھے ——

کیا ہے جن کو تری چشمِ مست نے سرشار
انہیں ضرورتِ مینا و مے و جام نہیں!

اور ہاں یہی وہ نگاہیں تھیں جس نے اپنے مرشد کے گھرانے کے ایک گوہرِ آبدار "شاہ محمد منظہر اللہ" کو اور بھی تابدار کر دیا، یہ اس ہی نظر کی کرشمہ سازیاں تھیں کہ "مفتی اعظم" کی سند پر جلوہ گر ہونے والا العلومِ ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار اور کشورِ ولایت کا تاجدار بن گیا ——

---

[1] آپ حافظِ قرآن بھی تھے سندھ کے علاقہ میں کئی سال انسپکٹر پولیس رہے۔ حضرت کے برادر نسبتی بھی تھے حضرت سے ہی شرف بیعت رکھتے تھے۔

[2] آپ مولوی اشرف علی تھانوی کے بھتیجے تھے حضرت سے بیعت تھے اور بڑی پختہ ارادت رکھتے تھے۔

Marfat.com

نہ بادہ ہے نہ صراحی، نہ دورِ پیمانہ
فقط "نگاہ" سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ

ایک وہ لوگ ہیں جو حسینوں کی نگاہ کے گھائل ہو جاتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو حسینوں اور نازنینوں کو اپنی ایک نگاہ سے نیم بسمل کر دیتے ہیں چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ اسی قسم کا مشہور ہے کہ دہلی کے "چاوڑی بازار" کی ایک حسین، ماہ جبین اور نامور طوائف "حُسن جان" کا ایک دفعہ حضرت کے سامنے سے گزر ہو گیا، حضرت کی نگاہ کا اس پر پڑنا تھا کہ دِل کا عالم بدل گیا — نگاہ کا تیر اپنے نشانہ پر لگا اور دِل کو گھائل کرتا چلا گیا۔

وار پورا ہی پڑا اس کا دِل عاشق پر
چوٹ تیغِ نگہِ یار کی خالی نہ گئی

تمام برائیوں اور بداعمالیوں سے دِل یکدم اُچاٹ ہو گیا، گناہ اور معاصی کا زنگ دِل سے مٹ گیا، بے قرار ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اب مجھے آپ بیعت فرمالیں، چنانچہ آپ نے اس کو توبہ کرائی اور اس کے بعد ایک غریب مگر نیک دِل انسان کے ساتھ اس کا عقد کرا دیا — جب اس نے اسلامی اور پاک عملی زندگی کا مزا چکھا تو کہنے لگی کہ اس دولتمندی میں بھی وہ مزا نہیں تھا جو اس غریبی میں مجھے مِلا ہے۔"

(۱۲)

"نظر" کا عجب عالم تھا، کبھی کسی پر پڑتی تو دِل کو تڑپا کے رکھ دیتی تھی، اور کبھی کسی بیقرار و مضطرب پر پڑتی تو سکون و راحت عطا کر دیتی تھی، ایک بار شیخ محمود الحسن پر وہ نظر ڈالی کہ حزن اور غم کی کیفیت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے اشکوں کی برسات شروع ہو گئی کہ تھمنے کا نام نہ لیتی تھی آخر بے چین ہو کر پھر حاضرِ خدمت ہوتے، عرضِ حال کیا، آپ مسکراتے اور دوبارہ نسبتِ سکینہ پہنچائی جس نے یکدم تمام قلق و اضطراب کو کافور کر دیا۔

Marfat.com

(۱۴)

صوبیدار کوہ والے کا نوجوان خوبرو بیٹا فوت ہو جاتا ہے، ماں کی ممتا پر کیا گزری ہو گی اس کا صحیح اندازہ ایک ماں ہی کر سکتی ہے، بہر حال ماں کا حال یہ تھا کہ اپنے جوان لخت جگر کے فراق میں "پاگل" سی ہو گئی تھی اس کے بیٹے کو جدا ہوئے ہفتوں گزر گئے لیکن ماں کو اس کے ہجر اور جدائیگی میں ایک پل نیند نہیں آتی، نہ اس کے قلب حزیں کو کسی کل چین آیا، جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ برائے عیادت ان کے گاؤں تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے ان کو ذکر الٰہی سنایا اور شام کو حلقہ میں نسبت سکینۃ القلب فرمائی، جس نے ماں کے زخموں پر مرہم کا کام کیا اور اُسے وہ قرار ملا کہ ہفتوں بعد وہ اس رات کچھ دیر آرام سے سو سکی۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

یہی دربار رسالت کا حال تھا چنانچہ ترمذی و ابو داؤد کی ایک حدیث ہے کہ ایک روز آنحضرت نے ایسا بلیغ وعظ فرمایا کہ۔

"ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ" کہ سبکی آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور دل کانپ اُٹھے، اور یہی وہ آستانۂ رسول ہے جہاں سے ابوبکر صدیق کو غار ثور کی تنہائی اور ہلاکت کے خوف کے وقت " لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا " فرما کر سکون و قرار کی دولت نصیب ہوتی ہے ـــــ الغرض یہ نائبین مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں اوصاف و کمالات مصطفٰے کے مظہر ہوتے ہیں ان کی محفلوں اور صحبتوں میں بارگاہ نبوت کے جلوؤں کی ایک جھلک نظر آتی ہے کہ کہیں عشق کے طلبگاروں کو "محبت کی بے کلی" دے کر ایک عظیم دولت سے نوازا جاتا ہے۔

عجیب دولت نایاب مل گئی مجھ کو!
عطا ہوئی ہے محبت کی بے کلی مجھ کو

تو کہیں اس بے قراری کے متحمل نہ ہونے والے طالبوں کو سکون و اطمینان کی

Marfat.com

دولتِ نایاب سے بہرہ ور کر دیا جاتا ہے "نو مسلمین" کے حالات اور اُن حالات میں حضرت کے تصرفات کے عجیب و غریب واقعات اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر ان کو لکھا جائے تو ایک علیحدہ ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ لہٰذا خوفِ طوالت سے ہم یہاں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ارادتِ مجدّد

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے سرحلقہ اور پیشوا حضرت امام ربانی مجددِ الفِ ثانی رضی اللہ عنہ سے بے پناہ ارادت و عقیدت اور اس آستانہ سے بے حد قلبی لگاؤ تھا۔ ہر سال "عرسِ مجدد" کے موقعہ پر سرہند شریف مع احباب کے حاضر ہونا آپ کا معمول تھا، جہاں آپ کو ایک خصوصی کمرہ رہنے کے لیے دیا جاتا تھا جسے اس زمانہ میں "ڈیوڑی" کہا جاتا تھا، حضرت کچھ روز یہاں قیام فرماتے اور اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے آنے والے بڑے بڑے علماء و مشائخ سے یہیں ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب "گوالیار" احباب کے اصرار پر جانا ہوا تو اسی عقیدت کی بنا پر آپ نے گوالیار کے اس قلعہ کی زیارت کا شوق ظاہر فرمایا جس میں حضرت امام ربانی نے کفر و عصیان اور الحاد و بے دینی کے خلاف آواز اُٹھانے کے جُرم میں کئی سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ حضرت کے ایک مخلصِ خاص جناب حکیم مشتاق احمد صاحب جن کو حکیم اجمل خاں صاحب نے اپنے مایۂ ناز شاگرد کی حیثیت سے گوالیار بھیجا تھا۔ انہوں نے گوالیار میں حضرت کی میزبانی کا شرف حاصل کیا، وہ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ گوالیار کا مرہٹہ رئیس جس کا نام "ڈھونکی بوا" تھا، اس کو جب میں نے حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور اس سے کہلایا کہ حضرت قلعہ پر جانا چاہتے ہیں تو اس "مرہٹہ رئیس" نے ایک قاصد کے ذریعہ بڑے ادب سے یہ کہلوایا کہ "جب حضرت قلعہ پر جانا چاہیں اس سے چند گھنٹے پہلے مجھے اطلاع کر دی جائے، میں اپنا ہاتھی بھیجوں گا اس پر سوار ہو کر حضرت تشریف لے جائیں تاکہ آپ کو چڑھنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔" چنانچہ ہاتھی آیا اور حکیم صاحب کا بیان ہے کہ چونکہ وہ قلعہ سطحِ زمین

Marfat.com

سے کافی بلند ہے اس لیے وہ ہاتھی بلبلہ کر چڑھا اور اسی انداز سے اُترا، ایک مقام پہ پہنچ کر آپ نے فرمایا! ہاتھ کو یہیں روک کے اُتر جاؤ کیونکہ انوارِ ولایت سے یہ جگہ جگمگا رہی ہے معلوم ہوتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں امام ربانی رونق افروز ہوا کرتے تھے، چنانچہ سب اُتر گئے۔ عصر کا وقت تھا، حضرت کے ایک مخلص بلند پایہ شاعر جناب قلفی حمایت اللہ صاحب مرحوم جو اس وقت حضرت کے ہمراہ تھے انہوں نے وہاں اذان دی، حضرت نے امامت فرمائی اور اس کے بعد اسی مہبطِ انوار میں بیٹھ کر مراقبہ فرمایا اور اصحاب کو وہ خصوصی توجہ دی کہ قلب و نگاہ کو روشن و منور کر دیا مغرب کی نماز تک وہیں قیام رہا۔ اس کے بعد آپ اسی ہاتھی پر بیٹھ کے گھر تشریف لے آئے۔

"مکتوبِ امامِ ربانی" سے بھی آپ کو بے حد تعلق تھا، اکثر سونے سے قبل ذات کو اسی کا مطالعہ رکھتے تھے، اور اپنے صاحبزادہ شاہ محمد محمود کو اسی کا درس دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ درس کے وقت تم کو وہ خاص نسبت پہنچتی ہے جو "نسبت ازلیہ" ہم کو حضرت ضیا ت معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی تھی، چنانچہ اس نسبت کے پہنچنے پر کیا کیفیت ہوتی تھی اس کا حال خود "صاحبِ حال" کے قلم سے سنیئے۔ فرماتے ہیں:

"اس زور کی نسبت کا غلبہ حضرت کے سامنے ہوتا تھا کہ آنکھیں بند ہوتی چلی جاتی تھیں، جب بے قابو ہو جاتا اور بوقت آنکھ کھول کر پڑھنے پر قادر نہ رہتا تو حضرت فرماتے کہ اچھا جاؤ لیٹ جاؤ، پھر احقر کو ہوش نہیں رہتا تھا"[1]

شاید ایسی ہی حالت اور کیفیت کے لیے کسی شاعر نے کہا تھا ؎

کچھ ہوش نہیں کہ ہوں میں کس عالم میں

ساقی نے یہ کیا پلا دیا ہے مجھ کو

درسِ مکتوبات کے وقت اس عارف کی زبانی سے تصرف کے جو بے شمار اعلیٰ اور نادر مضامین و نکات بیان ہوتے تھے اُن میں سے چند ان معارف کے لذت آشنا

---

[1] شاہ محمد محمود: مصباح السالکین فی احوال رکن الملۃ والدین۔ ص: ۱۸

صاحب مصباح السالکین نے اپنے تصنیف میں بیان فرمائے ہیں، اہلِ ذوق حضرات وہاں سے مطالعہ کر کے اپنی علمی تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔

عنایتِ مجدّد

یہ اُلفت و محبت صرف ایک طرف سے نہیں تھی بلکہ پھر دونوں طرف بھی آگ برابر لگی ہوتی

اگر یہ محبِ صادق اس "خاکِ درجانہ" پر نثار تھا تو اُس پیرِ میخانہ کو بھی اس سے بڑا پیار تھا، اگر اس کو حضرت مجدد کی بندہ پروری پر فخر اور غرور تھا تو اُن کو بھی اپنے اس غلام کی غلامی پر ناز اور سرور تھا، اگر اس کی ادائیں عاشقانہ اور محبانہ تھیں تو ان کی عنایتیں بھی بڑی نوازشانہ اور کریمانہ تھیں، جس کا اندازہ ان چند واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

(۱)

اس بارگاہ میں حضرت کا "مقامِ محبوبیت" بتانے کے لیے اور "قربِ خاص" اور تعلقِ خصوصی کو ظاہر کرنے کے لیے جو عظیم سعادت اور دولتِ عظمیٰ اس در سے حضرت کو عطا ہوتی وہ یہ تھی کہ:

"حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارک کی تعمیر کے وقت اس کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے وہاں کے سجادہ نشین نے خصوصی طور پر الور سے حضرت کو مدعو کیا، چنانچہ کابل و قندھار کے عظیم مشائخ کرام، بخارا و سمرقند کے مشہور پیرانِ عظام پنجاب، سندھ اور سرحد کے مقتدر صوفیائے کرام، الغرض دُنیا بھر کے خانوادۂ مجدد کے ہزاروں ماننے والوں کے ہوتے ہوئے یہ عظیم شرف "الور" کے رہنے والے صرف ایک ادنیٰ غلام "رکن الدین" کو حاصل ہوا کہ اس نے اپنے محبوب کے آستانہ کا سنگِ بنیاد رکھا، اور یہی نہیں بلکہ روضہ شریف کے تعمیر کی تمام ذمہ داری حضرت کو سونپ دی گئی تھی چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت نے اپنے مخلصین میں سے ماہرین تعمیرات و نقشہ جات کی خدمات حاصل کر کے خود اپنے سامنے اس کی تعمیر مکمل کرائی، اور قیامت تک کے لیے اپنی اُلفت کی ایک یادگار

Marfat.com

قائم کردی ـــــ

دورانِ تعمیر بڑے عجیب و غریب مشاہدات اور واقعات پیش آتے جن سے حضرت کی شانِ محبوبیت مزید آشکارا ہوتی ہے، ـــــ مثلاً ایک موقعہ پر تعمیر میں کچھ دقتیں پیش آ رہی تھیں تو حضرت کے خادم ناہر انسٹرکٹر قاضی عبدالرحیم صاحب اسسٹنٹ انجینئر نے یہ مشورہ دیا کہ اگر حضرت خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ" کا مزار مبارک گنبد سے باہر کر دیا جائے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ حضرت امام ربانی کے روضۂ انور سے ایک بزرگ نکل کر باہر آئے اور فقیر کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ حضرت امام ربانی نے فرمایا ہے کہ "محمد یحییٰ" کا مزار گنبد کے اندر رکھنا۔ چنانچہ پھر اسی کے مطابق اس مشکل کا حل تلاش کیا گیا اور اسی طرح تعمیر ہوئی کہ حضرت محمد یحییٰ کا مزار گنبد کے اندر ہی رہا ـــــ اسی طرح اور بہت سے مواقع پر سجادہ نشین صاحب کو اگر کوئی دقت پیش آتی تو وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حجرہ میں لے جا کر گفتگو کر کے اس معاملے کو حل فرماتے۔

(۲)

حضرت امامِ ربانی کی نگاہِ خصوصی کا غماض ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت کے ایک خاص مخلص بذلہ سنج شاعر "سیف صاحب" جب حضرت کی عطا کردہ کلاہ کو پہن کر "روضۂ مجدد" پر حاضر ہوتے تو وہاں سے آواز آئی کہ " ازیں کلاہ بوئے دوست می آید"

کہ تمہارے کلاہ اور ٹوپی سے ہمارے محبوب کی خوشبو آتی ہے۔

یہ واقعہ جب مولوی سیف نے حضرت سے آکر عرض کیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور رقت طاری ہو گئی آپ نے فرمایا" اگر وہ نہ نوازیں گے تو ہمیں اور کون نوازیگا"

(۳)

ایک اور "عنایت و نوازش" جس سے اس مُحب کو نوازا گیا وہ یہ تھی کہ ایک رات جب آپ امامِ ربانی کے مزار پُرانوار پر مراقب تھے تو آواز آئی" دادیم۔ دادیم۔ دادیم" یعنی ہم نے دیا۔ ہم نے دیا۔ ہم نے دیا" حضرت فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم نے مشاہدہ کیا کہ تمام ارواحِ طیبہ موجود ہیں جن میں حضرت خواجہ غریب نواز بھی تشریف فرما ہیں۔ ہم اپنی طلب لیے حاضر تھے اور اُدھر سے ارشاد ہو رہا تھا کہ دادیم۔ دادیم اور تیسری مرتبہ دادیم کو بلند آواز کے

Marfat.com

(۴)

سرہند شریف میں حضرت ایک روز خواجہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دے کر واپس آرہے تھے کہ راستہ میں حضرت مولانا علی حسین صاحب جو اس وقت دربارِ مجدد کے سجادہ نشین کے بھائی تھے ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے حضرت سے کہا کہ میرا ایک معاملہ درپیش تھا میں نے جب "بارگاہِ الف ثانی" میں حاضر ہو کر التجا کی اور "مزار پر انوار" پر جا کے اس معاملہ کو حل کرنے کی درخواست کی تو وہاں سے مجھے حکم صادر ہوا کہ میں اپنا یہ معاملہ آپ کے پاس لے جاؤں، چنانچہ ان کے ارشاد پر حاضر ہو گیا ہوں اب آپ حل فرمائیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت کی نظر تھی اور خدا کا کرم تھا کہ ہم نے توجہ کی اور ان کا وہ معاملہ اسی روز حل ہو گیا، مگر ہم پر یہ کیفیت طاری ہو گئی کہ تڑپتے پھرتے تھے اور زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

چہ خود کردند سر خویشتن فاش!
عراقی را چرا بدنام کردند!

(۵)

نو مسلم مخلص جناب احمد حسین (جن کا پرانا نام بابو جودی پرشاد تھا) حضرت کے تشریف لے جانے سے چند روز قبل ہی سرہند پہنچ گئے، روزانہ مزار شریف پر حاضر ہو کر مراقب ہو جاتے لیکن کوئی لطف اور کیف حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ایک روز بے کیف بیٹھے ہوئے مراقبہ میں مصروف تھے یکدم وہ فیض پہنچا کہ نہال ہو گئے، حیران ہو کر جو آنکھ کھولی تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہیں موجود پایا، راز سب سمجھ میں آگیا۔ دوسرے روز یہ تمام ماجرا جب حضرت سے عرض کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور آبدیدہ ہو کر آپ نے فرمایا کہ یہ حضرات "وسیلہ" کو عزیز رکھتے ہیں ہم ان کے کہلاتے ہیں؛ اگر انہیں ہمارا پاس نہ ہو گا تو اور کس کو ہو گا

میخانۂ معرفت آپ کی ہر محفل "ذکرِ خدا و رسول" سے ہمیشہ عطر بیز رہا کرتی تھی، خلوت ہو یا جلوت، سفر ہو یا حضر، گھر میں ہوں یا باہر، احباب و اصدقا کے

Marfat.com

ساتھ ہوں یا اعزا و اقربا کے۔ الغرض جہاں بھی ہوں کوئی نہ کوئی بات کسی نہ کسی طرح کرکے دلوں کو گرمانا اور ایمان کو تازہ کر دینا آپ کا نشانِ امتیاز بن گیا تھا۔ اگرچہ آپ کہنہ مشق واعظ یا شعلہ نوا مقرر نہ تھے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے جلسوں میں کبھی آپ نے تقریر نہیں فرمائی لیکن نجی محفلوں، میلاد کے جلسوں میں جب آپ کبھی تقریر فرماتے تھے تو "مجلسِ مصطفےٰ" کا نقشہ کھینچ جاتا تھا، کہ "یَجْلِسُوْنَ حَوْلَهٗ خَاشِعِیْنَ كَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُسِهِمُ الطَّیْرُ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد صحابہ کرام اس طرح خشوع و خضوع کے ساتھ ساکت و خاموش بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں"۔

محرم الحرام میں دس تاریخ کو جب آپ ذکرِ شہادت فرمایا کرتے تھے تو روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جایا کرتی تھیں۔ یہ تو وہ محافل تھیں جو سال بہ سال یا سال میں کبھی کبھار منعقد ہوتی تھیں لیکن وہ محفلیں جو ہر روز صبح و شام جما کرتی تھیں ان میں بھی وہ اطمینان و سکون اور کیف و سرور حاصل ہوتا تھا کہ آنے والے کو پھر جانے کا ہوش نہ رہتا تھا — چنانچہ ایک روز فجر کی نماز کے بعد مسجد سے گھر تشریف لا رہے تھے کہ حکیم محمود دل گئے، بجائے اُدھر زنان خانہ میں جانے کے حضرت نیچے مہمان خانہ میں ہی تشریف فرما ہو گئے، اور پھر جو معرفت کے بھر بھر کر جام پلائے تو سب کو بے خود کر دیا حتیٰ کہ "رئیسِ الور" کی طرف سے تین قاصد حکیم محمود کو بلانے کے لیے آئے لیکن جب وہ بھی اس میخانۂ معرفت میں پہنچے تو سب کچھ بھول گئے، اپنا بھی ہوش نہ رہا، جب اذانِ ظہر کی آواز کانوں میں آئی تو یہ سحر ٹوٹا اور بے خودی ہوش سے بدل گئی —
اسی لیے اقبال کہتا ہے ؎

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات ایک مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

الغرض اس "میخانۂ معرفت" کی کیا تعریف کریں جہاں بیقراروں کو آ کر قرار ملتا تھا، جہاں "بے درد" لوگوں کو سوزِ عشق کی دولت عطا ہوتی تھی، جہاں "جاہلوں" کو "معرفتِ خدا" نصیب ہوتی تھی، جہاں بد اخلاقوں کو "اخلاقِ حسنہ" سے نوازا جاتا تھا، بد کرداروں کو "اعلیٰ کردار" دیا جاتا تھا اور بدبخت و "بدنصیب" کو نیک بخت و خوش نصیب بنا دیا جاتا تھا، شاید کسی شاعر نے

Marfat.com

انہی محفلوں کے لیے کہا ہے ؎

خُدا جانے کہ وہ کیا حالِ محفل تھا
ہر ایک ساغر بکف محوِ مشاغل تھا
گلوں میں شوخیوں کا رنگ شامل تھا
چمن میں ہر طرف شورِ عنادل تھا
ہواؤں میں سُرور و کیف کامل تھا
غرض ایک انبساط و لُطف حاصل تھا

جامع مسجد فتحپوری دہلی میں ہر سال ایک عظیم الشان تاریخی جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوتا تھا اس کا ابتدائی اور تاریخی پس منظر حضرت شاہ محمد محمود صاحب یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دہلی میں اکابر دیوبند کی طرف سے ایک جلسہ سیرتُ النبی منعقد ہوا جس میں حضرت قبلہ امام صاحب اور اس احقر نے بھی شرکت کی وہاں سے واپسی پر اس جلسہ کی بے کیفی، بدمزگی کا احقر نے قبلہ امام صاحب سے ذکر کیا بالخصوص ایک مقرر کی اُس دریدہ دہنی پر جس میں اُس نے شقِ صدرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندر کے فوطوں کی منتقلی سے تشبیہ دی تھی، انتہائی غم و غصہ اور الم کا اظہار کیا، ابھی ہمارا تانگہ چاندنی چوک میں چلتا ہوا فتحپوری کے قریب ہی پہنچا تھا کہ حضرت قبلہ امام صاحب نے میری آرزو کو بھانپتے ہوئے ایک عزمِ مصمم کے ساتھ فرمایا" اچھا اب آئندہ سے انشاء اللہ جلسہ عید میلاد النبی ہم کیا کریں گے۔"

چنانچہ آئندہ سال بڑی شان و شوکت سے یہ جلسہ منعقد ہوا اور پھر ہر سال اہلِ دہلی کے قلوب کو عشقِ مصطفےٰ سے تازہ اور پُربہار کرتا رہا ـــــ اس تاریخی اور عظیم الشان جلسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی جیسے فضلائے وقت کے علاوہ حضرت شاہ رکن الدین جیسے قطبِ وقت اور روحانی پیشوا، حضرت قبلہ مفتی صاحب کی خصوصی دعوت پر اس جلسہ کے مہمانِ خصوصی ہوتے تھے پھر ایسے روحانی بزرگ کی معنوی نسبتوں اور روحانی کیفیتوں سے اس محفل کا رنگ اور نکھر آتا تھا، اس کا کیف دوبالا اور لطف و سرور المضاعف ہو جاتا تھا۔

گوہر ہائے کلام | جہاں دن رات "ذکرِ خیر" کے چشمے جاری رہتے ہوں، جہاں روز و شب کے اکثر حصہ میں "گوہر ہائے کلام" کی بارش رہتی ہو کس کے پاس اتنا وسیع ظرف ہے جو اس "بحرِ ناپید اکنار" کو جمع کر سکتا، ہاں البتہ حضرت قبلہ شاہ محمد محمود صاحب نے اپنی تصنیفِ لطیف میں ان میں سے کچھ "جواہر پاروں" کو نمونے کی کوشش فرمائی ہے۔ ہم بھی

Marfat.com

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے "انیس سے کچھ گوہر ہائے کلام" ذکر کر کے اس انجمن کی رنگینیوں سے آپ کو شناسا کرنے اور اس کی عطر بیزیوں سے آپ کے مشامِ جان معطر کرنے کی کوشش کرتے ہیں

(۱)

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے : مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (پ ۵ ع ۸) جو تمہیں بُرائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے اور جو تمہیں بھلائی پہنچے وہ تمہارے نفس کی طرف سے ہے' —— فرمایا بتاؤ اس کی کیا وجہ ہے کہ "برائی کو مِنْ نَفْسِكَ فرما کر اپنی طرف نسبت دینے کا حکم دیا جا رہا ہے اور اچھائی کو اللہ کی طرف حالانکہ "قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ" دونوں چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ پھر خود ہی اس حقیقت کو تصوف کے انداز میں آشکارا کرتے ہوئے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ "تم بھی فانی اور جو چیز تمہاری ہے وہ بھی فانی" لہٰذا برائیوں اور گناہوں کو اپنی طرف نسبت دو تاکہ تم فنا ہو تو یہ بھی فنا ہو جائیں، اور خدا باقی ہے لہٰذا اپنی نیکیوں کو اس کی طرف نسبت دو تاکہ وہ باقی رہے تو اس کے ساتھ تمہاری نیکیاں بھی باقی رہ جائیں ——

دوسرا تفسیری نکتہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں بندہ کو "ادب" کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے کہ کوئی گناہ تم سے سرزد ہو جائے تو اس کو اپنے نفس پر محمول کرو اور اچھائی کو خدا کی توفیق اور عنایت سمجھ کر اس کی طرف منسوب کرو پھر دیکھو اس ادب کا راستہ اختیار کرنے پر خدا کی کتنی رحمتیں تم پر نازل ہوتی ہیں۔ ان دونوں نکات کی مزید وضاحت کے لیے پھر قرآن ہی سے یہ مثال پیش کی کہ "دیکھو شیطان نے بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ کہہ کر اپنی گمراہی اور عصیان کو خدا کی طرف منسوب کیا تو اس کا وہ گناہ قیامت تک کے لیے باقی رہ گیا اور اس بے ادبی سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا" ادھر دیکھو آدم علیہ السلام نے ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہہ کر ادب کا راستہ اختیار کیا اور اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کیا تو ان کی وہ خطا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا ہو گئی اور ایسی فنا ہوئی کہ آج اگر کوئی ان کی طرف خطا کی نسبت بھی دے گا اور ان کو عاصی و گنہگار کہے گا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(۲)

فرمایا بلاؤں اور مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوعیت پیدا ہو جاتی ہے، تو وہ چیز جو

Marfat.com

محبوب کی طرف رُخ کرادے پھر وہ "بلا" نہیں "کمندِ حق" ہے، یہ مواقع اسی لیے آتے ہیں کہ انسان کو "مقاماتِ علیا" پر فائز کردیں۔ اس کے علاوہ اگر بلائیں نہ ہوں تو پھر صبر جیسے وصف کی فضیلت کس طرح ہو ــــــ فرمایا ہم تو ہمیشہ بلاؤں میں رہے ہے، بیگانوں کی کیا شکایت ہمیں تو اپنوں سے ہی ایذائیں پہنچیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ سنتِ الٰہی ہے کہ اپنے مقربان بارگاہ کو اذیتوں اور مصیبتوں میں ڈال کر ان کی آزمائش کرتا ہے جو جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہے اس پر اسی قدر مصائب کا بار ڈالا جاتا ہے۔

چنانچہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی ذات محبوب نہ تھی اس لیے سب سے زیادہ اذیتوں سے آپ کو دوچار کر دیا گیا، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ کَمَا اُوْذِیْتُ۔ اس نیلگوں آسمان کے نیچے کسی نبی کو اتنی تکلیف نہیں دی گئی جتنی مجھے دی گئی ــــــ اور جب اس امتحانِ عشق سے وہ صابر و شاکر، فرحاں و شاداں ہو کر کامیاب و کامراں گذر جاتے ہیں تو پھر ان کو خلعتِ محبوبیت سے نواز کر یُوضَعُ لَهُ الْقَبُوْل کا مژدہ سُنا دیا جاتا ہے، تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اسی دستور کے تحت اذیتوں اور مصائب سے دوچار ہونا اور نہ صرف اس کو سہنا بلکہ اس پر فرحت و مسرت کا اظہار کرنا، آپ کی امتحانِ عشق میں کامیابی اور مقامِ محبوبیت، پر سرفرازی کی ایک بیّن دلیل اور ایک واضح ثبوت ہے ؎

کُشتہ یار ہوں اس رشک سے مرتا ہے جہاں
وہ بھی کیا ہیں جو میری موت کا غم کرتے ہیں

(۳)

فرمایا، فرعون و نمرود دعویٰ اُلوہیت کرتے رہے، نہ پکڑے گئے لیکن جب خدا کے خلیل و کلیم حضرت ابراہیم اور حضرت موسےٰ علیہما السلام کے مقابلہ میں آئے تو فوراً گرفت ہو گئی اور تباہ و برباد ہو گئے، معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کے مقابلہ میں اگر کوئی آئے گا تو نہ بچیگا ــــــ پھر فرمایا، کاملین اہل اللہ سے دشمنی کا بدلہ ذرا دیر سے ملتا ہے کیونکہ وہ

Marfat.com

اعلیٰ وارفع مقام میں ہوتے ہیں۔ اُترتے اُترتے بھی وقت لگتا ہے، ہاں جو حضرات ولایت کے ادنیٰ درجہ پر فائز ہیں ان کا خیال سیف قاطع ہوتا ہے، ادھر آیا نہیں ادھر کام تمام ہوا نہیں آخر میں فرمایا ان تمام مراحل سے ہم بھی گزر چکے ہیں

(۴)

اُولٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ کے تحت تفسیر کبیر میں ہے کہ صدیق وہ ہے جس سے کثیر صدق ظاہر ہوا ـــــ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اتنا صدق ظاہر ہو کہ اس کے جملہ احوال اور لطائف میں صدق ہی صدق کی جلوہ گری ہو، کذب، یعنی خلافِ واقعہ کوئی امر ظاہر نہ ہو مثلاً "لطیفہ قلب" ہمہ وقت تمام افعال عباد میں صرف ایک اللہ کے فعل کو دکھلائے ـــــ اسی طرح دوسرے لطائف میں بھی ہر امر مطابق واقعہ ہو ـــــ

(۵)

ایک مخلص نے دنیا کے فتنہ وفساد سے دل برداشتہ ہو کر عرض کیا کہ یہ کس قدر پُرفتن زمانہ ہے، کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا:

"باخدا باش ہر جا کہ خواہی باش"

یعنی جہاں بھی رہو خدا کے ساتھ رہو۔" پھر سکون ہی سکون ہے" ـــــ

(۶)

فرمایا" انسان کو چاہیئے "مجاہدہ" میں ہر وقت مصروف رہے، کبھی پچھڑے گا تو کبھی پچھاڑے گا، اگر پچھڑا تو شہید ہوا اور پچھاڑا تو غازی بنا ـــــ

(۷)

فرمایا ایک روز ہم مدینہ طیبہ میں مراقب تھے کہ ایک تجلی منکشف ہوئی، ایسی پُرکیف تجلی تھی کہ آج بھی اس کے تصور سے کیف وسرور حاصل ہوتا ہے، اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوا کہ بس مطلوب تک پہنچ گیا، اور مقصود پا لیا، ابھی اسی استغراق میں تھا کہ مؤذن کی آواز کان میں آئی قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ہ (اس وقت یہ دستور تھا کہ تکبیر سے قبل مؤذن بآوازِ بلند یہ پڑھتا تھا) اس آواز کے آتے ہی جسم میں ایک بجلی سی کوندی اور تشبیہ میں سے تنزیہی جلوہ

Marfat.com

نظر آیا اور معلوم ہوا کہ وہ پہلی تجلی مقصود نہیں تھی بلکہ مقصود تو یہ ہے لیکن اس کے بعد پھر یاس اور ناامیدی نے گھیر لیا کہ مطلوب کہاں، وہ تو ورار الورار ہے، اس تک تو کسی کا وہم وگمان بھی نہیں پہنچ سکتا ——— اس موقعہ پر صاحب مصباح السالکین نے اس مقام اور کیفیت کو ایک شعر میں خوب بیان فرمایا ہے

ہر نقاب روئے جاناں را نقابے دیگر است

ہر حجابے را کہ طے کردی حجاب دیگر است

پھر آپ نے فرمایا کہ امامِ ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ آخر میں صرف یاس ہی یاس رہ جاتا ہے اور اگر میں اس کو مبتدی پر ظاہر کر دوں تو وہ طریقہ میں داخل ہونا ہی چھوڑ دیں

(۸)

اپنے صاحبزادہ حضرت شاہ محمد محمود کو ایک روز نصیحت کرتے ہوتے فرمایا کہ جب تم وعظ و تقریر کرو تو کبھی "خلق" پر نظر نہ رکھنا، لہٰذا اگر مجمع کم ہو تو کبیدہ خاطر نہ ہونا، اور زیادہ ہو تو خوش نہ ہونا ——— بلکہ اپنے نظر سے مخلوق کو ہٹا کر صرف خالق پر نظر رکھنا، اسی کو "فنائے خلق" کا مرتبہ کہتے ہیں۔ تمہارا جو کام ہو وہ اللہ کے لیے ہو ———

(۹)

فرمایا، کہ حضرت ضیائے معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں یہ نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ مظلوم بن کے رہنا، کبھی ظالم نہ بننا، اور انہوں نے ہمیں یہ واقعہ بھی سنایا کہ ایک شخص نے ہم سے مصافحہ کرتے وقت ہمارا ہاتھ زور سے دبا دیا ہم مظلوم بنے اور اس سے کچھ نہ کہا تو اس کو سزا یہ ملی کہ اس کی نسبت اسی وقت سلب ہو گئی ———

(۱۰)

فرمایا، ہمارے طریقہ میں نماز تہجد بڑی ضروری چیز ہے، آدھی رات کا وقت "وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی" کے کامل ظہور کا وقت ہوتا ہے لہٰذا رات کو اُٹھ کر "فنائیتِ اشیاء" کا مشاہدہ کرے اور عبادت میں ذوق حاصل کرے کیونکہ کمالاتِ نبوت سے حصہ پانے والے کو ثلث لیل ذوق حاصل ہوتا ہے ———

Marfat.com

(۱۱)

فرمایا مومن کو اللہ تعالیٰ کی مدد ضرور پہنچتی ہے کیونکہ اس کا وعدہ ہے "کَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ"۔ فرمایا کہ اس کے اسماء اور صفات سے نصرت اور مدد حاصل کرنی چاہیئے مثلاً وہ "قدیر" ہے تو جب اس قدیر سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگو گے تو فتح حاصل ہوگی۔ وہ "رزاق" ہے جب اس "رزاق" سے مدد مانگو گے تو ضرور رزق میں کشائش اور برکت ہوگی۔ اسی طرح اللہ کے تمام اسماء کو قیاس کرتے چلے جاؤ۔

(۱۲)

عرس شریف کے دنوں میں ایک روز کھانے کے دوران حضرت کا دندان مبارک ٹوٹ کر ہاتھ میں آگیا، فرمایا، ایک ایک چیز ساتھ چھوڑ رہی ہے، پائیدار رفاقت صرف ایک "رفیقِ اعلیٰ" کی ہے۔

سبحان اللہ! ہر ایک معاملہ میں اُس طرف رُخ پھیر کے خدا کی یاد پیدا کرانا اور تصوف کے اسباق کو تازہ کراتے رہنا یہ آپ جیسے "صوفی" کا ہی کام تھا۔

(۱۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو "اختراعی طبیعت عطا فرمائی تھی" چنانچہ ایک روز نماز غوثیہ کا ذکر تھا، فرمایا اسی طرح حضور رُوحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی طرف قدم قدم شوق اُٹھا کر چلے تو اور بھی زیادہ باعثِ لُطف و نصرت ہوگا۔ اور اس سے پہلے دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ "لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ۔ تا ــــ العرش العظیم پ۱۱ ع ۵" اور اس کے بعد بارہ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللہُ شریف پڑھے، اور سلام کے بعد بارہ قدم جانب مدینۃ الرسول چلے، پھر حضور پر یوں صلوٰۃ و سلام بھیجے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللہِ" پھر ہاتھ اُٹھا کر آپ کا وسیلہ دے کر خدا سے اپنی حاجت طلب کرے، انشاء اللہ اس کی مراد بر آئے گی اور اس کی حاجت پوری ہوگی ــــ حضرت شاہ محمد محمود صاحب نے فرمایا کہ دُعا کے وقت جب ہاتھ اُٹھائے تو آنحضرت کی تعلیم کردہ یہ دُعا ضرور پڑھے، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ

Marfat.com

وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ، اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ——— اس دعا کی وجہ سے کیف بھی دوبالا ہوگا اور دعا بھی "ادعیٰ الی الاجابت" ہو جائے گی۔

بارہ قدم جانب مدینہ چلنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بارہ منزل کے فاصلہ پر ہے، لہٰذا ہر ہر قدم پر ایک ایک منزل قریب ہونے کا خیال کرتا جائے گا تو ایک عجیب کیف و سرور سے سرشار ہو جائے گا۔

نامہ و پیام | خطوط کے جوابات دینے میں آپ بہت مستعد تھے، اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے آئی ہوئی مخلصین کی ڈاک ہر روز تقریباً دس پندرہ خطوط پر مشتمل ہوتی تھی، جس میں اپنی جسمانی اور روحانی پریشانیوں کے تذکرے، وظائف و تعویذات کے متعلق امور کے علاوہ فقہی اور تصوف سے متعلقہ اعلیٰ اور ادق مسائل پر استفسارات بھی شامل ہوتے تھے، اور حضرت ظہر کے بعد بیٹھ کر انہیں سے ہر خط کا تسلی بخش اور مفصل جواب خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر ارسال فرماتے تھے۔ حضرت کا ہر ایک خط اپنی جگہ پر ایک کتابِ حکمت ہوتا تھا تقسیم پاک و ہند سے قبل عوام کے استفادہ کے لیے ان سب کو جمع کیا گیا تاکہ طبع کرایا جا سکے لیکن افسوس وہ تمام نادر و نایاب ذخیرہ وہیں تلف ہو گیا کچھ مخلصین نے حضرت کے خطوط کو اپنے پاس حرزِ جاں بنا کر رکھا اور وہ ان کو اپنے ساتھ پاکستان لے کر آئے، مثلاً محترم حکیم مشتاق احمد صاحب، عبدالحفیظ خاں صاحب غوری کے پاس وہ خطوط تھے جو حضرت نے خود ان کو تحریر فرمائے اور میر جمیل الدین صاحب (سیالکوٹ) کے پاس حضرت کے وہ خطوط تھے جو آپ نے اپنے خلیفہ حاجی عبدالعزیز صاحب اور جمیل صاحب کے والد قاضی فریدالدین صاحب کو "فیروزپور" ارسال فرمائے، ان سب حضرات نے اپنے پاس رکھے ہوئے یہ خطوط اس احقر کو عنایت فرما کر بڑا کرم کیا، اس پر یہ احقر تہہ دل سے ان کا ممنون ہے ان مکتوبات میں سے چند بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ اولیاء اللہ ان خطوط کے ذریعہ دور دور کی دنیا کو کس طرح مستفیض فرماتے تھے اور مخلوقِ خدا کی رہبری و ہدایت کا فرض کس کس طریقہ سے انجام دیا کرتے تھے ———

Marfat.com

(۱)

"عبدالحفیظ" یعنی "عزری صاحب" سے حضرت کو بہت محبت تھی، ایک دفعہ آپ کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا، دِل کی "وحشت" کا عجب عالم تھا، اس عالمِ وحشت میں دِل کی تسکین کی ایک ہی صورت نظر آئی کہ "یار" کو خط لکھیں اور ذوقِ مخاطب کے مزے میں سب غموں کو بھلا دیں ؎

کتنی وابستہ ہے تسکین تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پر بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

ان کے خط کے جواب میں حضرت صاحب نے جو نامہ گرامی روانہ فرمایا وہ عزری صاحب کے لیے تو اطمینان کا باعث ہوا لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ آج بھی غم والم اور یاس و ناامیدی میں ڈوبے ہوئے ہر انسان کے لیے آپ کا یہ مکتوب موجبِ سکون و راحت اور باعثِ فرحت و طمانیت ہے۔ وہ پیامِ سکون و شفا یہ مکتوبِ گرامی ہے ——

۷۸۶

عزیزم عبدالحفیظ صاحب دفع اللہ وحشتکم،

السلام علیکم وقلبی لدیکم

خطِ وحشت نمط موصول مطالعہ ہوا، تمہاری معطلی کی خبر معلوم ہوئی، اللہ پاک کی مشیت کی کسی کو خبر نہیں، معلوم اس اسرار کے اندر کیا کیا راز مستتر ہیں، قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے "عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" یعنی بہت سی شئے تم کو بُری معلوم ہوتی ہیں حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ "صوفی" بلاء۔ اور رنج کے اندر زیادہ لُطف اُٹھاتا ہے کیونکہ اس کے اندر نفس کی مراد بالکل نہیں ہوتی۔ خالص مرادِ دوست یعنی اپنے ربِ رؤف و رحیم کی ہی ہوتی ہے —— فقیر تمہارے اس فقرے کو سن کر نہایت ہی مسرور ہوا ہے کہ "مجھ کو بالکل خیال ہی نہیں ہے" الحمدللہ ثم الحمدللہ، تمام تصوف کا نتیجہ یہی ہے کہ اپنے رب کے افعال پر راضی رہے

Marfat.com

اور سب کچھ اسی کی طرف سے دیکھے۔ بس جب اس کا فعل دیکھے گا تو رنج کیوں کرے گا، اللہ تعالیٰ ایسے استقامت اور صبر اور توکل اور تسلیم کی توفیق زیادہ عطا فرماتے۔ فقیر کو تمہاری قلبی حالت پر بہت ہی خوشی حاصل ہے۔ خلاصہ تمام محنت اور مجاہدہ کا یہی ہے ـــــ اب آپ احمد آباد جاؤ گے یا کہاں؟ دہلی سے کئی خط طلبی کے آچکے ہیں۔ اس دفعہ ہم سرہند شریف بھی عرس مبارک میں حاضر نہ ہو سکے۔ وجہ یہ ہوئی کہ فقیر اور مولوی[1] صاحب ہم دونوں بیمار ہو گئے اور اب تک بیمار ہیں، اگرچہ اب بفضلہ افاقہ ہے مگر ضعف اور نقاہت بہت ہے، دہلی سے بھی خط آیا ہے وہاں پر بہت سے کام ہمارے پہنچنے پر انجام پاویں گے اس لیے بروز دوشنبہ ۷ تاریخ کو انشاء اللہ صبح ڈاک سے سوار ہو کر ۹ بجے دن کے دہلی پہنچ جائیں گے، اپنے حال سے دہلی مسجد فتحپوری کے پتہ سے اطلاع دینا۔ اور ابھی آٹھ نو یوم ہیں اس عرصہ کے اندر جو کچھ حال ہو اس سے الور ہی اطلاع دینا۔ زیادہ دعا۔ مولوی صاحب کو بھی باقتضائے بشریت سخت ملال ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے۔ سلام کہتے ہیں۔

فقیر محمد رکن الدین نقشبندی مسعودی مجددی

از الور

(۲)

یہی غوری صاحب اپنے روحانی مرض یعنی عبادت اور مراقبہ وغیرہ میں دل نہ لگنے کی شکایت کرتے ہیں اور اس طبیب روحانی کی طرف سے یہ نسخہ کیمیا عطا ہوتا ہے

۷۸۶

عزیز من ..... دعا

خط پہنچا، حال معلوم ہوا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ

---

[1] اس سے مراد آپ کے صاحبزادے شاہ محمد محمود صاحب ہیں (ابوالخیر)

Marfat.com

علیہ کے ایک مرید نے حضرت موصوف الصدر کی خدمتِ عالیہ میں بھی ایسے ہی شکایت لکھی تھی جیسی کہ تم نے لکھی ہے یعنی مراقبہ میں دل نہ لگنا، عبادت سے دل چرانا وغیرہ وغیرہ، تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ کچھ پرواہ نہ کرو، اگر یہ دو چیزیں تمہارے پاس ہیں ایک شیخ یعنی پیر کی محبت، دوسرے اتباعِ شریعت یہ دو رسّی ایسی ہیں کہ اگر تحت الثریٰ کے اندر بھی چلے جاؤ گے تو آخیر میں یہ دو رسیاں تم کو وہاں سے نکال لائیں گے۔ اور اگر انہیں میں سے ایک رسّی بھی ٹوٹ گئی تو خرابی در خرابی ہے۔ عزیز من! اسی حالت کو "قبض" سے تعبیر کیا گیا ہے، قبض کے اندر استغفار زیادہ مفید ہے، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چونکہ غم بینی تو استغفار کن ! غم ز امرِ خالق آمد کار کن
کوہ را کہ کن باستغفارِ خویش جام مغفوراں بگیر و خوش بکش

یعنی جب تو رنج دیکھے تو استغفار کر کہ غم اللہ کے حکم سے آیا ہے، تو اپنا کام کر، پہاڑ کو گھانس کر اپنی استغفار سے، بخشے ہوؤں کا پیالہ لے اور خوش ہو کر پی۔ غرض دل لگو یا نہ لگو استغفار کی تسبیح پڑھا کرو ——— مولوی محمد محمود سلمہ سلام کہتے ہیں۔ چار روز سے انہوں نے ترجمہ قرآن شریف کا شروع کر دیا ہے۔ بہت لوگ جمع ہوتے ہیں۔ بفضلہٖ خوب مجمع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتے۔ عبادت میں فرق نہ آئے اس کے اسباب کی طرف بھی نظر رکھا کرو، کیا کوئی صحبت ایسی میسّر آگئی ہے کہ جس کی نحوست نے ایسی طبیعت کر دی ہے یا اور کوئی سبب ہے؟ بہر حال فضلِ الٰہی شاملِ حال ہے۔ زیادہ دعا۔

از دہلی کوچہ رحمان گلی کنویں والی
راقم الدعا فقیر حقیر محمد رکن الدین نقشبندی الوری
حال مقیم دہلی

(۳)

"وساوس اور خطرات" کے متعلق عوزی صاحب کو ایک مفصل مکتوب تحریر فرماتے ہیں جو اس

Marfat.com

موضوع پر اپنی مثال آپ ہے اور راہِ طریقت کے ہر سالک کے لیے ایک نشانِ منزل ہے۔

۸۶

محبی مخلصی میاں عبد الحفیظ خاں ، حفظہ اللہ تعالیٰ عن الوساوس الخناس

بعد دُعا کے واضح ہو کر تمہارا خط مع کارڈ آمدہ بمبئی وصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا، کتاب کے متعلق تو یہ تحریر ہے کہ احمد آباد سے عرس شریف کے موقعہ پر اگر کوئی الور آیا تو اُس کے ہاتھ کتاب بھجوا دی جائے گی، پھر جلیا آپ کو کہلا کر بھجوا دیا جائے اس کے موافق عمل کریں۔

اب آپ کی دوسری باتوں کا جواب تحریر ہوتا ہے، بغور اس کو پڑھنا اور جب وحشت دامنگیر ہو اس خط کو پڑھ لیا کرنا، اس کو مکرر سہ مکرر بلکہ کئی بار پڑھنا اور دیکھنا۔ عزیز من! آپ مراقبہ میں ایسے وساوس اور خطرات سے ہر گز پریشان خاطر نہ ہوں، یہ بھی ایک علامت قربِ الٰہی کی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہم اپنے نفسوں میں ایسی چیز پاتے ہیں کہ اس کو زبان پر لانے کو سخت مکروہ اور بُرا جانتے ہیں ــــ آپ نے فرمایا کہ کیا تحقیق تم زبانوں پر لانے سے اپنے اندر گراں پاتے ہو یعنی بُرا جانتے ہو؟ عرض کیا کہ ہاں، فرمایا یہ صریح ایمان ہے۔

دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے وساوس اور خطرات کو معاف فرما دیا جب تک کہ اس کو عمل میں نہ لا دے یا زبان سے نہ کہے۔ یہ اس اُمت کا خاصہ ہے کہ دِل میں چاہے جیسے بُرے بُرے خیالات آیا کریں مگر اس پر مواخذہ نہیں، اگلی امتوں کا اس پر بھی مواخذہ تھا

تیسری حدیث میں ہے کہ ایک مرد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنے نفس کے اندر ایسی باتیں کیا کرتا ہوں کہ ان کو زبان پر لانے سے یہ بہتر ہے کہ میں مانند کوئلے کے جل کر خاک ہو جاؤں برخلاف اس کے کہ ان بُری باتوں کو جو

Marfat.com

میرے دل میں آتی ہیں زبان پر لاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تعریف ہے خاص ان خدا کیلیے کہ جس نے اس مرد کو وسوسہ کے اندر ہی ڈال کر چھوڑ دیا، آگے زبان تک نہ پہنچایا، "تاکہ مواخذہ ہوتا ——— بس ان احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ ایسے خراب وساوس سے وہ حضرات کہ جو اللہ کے حبیب افضل الرسل کی صحبت شریف سے فیض حاصل کرنے والے تھے نہ بچ سکے تو پھر اور دل کا کیا ذکر ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کا ہی یہ حصّہ ہے۔ جس قدر قرب ہوگا اس ہی کے موافق وسوسہ پیدا ہوتا ہے،

اب معلوم کرنا چاہیئے کہ اس کا علاج کیا ہے، سو اول تو یہ ہے کہ آپ ان ایام میں مراقبہ میں دِل پر زور نہ دیں، جب بیٹھو تین مرتبہ اندر سے باہر کی طرف زور سے سانس لے کر خیال سے ان سب وسوسوں کو زمین پر پھینک دو۔ اس سے پہلے تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھ کر بیٹھو، اور وقت بیٹھنے مراقبہ کے یہ سانسوں کا عمل کرو۔ گویا ان وساوس کو سینہ سے نکال کر باہر زمین پر پھینک دیا۔ پھر مراقبہ کے اندر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں پناہ گزین ہو جاؤ جیسے کوئی دُشمن سے بھاگا ہوا کسی اپنے مُربّی کے دامن میں چھپتا ہے جس قدر دیر تک یہ وقت گزرے بہت غنیمت جاننا۔ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس" پڑھنے کے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ سے پناہ مانگو، ایک نور کا تصوّر کر کے اس کے اندر اپنے کو چھپا دیا کرو ۔ یہ وساوس شیطان لعین کی طرف سے ہوتے ہیں۔ مرشد کی ذات تو کیا چیز ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب کی نسبت پیدا کراتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے، بس اگر فقیر کی نسبت کوئی بُری بات آوے یا اللہ ورسول کی نسبت آوے تو تم اس پر رنجیدہ خاطر نہ ہوا کرو بلکہ اس کو ایمان کی قوت کا باعث سمجھو اور زیادہ اس کی طرف توجہ نہ کیا کرو، دیکھو کتے کی خاصیت ہے کہ جب وہ بھونکے اگر اس کی طرف توجہ دی اور بھونکے گا، جس قدر متوجہ ہوں گے بھونکنا زیادہ ہوگا، اور اگر بے توجہی

کی گئی تو بھونک کر خاموش ہو جاتے گا۔ بعینہ یہی حال نفس کا ہے ۔ یہ خطرات اس کا بھونکنا ہے اگر ان کے پیچھے زیادہ پڑے تو اور زیادہ ہوں گے ۔ بس سالک کو لازم ہے کہ ایسے وقت میں خاص ان کی طرف کچھ توجہ نہ کرے ، بلکہ جو باتیں تبلائی گئی ہیں ان کو عمل میں لاوے ۔

دوسرے مراقبہ ایسے وقت میں کم کیا جاوے ، بلکہ اپنے کو دُنیاوی کام کاج میں مصروف کرے ، سکوت بالکل اختیار نہ کرے ، خوب باتیں کیا کرو ، اپنے پیروں کے اذکار جو یاد ہوں ان کو سُنایا ، یا خود اچھی باتیں بزرگوں کی سُنیں یا اپنی ملازمت کی باتیں کرتے رہے ۔ غرض ان خطروں کی طرف ہرگز التفات نہ کیا جاوے ، آئیں تو آنے سے بجائے غم کے مسرت ہو کہ الحمدللہ میرے پاس حسب فرمودہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان ہے یہ شیطان لعین اس غم سے مجھ کو غمگین کیا چاہتا ہے ۔ میں ایمان کی خوشی کے اندر اس کی بکواس کی کچھ پروا نہیں کروں گا ، ہاں زبان سے یا دیگر جوارح سے کوئی بات ظاہر نہ ہو ، دِل میں کچھ آوے اس کا ذرا بھی مواخذہ نہیں ہاں زبان اور جوارح کا مواخذہ ہے سو خُدانخواستہ نہ اب تک ایسا ہوا ہے اور نہ انشاءاللہ ہو گا ۔

بھائی ! یہ موقعہ "مرتبہ رضا" پر لے جانے کے لیے آتا ہے تاکہ اس کے فعل پر راضی ہو جاوے ۔ کیونکہ جو اپنی مراد کے حاصل کرنے کے اندر مبتلا ہے وہ اپنی نفس کی ہوا کا مرید ہے اور جو خدا کی مُراد پر راضی ہے وہ اللہ پاک کا مرید ہے ، جب اللہ پاک کسی بندہ کو یہ مرتبہ دینا چاہتا ہے تو اس کی مُراد پوری نہیں کرتا ، نامرادی میں مبتلا کرتا ہے ۔ جیساکہ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے ترقی عمدہ کی اُمید کیسے نابود کی ، ایسے مواقع پر نفس خوب ٹوٹتا ہے اور اس کے ٹوٹنے کے ہی اندر اس کا بناؤ رکھا ہوا ہے ، غرض اندر ہی اندر دِل کے بجائے خراب خراب وساوس کے اپنے رب سے کبھی خوف کبھی اُمید کبھی بجائے حصول رضا و تسلیم کبھی ناز کبھی نیاز ، غرض جیسے دوسروں کی باتیں وسوسہ یہ کہ

پریشان خاطر کریں اسی طرح اپنے ربّ سے باتیں کرنے میں وسعتِ قلبی اور مسرت حاصل کرنی چاہیئے۔

ایک یہ بات بھی یاد رکھو کہ اس وقت میں زبان سے پکار کر یعنی درمیانی آواز سے کلمہ شریف یعنی "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" زیادہ پڑھتے رہو، "لَا" کے وقت تمام وسوسوں کو دل سے جھاڑ ڈالو جیسے جھاڑ دسے کوڑے کو جھاڑا کرتے ہیں اور "اِلَّا اللہُ" کے وقت ایک نور مثلِ آفتاب دل میں قائم کیا کرو۔ جب تک دل لگا رہے اس وقت تک ذکر کیا کرو پھر کھڑے ہو جاؤ۔ اکثر وقت چلتے پھرتے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ" پڑھتے رہو معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ نہ میرے پاس حول ہے نہ طاقت تیرے ساتھ سب کچھ ہے، غرض اپنی مسکینیت اور عاجزی اور بندگی ہر وقت مدِ نظر رکھو۔ ان تعلیمات کے بعد پھر اپنا حال تحریر کرنا، بس جو کچھ سمجھو اللہ کی طرف سے سمجھو۔ یہ سمجھ بھی شکایت اور رنج کو دُور کرتی ہے۔ کسی سے کوئی اُمید اور ضرر کی توقع مت رکھو، سب سے غنی رہو، اللہ بس باقی ہوس۔

سب کو سلام۔ مولوی صاحب بھی سلام کہتے ہیں

فقیر محمد رکن الدین نقشبندی

از الور

(۴)

تصوف کے اعلیٰ مضامین کے خوگر، متصوفانہ مزاج کے حامل حضرت کے خلیفہ جناب حاجی عبدالعزیز صاحب کے نام ایک مکتوبِ گرامی:

۸۶

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

مسکین محمد رکن الدین غفرلہٗ ذنوبہٗ وستر عیوبہٗ کی طرف سے اعزی اکرمی معرفت آگاہ محبت دستگاہ صوفی باصفا حاجی محمد عبدالعزیز صاحب زاد اللہ معرفتہٗ،

Marfat.com

وتم اللہ نزولہ کی خدمت میں بعد جوابِ سلام مسنون و دعائے معمول واضح ہو
اخلاص نامے یکے بعد دیگرے اسمی فقیر و عزیزم لیسین صاحب سلمہ موصول مطالعہ
ہو کر وقتاً فوقتاً کاشفِ حالات ہوتے رہے، الحمدللہ کہ عزیزی حاجی صاحب
سلمہ کی سعی قابلِ شکر گزاری ثابت ہوئی، یقین ہے کہ اب آپ کو بھی قدرے
اطمینان حاصل ہو گیا ہو گا۔

انسان ضعیف البنیان کے ناصیۂ حال پر اگرچہ داغِ عجولت ضرور لگایا گیا ہے
جس کی وجہ سے حصولِ مراد کی تاخیر اس کو پریشان خاطر کیا کرتی ہے۔ مگر تعمیلِ حکم کے
اندر انتظارِ مراد ضرور مراد پر پہنچانے والی چیز ہے۔ اسی انتظارِ کامل کو دوسرے لفظوں
میں صبر و استقلال سے تعبیر کیا ہے، یہ ریاضت خاصہ انسانی ہے کیونکہ مکلف مقابل
کو مجبراً راضی عطا نہیں ہوا لہٰذا ان صفات سے حصہ کامل حاصل نہیں ـــــ الحمدللہ کہ
رحمتِ کاملہ نے ان صفاتِ محمودہ مطلوبہ کی تحصیل کے لیے اپنے حکم کو انسان کے امرا
کامل کے احکامات میں مستور کر دیا، جس سعید نے اس حبل المتین کو مضبوطی کے ساتھ تھاما
وہ دارین میں فائز المرام ہے۔

الحمدللہ آج ۲۰ رتاریخ ہے فقیر بعد نمازِ عصر معتکف ہو گا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ
مقبول فرمائے۔ آپ کو کونسی چیز مانع اعتکاف ہے، فقیر کے نزدیک ایسا موقعہ شاید
آپ کو عمر بھر میں بھی نصیب نہ ہوا ہو، ضرور بلحاظِ اتباع معتکف ہونا چاہیئے۔ اگر
عشرہ کے ایام کچھ گذر گئے ہوں تو مسنون اعتکاف نہیں ہو سکتا ـــــ اگر خیال نہ ہوا
ہو اور اس سنت کی تعمیل سے محرومی رہی تو سخت افسوس کا موقعہ ہے ـــ

عزیزم حاجی محمد بشیر صاحب سلمہ کو کچھ خیال نہیں رکھنا چاہیئے۔ فقیر اُن سے
بہت خوش ہے۔ سہو اور نسیان خاصہ انسان ہے، آپ نے ایک مسئلہ دریافت
کیا تھا۔ اب فقیر اس کا جواب لکھتا ہے کفار کی داڑھی مونڈنے کی اجرت مسلمان
حجام کو درست ہے ہاں مسلمان کی داڑھی مونڈنے کی اجرت مسلمان حجام کو درست
نہیں کیونکہ کافر موردِ احکامات نہیں ہے اور مسلمان موردِ احکامات ہے۔

Marfat.com

دو شہادت ۲۹ کے رویت کی آئی ہیں مگر کافی نہیں، اگر اور شہادتیں مزید آگئیں
تو ایک روزہ قضاء کیا جائے گا ـــــ الحمد للہ کہ جمیع مخلصین خیریت سے ہیں
جمیع احباب کی خدمت میں سلام مسنون زیادہ والسلام

فقیر محمد رکن الدین نقشبندی

از الور

(۵)

حضرت کے بہت ہی محبوب اور لاڈلے مخلص جناب حکیم مشتاق احمد صاحب جنہیں ایک مکتوب میں آپ نے "جانِ اخلاص" اور "روحِ وفا" جیسے دلنواز القاب سے یاد فرمایا ہے، اپنے دشمنوں کی ایذا، رسانیوں اور حاسدوں کی فتنہ پردازیوں کی شکایت جب اس محبوب بارگاہ میں کرتے ہیں تو وہاں سے اس "روحِ وفا" اور "جانِ اخلاص" کی یوں تسلی اور تشفی کی جاتی ہے

۷۸۶

و اعزی اخلصی دفع اللہ وحشتکم و زاد اللہ مرتبتکم وخزل اللہ اعدائکم
بعد دعا کے واضح ہو۔ آج آپ کا خط موسومہ "قاضی اشتیاق احمد" نظر سے گذرا، جس کے مضمون سے آپ کا بے حد قلق اور اضطراب ثابت ہوا، عزیز من! کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و نگہبان ہے۔

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

خدا نخواستہ خدا نخواستہ اگر مخالف تمہارے خلاف کارروائی کریں اور غایت یہ ہے کہ آپ کو علیحدہ کردیں تو رزاقِ مطلق دوسری صورت کہ جو اس سے بہتر ہوگی ظہور میں لاوے گا۔ اپنا مطب علیحدہ کھول لیا۔ بس آخر نتیجہ یہ ہے ـــــ پھر آپ اپنے کو کیوں اتنا گھلاتے اور پگھلاتے ہو فاعلِ حقیقی کی طرف نظر رہے، سب کو نظر سے ساقط کردو، وہ جو کچھ کرے گا بہتر کرے گا کتنی مواقع ایسے ہی گذر چکے ہیں ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی کامیاب فرمایا ہے، دیکھو کیا ہوتا ہے؟ ـــــ دنیا "دار الابتلاء" ہے، یہاں

Marfat.com

چین کیسا، اس کا البتہ شکر کرتے رہو کہ کوئی نعمت ہے جس کے سبب سے حاسدین اور معاندین حسد اور عناد کرتے ہیں —— اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر ہے کہ "محمود" بنایا، حاسد نہ بنایا، جو کوئی کرتا ہے اپنے ہی لیے کرتا ہے، تم حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ کا پانچ سو مرتبہ ختم بترکیب معلومہ پڑھے جاؤ اور اس کی وکالت مطلقہ کے سبب سے بے فکر رہو، شجرہ شریف بھی آپہنچا ہے بظاہر تو کوئی نقص نہیں معلوم ہوتا ہے، اشعار کے اندر سکتہ بھی نہیں ہے، مصنف صاحب کو بھی دکھلا دیا گیا ہے، اور فقیر بھی غور کرے گا. زیادہ دعا.

فقیر حقیر محمد رکن الدین نقشبندی

از الور

(۶)

اسی قسم کا ایک اور نامہ والا حکیم صاحب کے نام ارسال فرمایا ——

۲۸۶

اعزی اخلصی سلمہ الباری ——

بعد دعائے استقامت ظاہری و باطنی مرقوم آنکہ ——

اخلاص نامہ نے وارد ہو کر مسرور الوقت کیا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بایں اخلاص وارادت دارین میں خوش و خرم رکھے ؎

جو تبار عشق را آب از سر شمشیر تست

تو درخت عدل بنشاں بیخ بدخواہاں مکن

کچھ پروا نہ کرو اپنے کام میں لگے رہو، اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہے — اوراد معمولہ طریقت معہ شجرہ شریف کے ملتزم رہو اور مراقبہ معیت بمفہومہ اللقائیہ پر مداومت —— پھر کسی کا اندیشہ نہیں جب وہ ذات پاک جل جلالہٗ ساتھ ہے پھر کس کی مجال ہے کہ تم کو کسی طرح کا نقصان پہنچا سکے، خود اپنا ہی نقصان کرے گا —— ان شاء اللہ جب فقیر سفر کرے گا تو ایک دفعہ تمہارے

Marfat.com

پاس ضرور آئے گا ——————— زیادہ دُعا۔

فقیر محمد رکن الدین نقشبندی

از الور

(۷)

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارسی میں بھی مراسلت فرماتے تھے چنانچہ آپ کا تحریر کردہ فارسی کا یہ مکتوب گرامی آپ کی بہترین فارسی انشاء پردازی کا آئینہ دار ہے

۷۸۶

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بورود والا نامہ محبت امور مع غزل برطرح حضرت عراقی علیہ الرحمۃ کہ بر شرش شرہ نثار و با شعر شِش شعری شعار انقدر فرحتے و مسرتے رو داد کہ بیانش از زبان خامہ لال است ؎

ہتوا زندگان ساز غمش! نغمۂ مرحبا فرستادی
ساز و برگ ہزار درد و طلب بدل بے نور فرستادی!

اللہ اللہ! دریں زمانہ قحط الرجال ایں چنیں مردے فرزانہ و باکمال اگر نظر ظاہر بر فصاحت و بلاغت کلام و بندش الفاظ و ترکیب عبارت کردہ آید۔ بر زبان می آید کہ دریں زماں عرفی بودے گوشۂ گمنامی گزیدے و نظیری بے نظیری ترا معترف گردیدے و اگر نظر بر معانی کشادہ شود نسبت بعض اشعار کہ خبر از مقام جمع می دہد بدل گفتہ می شود کہ اگر حضرت منصور علیہ الرحمۃ و امثال آں دریں ہنگام بودے داد ایں مقام بخوبی دادے، پیرانِ ما علیہ الرحمۃ والرضوان کہ حدید البصر اند و از کمالات نبوت بہرہ وافی دارند داد ہر مقام می دہند و ہر یکے بفحوائے وَلِکُلٍّ وِّجْہَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا معذور می دانند و ایں چنیں می فرمایند کہ عشق بیش از واسطہ نیست و الحق ہمیں است واسطہ گاہے ذو واسطہ نمی شود۔ عشق

عنایت دعا

خط پہنچا — اللہ تعالیٰ تمکو دارین میں برکات اور نور سے
بلند مرتبہ کرے — سالک کے لئے دو بازو پرواز
کے رکھے گئے ہیں — ایک کا نام بسط ہے
اور دوسرے کا نام قبض ہے — اللہ تعالیٰ قرآن مجید
میں فرماتا ہے واللہ یقبض ویبسط یعنی اللہ ہی
قبض کرتا ہے اور اللہ ہی بسط کرتا ہے —
قبض کیفیت فیضان الٰہی جو باعث خوشی دل ہوتا
ہے جب دل بستگی و دل لگی مراقبات ہو کر
ہوتا ہے اور اس میں ذوق آتا ہے
تو دل میں خوشی اور کیفیت اور ولولہ رہتا ہے

حضرت شاہ رکن الدینؒ کا تحریر کردہ اپنے مخلص کے نام ایک گرامی نامہ

Marfat.com

مراقبات اور نماز و تہجد میں دل نہیں لگتا ہے پس ایسے وقت
میں سمجھے کہ اسم یا باطن کا ظہور ہے استغفار
کی کثرت کرے اور اپنی رب سے مناجات کا دروازہ
زیادہ کھولے اور جب تک کہ یہ حالت ہے اسکے
رہے بعد جب اسم یا ظاہر کا ظہور ہوگا تو ان ایام
کا بدلہ ہو جائیگا۔ اس وقت خوب دل لگیگی مراقبہ
میں بھی نماز میں بھی اور ایک بیت خشوع مسرت کے ساتھ پیدا
ہو جائیگی۔ پس سالک کو ان دو بازو دل کی بھی
قربت حضوری کا کمال ہے ایک حال یا بات کا
طالب نہ ہے بلکہ یہ دونوں حالتیں تا آخر سیر سلوک
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ہوگی سکی سنت
روز بروز صفت دماغ الیسی کمزور ہو جاتی ہے
ہو گئیں تو دوا کا استعمال ضروری ہے

Marfat.com

Marfat.com

عینِ عاشق نیست ہم چنیں سجدہ عینِ ساجد نہ ایں مقام تفرقہ کہ بعد الجمع است مرتبہ فوق دارد دایں جا ہمہ مراتب ممیز و مشہود اند و آنجا ہمہ محجوب و مستور بہر حال ہر چہ گفتہ شد نیکو شد کہ بر محل خود است۔ زیادہ والسلام مع الاکرام

فقیر محمد رکن الدین الوری

از الور

فیضانِ قلم یوں تو حضرت کے قلم نے مکتوبات کے ذریعے سینکڑوں لوگوں کو فیض پہنچایا، لیکن "فیضانِ قلم" سے اس وقت میری مراد حضرت کی تصانیف ہیں جنہوں نے سینکڑوں یا ہزاروں کو نہیں بلکہ بے شمار مخلوقِ خدا کو اپنے فیض سے سیراب کیا، اور آج بھی ایک عالم ان سے مستفیض ہو رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک یہ فیض یوں ہی جاری رہے گا، اور ایسے "عارفِ کامل" کے اخلاص کی زندۂ جاوید یادگار بن کر ہمارے دلوں کی انجمن میں ان کی "یاد" کے دیئے جلاتا رہے گا۔

رکنِ دین سلیس با محاورہ اور آسان اُردو زبان میں طہارت اور نماز کے مسائل پر جامع اور مختصر حضرت کی پہلی تصنیف ہے۔ ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر شہرتِ دوام پا چکی ہے، اس چھوٹے سے رسالے کی جامعیت، شوکت و اہمیت، شہرت و مقبولیت کو چند لفظوں میں بیان کرتے ہوئے مفتیٔ اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہی امام مسجد فتحپوری دہلی نے خوب فرمایا۔

"اہلِ علم پر یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ قدوۃ العلماء الراسخین زبدۃ الاولیاء الواصلین علامہ محقق و مدقق حضرت مولانا محمد رکن الدین شاہ صاحب نقشبندی، مجددی، مسعودی، الوری قدس سرہٗ کا رسالہ "رکن دین" اس پایہ کا رسالہ ہے جو اپنی ذات میں مستغنی عن التوصیف کی شان رکھتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ نے کچھ ایسی قبولیت اسے عطا فرمائی کہ چند ہی سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا ہے اور نہ صرف عوام نے اپنا حرزِ جان بنایا بلکہ بعض علماء نے اپنا مستدل ٹھہرایا اور اپنے فتاویٰ میں اس سے استدلال

Marfat.com

کیا۔[1]

یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی بغیر کسی پبلسٹی اور ایڈورٹائز کے اقصائے عالم میں اس قدر شہرت اور عوام وخواص میں ایسی شاندار مقبولیت کو دیکھ کر دشمن پریشان ہیں حاسد ومعاند حیران وسرگرداں ہیں مخلصین ومحبین فرحاں وشاداں ہیں اور علمائے اہلِ سُنّت بجا طور پر "نازاں" ہیں اور ادھر ع

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے

لیکن ہاں یہ ضرور کہیے بلکہ مانیے کہ اس کے مصنف کے "خلوصِ نیت" اور پاس کی اس تصنیف کی بارگاہِ الٰہی میں "شرفِ قبولیت" کا یہ بہانگ دہل اعلان ہے۔ نہ معلوم ہند و پاک اور اس کے علاوہ دوسرے ممالک کے کتنے مطابع اور پریس اس کو اپنے اپنے انداز میں شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت چند مطابع کے طبع شدہ کچھ عمدہ نسخے موجود ہیں جن کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

(۱) سائز ۹×۶ صفحات ۲۲۴ مطبوعہ فاروقی پریس دہلی ناشر دارالاشاعت کھاری باؤلی دہلی، ۱۹۵۲ء۔ اس ایڈیشن کو محمد مسلم احمد ایم اے پروپرائیٹر دارالاشاعت نے حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نظرِ ثانی کروانے کے بعد شائع کیا، چنانچہ "پیش لفظ" میں حضرت قبلہ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں بعض لوگوں نے طباعت میں کچھ ایسی بے احتیاطی سے کام لیا کہ بعض مسائل بالکل مسخ ہو گئے تھے اس لیے ایک زمانہ ہوا کہ فقیر نے باشارہ مولانا ممدوح قدس سرہٗ اس کی تصحیح کی تھی لیکن اب اس میں سے کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوتا، اور اس زمانہ میں جو شائع ہو رہے ہیں ان کا بھی تقریباً وہ ہی پہلا سا حال ہو چکا ہے اس لیے عزیز پُر تمیز میاں محمد مسلم احمد سلمہم اللہ

---

[1] پیش لفظ رسالہ مکمل دین از شاہ محمد مظہر اللہ مطبوعہ دارالاشاعت، کھاری باؤلی دہلی ۱۹۵۲ء

Marfat.com

نے انہی بازاری رسالوں میں سے ایک رسالہ کو ایک خاص انداز میں مجھے پیش کر کے مشورہ دیا کہ پھر دوبارہ اس کی تصحیح کر دی جاتے، لہٰذا ان کی خاطر پھر دوبارہ تصحیح کر دی گئی ہے، غرض اس میں جو تصرفات ہو چکے اس سے تو مجھے کچھ علاقہ نہیں البتہ مسائل کی تصحیح کر دی گئی ہے، انشاء اللہ آپ مسائل اس میں صحیح پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچاتے۔ وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد مظہر اللہ غفی عنہ

امام مسجد جامع فتحپوری دہلی

(۲) سائز ۱۰×۷ صفحات ۱۶۵ مطبوعہ کتب خانہ اشاعت الاسلام رجسٹرڈ چوڑی والان دہلی ۶

(۳) سائز ۶×۴ صفحات ۲۴۰، مطبوعہ حسن رائز لیتھو پریس بلیماران دہلی ناشر مشورہ بک ڈپو پوسٹ بکس ۱۶۳۹ - دہلی

یہ "اڈیشن" "پاکٹ بک سائز" میں طبع کرایا گیا ہے۔

(۴) سائز ۹×۵ صفحات ۲۵۶ مطبوعہ کاروان پریس لاہور ناشر: مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ۔ پاکستان میں شائع ہونے والے تمام اڈیشنوں میں سے یہ سب سے اچھا اور حتی الامکان غلطیوں سے پاک اڈیشن ہے۔ جس کی خصوصیت یہ کہ مصنف علیہ الرحمۃ کی روح الصلوٰۃ کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اور شروع میں حضرت کے مختصر حالات اور مفصل فہرست بھی درج ہے۔

اس رسالہ "رکن دین" کے بہت سی زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں چنانچہ گجراتی زبان میں جو ترجمہ ہوا اس کا ذکر ہمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب گرامی میں بھی ملتا ہے فرماتے ہیں ——————

"مگر ان کو معلوم کرانا چاہیئے کہ اب کی دفعہ خود مصنف نے نہایت صحت کے ساتھ طبع کرا دیا ہے —————— اور جو لوگ کہ گجراتی زبان میں طبع کرائیں

Marfat.com

وہ اس رسالہ کے غلط نامہ سے صحیح کرا کر گجراتی زبان میں طبع کرائیں، اگر پہلے کے مطابق غلط طبع کرایا تو مصنف مواخذہ کرے گا۔"

رسالہ "رکن دین" کی ابتدا حضرت نے جس پیارے، دلکش اور عاجزانہ انداز میں کی ہے وہ نام و نمود کے لیے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کرنے والوں کے لیے ایک "پیغامِ فکر" اور ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نَحْمَدُہٗ حَمْدًا کَثِیْرًا وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہِ الْعَظِیْمِ وَاَصْحَابِہِ الْفُخَامِ ہ

"فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی الوری، خدمت میں برادرانِ دینی کے ملتمس ہے کہ فقیر کو بسبب کمال بے بضاعتی و بے مائگی یہ ہوس ہرگز نہیں کہ بزمرۂ مؤلفین و مصنفین شمار کیا جائے، یہ حصہ جن حضرات کا ہے انہی کا ہے، فقیر نے تو محض اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر بحسبِ خواہشِ احباب یہ چند مسائلِ ضروری بطور سوال و جواب نہایت سلیس اردو میں شرح وقایہ، ہدایہ، طحطاوی، کبیری، تنویر، درمختار، ردالمختار، فتاویٰ عالمگیری، فتح القدیر وغیرہ سے نقل کر کے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں"

رُوحُ الصّلوٰۃ

جسمانی اور ظاہری پاکی کے بغیر شریعت میں "نماز" درست نہیں ہو سکتی تو روحانی اور باطنی پاکی کے بغیر طریقت "میں نماز" درست نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا علوم ظاہری و باطنی کے مجمع البحرین حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں "نماز" کی ظاہری اصلاح کے لیے "رسالہ رکن دین" تحریر فرمایا وہاں نماز کی باطنی اصلاح اور شرائط کے لیے "روح الصلوٰۃ" تصنیف فرمایا۔ جس میں ایک بندہ کو اس کے مولیٰ کے حضور حاضر ہونے کا وہ سلیقہ سکھایا گیا ہے کہ اگر وہ اس عمل پیرا ہو جائے تو پھر اس کی "نماز" حقیقت میں اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کا مصداق بن جائے اور پھر سجدہ میں اس کو وہ سوز و گداز نصیب ہو کہ کائنات ارضی و سماوی کی تمام لذتیں اور

Marfat.com

راحتیں اس پر قربان کر دے کیوں نہ ہو یہ تو دہ عظیم دولت ہے جو قدسیوں کو بھی خدا نے عطا نہیں کی بلکہ اپنے ان خاکی بندوں کو عطا کی گئی چنانچہ اقبال کہتا ہے ؎

پیکرِ نوری کو ہے سجدہ میسر تو کیا
اس کو میسر نہیں سوز و گدازِ سجود

حضرت کی یہ کتاب اسی نماز کی روح یعنی ذوق و شوق اور سوز و گداز کو دل میں پیدا کر دیتی ہے، اگر یہ روح نکل جائے تو سمجھ لیجیے کہ تمام عبادت بے جان ہو کر رہ جائے ؎

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

اس کتاب کے متعلق ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب خوب تحریر فرماتے ہیں —— حق یہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بغیر نماز کی حقیقت نگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہے[1]

خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کی ابتدا کرتے ہوئے اس تصنیف کے محرکات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"بے شمار و لا محدود حمد اس ذاتِ ستودہ صفات کو زیبا ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ قدرتِ کاملہ سے ہر شئے کے لیے ظاہر و باطن پیدا کیا جل جلالہٗ و عم نوالہٗ۔

اور بے تعداد اور لا محدود درود اس کے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک کی روحِ اطہر از ہر اور اطیب پر جن کے صدقہ میں اشیا کے ظاہر اور باطن کی تمیز عطا ہوئی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور رحمتِ کاملہ ان کے آل، اصحاب، ازواج اور ائمہ مجتہدینِ شریعت و طریقت پر جن کے واسطہ سے یہ دولتِ امتیاز ہم تک پہنچی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

بعد ازیں عبد ذلیل مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی قادری چشتی عفر اللہ

---

[1] محمد مسعود احمد ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود: ص ۱۰۶

Marfat.com

ذلولہٗ اپنے سنی بھائیوں کی خدمت شریف میں عرض رساں ہے کہ ایک مدت سے بعض احباب کی یہ درخواست تھی کہ جس طرح ظاہری نماز کی درستی رسالہ رکن دین سے کی گئی ہے اسی طرح باطن نماز کی درستی بھی ایک مختصر رسالہ سے کر دی جائے تا کہ ظاہر و باطن کے انضمام سے نماز کی قبولیت کی اُمید بارگاہ صمدیت سے وابستہ کی جائے، فقیر نے ان کی اس درخواست کو پسند کیا"

اور اس رسالہ کو ان الفاظ پر ختم فرماتے ہیں۔

"پس اس ہی قدر پر اکتفا کر کے فقیر اس رسالہ کو ختم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے کہ اے الہ العالمین! اپنے مقربین انبیاء اور اولیاء کے صدقہ میں اور ان کی نمازوں کے طفیل میں مؤلف رسالہ اور اس کے عمل کرنے والوں کو ان کی نماز سے حصہ عطا فرما کر انہیں ان کے گروہ میں محشور فرما۔ آمین ثم آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

یہ کتاب "رکن دین" کے ساتھ تو کئی بار چھپ چکی ہے لیکن علیحدہ میرے علم کے مطابق صرف دو بار طبع ہوئی ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) سائز ۹×۶ صفحات ۴۰ یہ سب سے پہلا ایڈیشن ہے جس کو قاضی امان الحق فیروزپوری نے تجلی پرنٹنگ ورکس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا، اس ایڈیشن کے ناشر محمد ہاشم اینڈ برادرز، مہرولی قطب دہلی ہیں

(۲) تقریباً اسی سائز اور ۷۲ صفحات پر مشتمل ایک اور ایڈیشن پاکستان میں پہلی بار مجتبی مولانا محمد اشرف صاحب پروپرائٹر مکتبہ نعمانیہ نے حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہٗ سے تصحیح کرا کے مع حوالہ جات اور حواشی کے بہت عمدہ انداز میں اقبال روڈ سیالکوٹ سے شائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو اس سے مستفیض ہونے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

توضیح العقائد

"فیضانِ قلم" کا تیسرا سلسلہ "توضیح العقائد" جو مباحث علم کلام کے دھندلکوں میں ایک اُجالے کی کرن اور مختلف عقائد اور نظریات کی تاریک راہوں

Marfat.com

میں ایک مینارۂ نور ہے ـــــ اس کتاب میں آپ نے ایک اہم موضوع پر قلم اُٹھایا ہے جس کو "عقیدہ" کہتے ہیں جو تمام اعمال اور عبادات کی اصل اور بیخ دین ہے، اگر یہ بنیاد ہی درست نہ ہو اور اس کی اصلاح نہ کی گئی ہو تو عبادات اور ریاضات کی خواہ کتنی فلک بوس عمارت ہو وہ یکدم تحت الثریٰ میں چلی جاتے ـــــ لہٰذا اس کتاب میں آپ نے اسی اہم موضوع یعنی "عقائد اہلِ سُنت وجماعت" کو بڑے پیارے، آسان اور دلکش انداز میں مع دلائل بلکہ غیر مذاہب کے مفکروں کے اقوال کے ساتھ بیان فرما کر اُمتِ مسلمہ پر ایک احسانِ عظیم فرمایا

یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب عوام وخواص سے یکساں دادِ تحسین وصول کر چکی ہے، چند زعمائے ملت اور مشائخ اہلِ سُنت کے مفصل کلماتِ تحسین سے یہاں کچھ اقتباسات ذکر کیے جاتے ہیں

(۱)

"دُرجِ ولایت کے دُرِ شہوار، اُفقِ ہدایت کے خورشیدِ ضیا بار، زترچھتر یعنی مکان شریف والے سید امام علی شاہ صاحب حسنی حسینی کے صاحبزادہ عالی وقار حضرت مولانا محترم ذی العز والکرم سید محمد لطف اللہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ اس کتاب کے متعلق یوں گوہر فشاں ہیں

کتاب مستطاب لاجواب توضیح العقائد علمِ کلام میں ایسی کتاب ہے جس سے ہر عقائد زندیق لامذہب بدمذہب کا حجتِ ساطعہ اور دلائلِ قاطعہ سے استیصال ہو گیا ہے گویا عقائدِ حقہ کے لیے ایک حصن حصین اور صراطِ مستقیم کے لیے ایک حبلِ متین ہے، پس طالبانِ حق کے لیے واجب ہے کہ ایسی کتاب

---

[1] وہ ذات جس کی نگاہِ فیض سے ہند و پاک میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو عروج اور رفرفروغ حاصل ہے جس کے فیض کے چشمے آج بھی اس ملک کے طول وعرض میں جاری وساری ہیں اور ایک عالم کو سیراب کر رہے ہیں خواہ وہ فتحپوری دہلی کا آستانہ مسعودی ہو، یا الور اور حیدر آباد کا آستانہ رکنوی ہو، خواہ وہ شرقپور شریف کا میخانہ ہو یا مولانا ہدایت علی صاحب جلیپوری کا آستانہ ہو، غرض ہر مقام اسی کے فیض سے تابناک اور منور ہے (ابوالخیر)

Marfat.com

حرزِ ایمان سمجھ کر حرزِ جاں بنائیں، کیوں نہ ہو، سبحان اللہ اس کے مؤلف، مصنفِ کتاب، رکنِ دین ہیں جنہوں نے مسائلِ نماز ایسے مختصر الفاظ میں تدوین کیے ہیں کہ جس کی نظیر اب تک دوسری کتاب نہیں بنی، اور ماشاء اللہ خود عالمِ محقق ہیں اور صوفیِ کامل ہیں بنائً علیہ (اسی بنا پہ) عامۂ مسلمانان پر لازم ہے کہ اس کتاب کو اپنے عقائد کے لیے مرشد اور راہنما سمجھیں ۔ وما علینا الا البلاغ

(۲)

"مسائل پر کامل دست گاہ رکھنے والے، دُنیائے سُنیت کے عظیم مفتی خاندانِ مسعودی کے چشم و چراغ، اور وہ مسجد فتحپوری جس کے لیے مولینا ظفر علی خاں لکھتے ہیں کہ دہلی میں مسلمانوں کی عزت کا نشان فتح پوری ہےؔ ——— اس فتحپوری کے نہ صرف شاہی اِمام بلکہ اس آستانہ کے سجادہ نشین، حضرت محمد مظہر اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دُرِ نایاب کا بالغور مشاہدہ کرنے کے بعد اپنی رائے گرامی کا یوں اظہار فرماتے ہیں ———

"میں اس رسالہ مصنفہ شمس فلک الولایۃ تا بدر سماء الہدایہ، کاسر رؤس الضالین المضلین مولانا الحاج محمد رکن الدین نقشبندی الوری لازالت فیضانہ علی المسلمین و المسترشدین کو اول سے آخر تک بغور مطالعہ کیا، ہر مسئلہ موافق اہلسنت پایا اور جس قدر فکر کیا خوبی ہائے گوناگوں سے مملو نظر آیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آج تک اس کا نظیر دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ کتاب بلاشبہ نہایت مفید اور قابلِ قدر ہے، ان مذاہبِ باطلہ کا بھی کہ جو بذریعہ رسائل عوام میں مشتہر ہو چکے تھے اور جن سے ایک مخلوق معرضِ خطر میں پڑ گئی تھی خوب انسداد کیا ہے اور حتی الامکان اہلسنت کے باہم مختلف فیہ مسائل کو بھی سلجھایا ہے گویا کہ ایسے مسائل میں یہ کتاب قولِ فیصل ہے، اللہ تعالیٰ اسے

ؔ ظفر علی خان: چمنستان، محررہ: ۱۰ نومبر ۱۹۲۸ء ص ۱۲۹

اُمید ہے کہ اس رسالہ کو مقبول فرماتے اور مسلمانوں کو اس سے نفع عطا فرماتے۔ آمین ثم آمین"۔

احقر عباد اللہ محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

(۳)

شعرائے وقت کی طرف سے بھی اس "گوہر آبدار" اور "دُرِّ شہوار" کو بڑے بڑے خراجِ تحسین وصول ہوتے چنانچہ میر ضامن علی خاں صاحب مفتونؔ لکھتے ہیں ؎

جزاک اللہ یا شیخ المشائخ
چہ خوش بنوشت توضیح العقائد
سوادش مردم عین العلوم است
بیاض روشنش حسن الجرائد
حروفش چرخ الیقاں را نجوم است
سطورش لطمۂ بحر الحمائد

آخری شعر میں "سن اشاعت" نکالتے ہوئے گویا ہیں ؎

"ادق" را دور کردہ گفت مفتونؔ
سن ہجری بیست "توضیح العقائد"
۱۰۵

حضرت کے نومسلم مخلص جناب شیخ محمود الحسن صاحب نثارؔ نے سن ہجری اخذ کرتے ہوئے ۱۳۴۷ اپنے باغِ افکار سے یوں پھول چُنے ؎

ہمارے سامنے ہے وہ کتاب لاجواب اس وقت
اڑے جس سے پرخچے ہر مخالف کے مکائد کے
جو دیکھو مثل قطرہ ہے جو سمجھو بحر معنی ہے
ذخائر کے ذخائر تہہ میں ہیں درِ مقاصد کے
مجدد شیخ رکن الدین انصاری و مسعودی!
مصنف ہیں بفضل اللہ ان نورِ جرائد کے

Marfat.com

جزاہ اللہ! کیا تفریق کی ہے حق و باطل میں
بحمد اللہ کیا کہنے ہیں توضیح العقائد کے
نثار اپنی دعا میں کیوں نہیں پڑھتا ہے یہ مصرع
خدایا سب کے سب ہو جائیں پیروانِ عقائد کے

۱۳۳۵

ایک اور شاعرِ بے عدیل اور ناظم بے مثیل جناب محمد جمیل دہلوی کا ہدیہ عقیدت و نذرانہ مدحت ملاحظہ ہو۔

بیاں کیا کر سکے کوئی رسالہ کے محامد کو
ہویدا کر رہا ہے صاف یہ مشہود و شاہد کو
جناب رکن دین منظور احمد قطبِ دوراں نے
بھرا کوزہ میں بجا بحرِ معنیٰ اور عقائد کو
سرِ اعداء کٹا لامذہبی بھی، سال خوش نکلا
۷۸۹

بنایا حرزِ جاں گر ہم نے توضیح العقائد کو
۲۴ ۲۱

یہ کتاب سب سے پہلے مطبع علیمی دہلی سے ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی، اس کا سائز ۹ × ۶، اور صفحات ۷۶ تھے، اس میں بہت سے اغلاط تھے لہٰذا خود مصنف نے تصحیح، ترمیم اور اضافہ کے بعد دوبارہ اسی مطبع سے ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء میں اسی سائز وغیرہ پر شائع کرائی اس کے بعد لاہور کے ایک مکتبہ اللہ والوں کی قومی دکان سے اس کے مسلسل پانچ ایڈیشن شائع ہوتے۔ اس دفعہ مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ نے مصنف علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ سے تصحیح کرانے کے بعد حواشی وغیرہ سے مزین کر کے عمدہ کاغذ پر خوبصورت پرنٹنگ کے ساتھ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں اس کا آٹھواں ایڈیشن شائع کیا ہے جو نہایت مستحسن اقدام ہے۔ مکتبہ نعمانیہ کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان میں جو مکتبے اس کی اشاعت کی سعادت حاصل

Marfat.com

کر رہے ہیں ان کی تفصیل ہمیں معلوم نہ ہو سکی ۔۔۔ اس کتاب کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ط

" الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ ، اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین :

اما بعد ! مسکین محمد رکن الدین سُنی حنفی نقشبندی مسعودی الوری گذارش ہے " الخ

اور انتہا ان الفاظ پر ہوتی ہے :

" الٰہی بطفیل حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دیدار سے مؤلف رسالہ اور اس کے سچے دل سے پڑھنے والوں کو مشرف فرمائیو ۔ آمین ثم آمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ و زینۃ عرشہ محمد وآلہ واصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ و احفادہٖ واتباعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

مولودِ محمود حضرت کے اس " سلسلۃ الذھب " کی چوتھی کڑی یہ مختصر سا رسالہ ہے جس میں اس " عاشقِ رسول " بلکہ " فانی فی الرسول " نے احوال نبی مقبول اور میلاد حضرت رسول کو عشقِ مصطفےٰ میں ڈوبے ہوئے قلم سے بیان کر کے عشاق کے دلوں میں ایک ہلچل مچا دی ، اور " یادِ مصطفےٰ " سے دردمندوں کے قلوب کی دنیا بدل کر رکھ دی ۔

پھر کسی کی یاد نے تڑپا دیا ! پھر کلیجہ تھام کے ہم رہ گئے

اوائلِ کتاب میں اس " موضوع " کے انتخاب کی آپ خود ایک نہایت محققانہ اور مدبرانہ وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" اے حبیبِ خدا کے جاں نثارو ! اے محبوبِ کبریا کے فدائیو ! جانو اور آگاہ ہو کہ ہمارے پیشوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف بھی ذکرِ الٰہی ہے جیسا کہ شریف شفا میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ابن عطا سے آیۂ کریمہ " ورفعنا

Marfat.com

لک ذکرک" کی تفسیر میں اس طرح نقل کرتے ہیں جَعَلْتُکَ ذِکْرًا مِنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ یعنی اے محبوب! میں نے تجھے اپنا ذکر کیا جو تیرا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے تو بموجب اس تفسیر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہ کا ہی ذکر ہوا، اور اللہ کا ذکر عبادت ہے تو حضور کا ذکر بھی عبادت ہوا، اور حدیث شریف میں وارد ہے" ذِکْرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْعِبَادَاتِ" یعنی انبیا کا ذکر عبادت ہے، تو حضور کا ذکر سب سے زیادہ عبادت ہوا، کیونکہ آپ سید الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم عبادت ہی کے واسطے پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہ" یعنی میں نے جن اور انس کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے"

اس کتاب کا تاریخی نام عونِ بخشش ہے جس سے اس کا سن تالیف و طباعت ۱۳۳۹ھ (مطابق ۱۹۲۰ء) نکلتا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن سید محمد شفیع الدین نے اسی سن میں "افضل المطابع" حویلی اعظم خان، دہلی سے شائع کیا۔ اس کا سائز بھی دوسری کتب کی طرح ۹" × ۶" ہے اور صفحات "۱۰۴" ہیں۔ اسی آستانہ رکنیہ کے ایک ادنیٰ خادم مولانا محمد اشرف پروپرائٹر مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ نے ۱۹۷۹ء / ۱۳۹۹ھ میں پہلی بار اہالیانِ پاکستان کو اس کتاب سے روشناس کرانے کی سعادت حاصل کی ہے اور ماشاءاللہ بہت دیدہ زیب اشاعت سے مخلصین کو شادکام کیا ہے۔

اس کتاب کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا الخ

اور اختتام فاضل بریلوی کی اس "مناجات" پر ہوتا ہے جس کا آخری شعر وہاں یہ مرقوم ہے ؎

یاالٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں | قدسیوں کے لب سے آمین ربّنا کا ساتھ ہو

دافع طاعون اس زمانہ میں زبردست وبا پھیل گئی جس سے ڈر کر لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا، اس پر حضرت نے ایک مختصر سا رسالہ "دافع طاعون" کے نام سے تحریر فرمایا جس میں لوگوں کو سبق دیا گیا کہ اگر بلاء مصیبت کسی مقام پر ہوں تو وہاں جانا نہیں چاہیے لیکن اگر تمہیں گھیر لیں تو پھر بھاگنا نہیں چاہیے۔ اس کے علاوہ اس رسالے میں اس مہلک مرض سے بچاؤ کے لیے ظاہری اور باطنی دونوں علاج یعنی ادعیات اور ادویات بھی بیان فرمائیں۔

عرصہ ہوا یہ رسالہ لکھنؤ سے شائع ہوا تھا اب ناپید ہو چکا ہے

اربعین حضرت کی یہ چھوٹی دلفریب نگارش ہے —— دراصل اس تالیف کا پس منظر یہ ہے، روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ والا ہے، کہ میری اُمت میں جس شخص نے بھی دینی امور کے متعلق چالیس حدیثوں کی حفاظت کی تو بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ زُمْرَۃِ الْفُقَهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ اس کو اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن فقہاء اور علماء کے زمرہ میں اُٹھائے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے" وَکُنْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَافِعًا وَّشَہِیْدًا" کہ ایسے شخص کی کل قیامت کے دن میں شفاعت کرنے والا اور اس کی گواہی دینے والا ہوں گا"۔

ابنِ مسعود کی روایت میں آتا ہے: قِیْلَ لَہٗ اُدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شِئْتَ ." یعنی اس شخص کو بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوگا کہ تو جنت کے جس دروازہ سے داخل ہونا چاہے، تجھے کوئی روکنے والا نہیں

ابنِ عمر کی روایت میں آتا ہے: کُتِبَ فِیْ زُمْرَۃِ الْعُلَمَاءِ وَحُشِرَ فِیْ زُمْرَۃِ الشُّہَدَاءِ" اس خوش نصیب کا نام علماء کے زمرہ میں لکھ دیا جائے گا اور شہداء کے زمرہ میں اس کا حشر کیا جائے گا۔[1]

---

[1] ابوزکریا النووی (ولادت ۶۳۱ھ وفات ۶۷۶ھ) الاربعین النوویۃ ،مطبوعہ مکتبہ محمد علی صبیح وا ولادہ میدان ازہر

Marfat.com

الغرض ان کثیر روایات کے پیشِ نظر بہت سے علماء وصلحاء نے بے شمار کتابیں تصنیف فرمائیں جس میں انہوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق چالیس احادیث جمع کر کے خود کو "اربعینات" کے تحت ان مبشرات کا امیدوار بنایا۔ چنانچہ "کشف الظنون" میں بیسیوں علماء کی اس موضوع پر تصنیفات کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

بہرحال نبی رؤف رحیم کے ان مندرجہ بالا فرمودات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلاف کے طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے اور عوام کو دینی امور سے آگاہ کرنے اور احادیث کے ذریعہ ان کی زندگی کو باغ و بہار بنانے کی خاطر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چالیس احادیث پر مشتمل یہ رسالہ "اربعین" تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ بھی آج کل ناپید ہے۔

ضمیمہ آدابِ سالک

یہ چند اوراق کا مختصر سا رسالہ حضرت کے قلم کا ساتواں شاہکار ہے۔

حضرت کے پیرومرشد مولانا مسعود شاہ صاحب دہلوی نے راہِ طریقت کے سالک کو اس مقام کے آداب سے روشناس کرانے کے لیے ایک رسالہ آدابِ سالک کے نام سے تصنیف فرمایا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کی افادیت کو ترقی دیتے ہوئے اس کے ساتھ ایک ضمیمہ کا اضافہ فرمایا جس میں آپ نے اس راہِ طریقت کے نووارد کے لیے کچھ ہدایات، ابتدائی ارشادات اور چند چیدہ چیدہ اصطلاحات کو بیان فرمایا حقیقت یہ ہے کہ علم تصوف کے ابتدائی اسباق کو جس دلکش اور سہل انداز میں آپ نے اس رسالہ میں بیان فرمایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ اربابِ طریقت میں اس قدر مقبول ہوا کہ ہزاروں کی تعداد میں چھپا اور اب تک مسلسل چھپ رہا ہے۔

اس رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وآلہ واصحابہ۔ امابعد۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے قدرتِ کاملہ سے دو عالم پیدا کیے ہیں ایک کا نام عالمِ خلق ہے دوسرے کا نام عالمِ امر ہے الخ اور اس کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

دو دفع بلا، امراض وغیرہ کے لیے بھی اسی "جمعیت" کی ضرورت ہے اس کے حاصل ہو جانے پر ہمت اسی کی طرف مصروف رہے کہ جو مقصودِ کل ہے یعنی اللہ جل جلالہ وعم نوالہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم"

حیرت کدۂ عقل ایک "ولی" کی زندگی کا اہم گوشہ "کرامات" یعنی وہ خرقِ عادات اور تحیر خیز مشاہدات ہوتے ہیں جو دیکھنے والوں کو حیرتوں کی دنیا میں لے جاتے ہیں۔ اگرچہ کوتاہ بین اور کم فہم لوگ تمسخر اور مذاق کے ساتھ اس کا انکار بھی کر دیتے ہیں لیکن کوئی عاقل بالغ النظر انسان قرآن و حدیث اور کتب اسلاف میں بکثرت ذکر ہونے والے ایسے واقعات کی حقیقت کا کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ نہ صرف اسلامی بڑے بڑے نامور حکماء اور دانشوروں نے ان حقائق کو تسلیم کیا بلکہ یورپ کے مادہ پرست فلاسفر بھی اس کے اعتراف پر مجبور ہو گئے، پھر تو ظلمت کدۂ یورپ میں علم کی کرنیں بکھیرنے والے اسلام کے عظیم سپوت شیخ ابو علی سینا جو پہلے اس کا سب سے بڑا منکر تھا اس کو جہاں ان خوارقِ عادات کا اقرار کرنا پڑا، وہاں مغرب کا عظیم مفکر ہوڈسن (HODGSON) امپیریل سائنٹفک سوسائٹی کا پریزیڈنٹ پروفیسر کروکس (CROOKES) جو کیمسٹری کا بہت بڑا ماہر تھا، مانا ہوا مشہور جیالوجسٹ پارکس (PARKES)، جرمنی کا معروف اسٹرالوجی کا فاضل زولنر (ZOLNER) الغرض ان جیسے اور بہت سے مغربی منکرین اور سائنسدانوں کو بھی یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہ رہا کہ اس قسم کے خوارقِ عادات کوئی شعبدہ بازی یا فریب نہیں بلکہ یہ واقعی اور حقیقی امر ہیں، حتیٰ کہ ۱۸۹۲ء میں ان پیچیدہ امور کی تحقیق کے لیے "میلان" کے مقام پر ایک بہت بڑی کمیٹی بیٹھی جس کے "الکزنڈر گزاکوف" (ALEXZANDER KAZOKYF) اور لیمبروز (LAMBROSS) جیسے عظیم شہرہ مغربی اسکالرز ممبر تھے، انہوں نے تحقیق کے بعد اپنی رپورٹ میں یہاں تک لکھ دیا کہ یہ مشاہدات کسی چالاکی پر مبنی نہیں بلکہ ان کا یہ مقام ہے کہ ان کو "مسائل علمیہ" میں شمار کیا جائے" اور ان کے متعلق ایسے ایسے دلائل ظاہر ہو چکے ہیں کہ اب اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

بہر حال مشرق و مغرب کے حکماء، وفضلاء، فلاسفر اور سائنسدان جن امر کے حقیقی اور واقعی سمجھنے پر متفق ہیں، اس ولیِ کامل کی زندگی کے ایسے ہی چند واقعی حقائق کو ہم بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں

(۱)

آج دنیا میں "مسمریزم" کی طاقت اور کارناموں سے کون واقف نہیں، ایک ماہر مسمریزم اپنے فن کے زور پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدِ مقابل آیا لیکن شکست سے دوچار ہو کر گیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ سرہند شریف سے واپسی پر احباب نے اصرار کر کے حضرت کو سہارنپور اتار لیا، یہاں ایک مسمریزم کے ماہر نے جب حضرت کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو دامِ محبت میں گرفتار ہو گیا، حتیٰ کہ حضرت سے اس کی محبت و عقیدت اس قدر بڑھ گئی کہ جب اس شہر سے آپ رخصت ہونے لگے تو اس کے دل کو یہ فراق گوارا نہ ہوا اور حضرت سے مزید قیام کے لیے عرض کیا لیکن آپ نے چند مجبوریوں کے پیشِ نظر مزید قیام کرنے سے معذوری ظاہر فرما دی اور وہاں سے رخصت ہو کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت کو روکنے کی جب تمام ترکیبیں ناکام ہو گئیں تو اب اس "ماہرِ فن" نے اپنے فن کا مظاہرہ شروع کیا اور مسمریزم کی روحانی اور نفسانی طاقت کے بل بوتے پر حضرت کو روکنے کی سعی لاحاصل شروع کر دی، جس کا اثر یہ ہوا کہ کبھی گاڑی ٹوٹنے لگی تو کبھی گھوڑا چلتے چلتے رکنے لگا، حضرت کے استفسار پر لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ان ماہر مسمریزم کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ انہوں نے یہ کہا کہ آج حضرت کو یہاں سے نہیں جانے دوں گا، یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا، اور آپ کی "روحانی طاقت" اپنی آب و تاب پر آ گئی اور پرزور لہجہ میں فرمایا، "یہ فقیر جائے گا اور انشاء اللہ آج ہی جائے گا، اب کوئی طاقت اس فقیر کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔"

جواب اس طرف سے بھی فی الفور ہو گا دبے آپ سے وہ کوئی اور ہو گا

حضرت کے ہمراہ چلنے والوں کا بیان ہے کہ حضرت کے اس ارشاد کے بعد پھر کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی، تانگہ دوڑتا ہوا اسٹیشن پر پہنچا، گاڑی کا وقت ختم ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود گاڑی موجود تھی، حضرت اسی میں سوار ہوئے اور سیدھے الور تشریف لے گئے

یہ ہے وہ "طاقتِ الٰہی" اور قوتِ خداوندی" جس کے سامنے دنیا کی عظیم سے عظیم تر

طاقت بھی ہیچ ہے۔ اس کے بعد سے وہ ماہر مسمریزم بھی حضرت کی قوت اور تصرف کا قائل ہو گیا۔ اور کہنے لگے کہ "یہ تو طاقت ہی کچھ اور ہے۔"

(۲)

اقتدار کے نشہ میں چور، دولت و امارت کے گھمنڈ میں بدمست "ٹھاکر" کی لڑکی کی آج شادی ہے۔ شہنائیوں، ڈھول اور باجوں کے شور میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی، اتنے میں نماز کا وقت ہوتا ہے، اس کے مکان کے بالکل متصل مسجد ڈھکپوری ہے یہیں یہ خدا کا لاڈلا بندہ، اس کا سچا نام لیوا اس کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے بے تاب ہے لیکن یہ بے ہنگم شور اس کی بارگاہ میں حاضری سے مانع بنا ہوا ہے، حکم ہوتا ہے کہ جاؤ ٹھاکر سے جا کر کہہ دو ہماری عبادت کا وقت ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے لیے اس تماشہ کو بند کردو، لیکن نقار خانہ میں طوطی کی کیا آواز، اس پیغام کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اور وہ مکروہ آوازیں مسلسل آتی رہتی ہیں۔

آخر مجبوراً کشورِ ولایت کے اس تاجدار کو اپنی روحانی طاقت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں حجلۂ عروسی میں سجی ہوئی دلہن بے ہوش ہو جاتی ہے، چشم زدن میں محفل کا عالم بدل جاتا ہے۔ فرحت و مسرت کی روشنیوں کی جگہ اب ہر طرف سوگوار اداسیوں کے مہیب سائے نظر آنے لگتے ہیں، ڈاکٹروں اور اطباء کی ٹیمیں اس کے ہوش میں لانے کی ہر ترکیب میں ناکام ہو چکی ہیں اتنے میں ٹھاکر کے ایک شناسا عبدالرحیم (جو حضرت صاحب کا خادم تھا) کو اس کی بے چارگی پر ترس آجاتا ہے اور سیانا بن کر وہ اس کے لیے نسخہ شفا تجویز کرتا ہے۔ اور اپنے انداز میں کہتا ہے "ارے ظالم! یہ مرض ڈاکٹروں اور حکیموں کے بس کا نہیں، جہاں کی مار ہے وہاں سے ہی اس کا علاج بھی ملے گا، جا اور مسجد کے گوشہ میں بیٹھے ہوئے اس درویشِ خدا مست کے قدموں کو پکڑ کر معافی مانگ، یاد رکھ! اس لڑکی کا علاج اس در کے سوا اور کہیں نہیں ـــــ چنانچہ ٹھاکر کے غرور و تکبر کا نشہ ہرن ہوا اور عاجزی کے ساتھ وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ملتجی ہوا، آپ نے پانی منگایا اور اس پر دم کر کے دیا کہ اس کی چھینٹیں مارو۔ پانی کیا تھا "آبِ حیات" تھا اِدھر اس پر ڈالا اُدھر اُسے ہوش

Marfat.com

آتا چلا گیا سچ کہا اقبال نے ع

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زورِ بازو کا!

(۳)

اللہ تعالیٰ نے اس نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے کامل اتباع کی بدولت "خرقِ عادات" میں بھی متابعتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ بخاری و مسلم، ترمذی و ابوداؤد جیسی مستند کتبِ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تکثیرِ طعام کے معجزے کے متعلق متعدد روایات مذکور ہیں جن میں ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے کہ ایک روٹی سے اسّی آدمیوں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا، دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ ایک دودھ کے چھوٹے سے پیالے سے حضورِ سرورِ عالم نے ستّر اصحاب کا پیٹ بھر دیا۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر

جس سے ستّر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

اسی قسم کا معجزہ بطور کرامت اسی بارگاہ سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی عطا ہوا، جب نانگلی کے مقام پر آپ تشریف لے گئے تو آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شمعِ ولایت کے پروانے ہر طرف سے جمع ہونے شروع ہو گئے، دیکھتے ہی دیکھتے ساون کی گھنگور گھٹاؤں کی طرح عشّاق کا ایک جمِ غفیر وہاں اُمنڈ آیا، میزبان اس سیلِ بیکراں کو دیکھ کر گھبرا گیا اور حضرت سے حالِ دل بیان کیا، آپ نے اپنا ایک "رومال مبارک" عنایت کیا اور فرمایا کہ گھبراؤ مت اس رومال کو دیگ پر جا کے ڈال دو اور ایک طرف سے کھانا نکال نکال کر سب کو کھلاؤ، انشاءاللہ برکت ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تمام زائرین کے پیٹ بھی بھر گئے اور دیگ بھی جوں کی توں بھری ہوئی تھی۔

دُرفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا   دل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا

(۴)

اسی طرح آنحضرت کا یہ معجزہ بھی روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک ہفتہ سے

Marfat.com

جاری مسلسل موسلا دھار بارش میں جمعہ کے دن جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر خطبہ کے لیے جلوہ افروز ہوتے تو ایک صحابی کی التجا پر آپ نے انگشت مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور زبان سے یہ الفاظ فرماتے" اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا لَا عَلَیْنَا" یعنی اے اللہ یہ بارش ہمارے ارد گرد برسے لیکن ہم پر نہ برسے۔ راوی کہتا ہے کہ جس طرف اس اُمّی رسول نے انگلی کا اشارہ جاتا تھا۔ اس طرف سے بادل چھٹتا چلا جاتا تھا، حتیٰ کہ گول دائرے کی شکل میں بادل چھٹ گئے ارد گرد ہفتوں بارش ہوتی رہی لیکن مدینہ میں ایک "بوند" نہ پڑی ——— نبی کے اس غلام نے بھی آسمانوں پر تصرف کرنے کا ایسا ہی ایک مظاہرہ کیا جب الور کے لعل دروازہ پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہونے والا تھا جس میں آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد محمود صاحب کلیان تھا، پہاڑوں کے دامن سے اٹھنے والی گھٹائیں ہنتظمیں، سامعین اور مقررین کو مضطر اور بے چین کیے دے رہی تھیں، حضرت سے عرض کیا گیا آپ نے طمانیت اور سکون بھرے لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ "جاؤ فکر نہ کرو، انشاء اللہ جلسہ کے اخیر تک کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ع

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

محفل اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی، اور سامعین کے اپنے اپنے گھروں کو پہنچتے ہی پھر جو بارش کا سلسلہ جاری ہوا تو کئی ہفتوں جاری رہا ———

(۵)

ان مقبولان بارگاہ کی اس لیے خدمت کی جاتی ہے تاکہ ان کی قلبی رضا حاصل کر کے اپنی دین و دُنیا سنوار لی جاتے ——— چنانچہ اسی کی مثال ایک یہ واقعہ ہے کہ مکان شریف کی تعمیر کے دوران کمیٹی کو مکان کے کسی حصہ کی تعمیر پر اعتراض ہو گیا ۔ قاضی عبدالرحیم صاحب مرحوم نے اس موقعہ پر اپنی یہ خدمت پیش کی کہ حضرت کی طرف سے کمیٹی میں جا کر پر زور دلائل اور بحث و مباحثہ سے کمیٹی والوں کو تسلیم کرا دیا، وکیل یٰسین احمد صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ قاضی صاحب کی اس سرگرم بحث کی جب پوری روئداد میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی تو آپ بہت خوش ہوتے اور فرمایا سب ہاتھ اٹھا کر قاضی صاحب کی ترقی کے لیے دُعا کرو۔ اِدھر دُعا کے لیے حضرت کے ہاتھ اُٹھے، اُدھر ان ہاتھوں کی لاج رکھنے کے لیے مالک السمٰوات و الارض کی

Marfat.com

بارگاہ میں یہ دُعا شرفِ اجابت سے ہمکنار ہوتی چلی گئی، اور دوسرے ہی روز قاضی صاحب کو اسٹیٹ انجینئر کی حیثیت سے ترقی کا پروانہ مل گیا ———

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

(۶)

قلبی خطرات، اور دلی وساوس پر مطلع ہو جانے کے متعلق حضرت کی ستعدد کرامات مشہور ہیں جن میں سے بہت سی مصباح السالکین میں مرقوم ہیں، ایک واقعہ محترم حکیم مشتاق احمد صاحب نے اس احقر کو سُنایا جو خود ان کے ساتھ پیش آیا ـ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جب دوسری بار گوالیار تشریف ارزانی فرمائی تو آپ کا قیام میں نے لال کوٹھی کی بالائی منزل پر رکھا ـ نیچے میں اور حضرت صاحبزادہ یعنی شاہ محمد محمود صاحب تھے ـ دوپہر کو میں لیٹا ہوا تھا کہ ٹھیک دو بجے کے قریب دِل میں خطرہ آیا کہ اس پردیس میں حضرت کی شایانِ شان خرچہ کہاں سے آئے گا، ابھی یہ خیال ختم بھی نہ ہوا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی میں حیران ہو گیا کہ اس لُو اور گرمی کی سخت ترین شدت میں جبکہ پرند بھی اپنے گھونسلوں میں بیٹھے ہانپ رہے ہیں ـ یہ کون شخص ہو سکتا ہے ـ دروازہ کھولا، باہر نکلا تو ایک اجنبی شخص کو اپنے سامنے کھڑا پایا، دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ ابھی ابھی کشمیر سے پنڈت اقبال نرائن ریلوے ایڈمنسٹریٹر کا ٹیلیفون آیا ہے جس میں انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابھی اسی وقت حضورات روڈ پر دہلی والے حکیم مشتاق احمد کے پاس جاؤ اور دو صد روپے انہیں دے آؤ ——— لہٰذا یہ رقم لے کر حاضر ہوا ہوں ـ

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ شام کو جب نادم و شرمسار حضرت کی محفل میں حاضر ہوا تو بغیر کسی تمہید کے مجھ سے مخاطب ہو کے فرمانے لگے ـ

"مُنّے! اب تو تم مطمئن ہو نا، دیکھو دِل میں خطرہ نہ لایا کرو، فقر کے سارے معاملات اللہ کے سپرد ہوتے ہیں ——— اسی لیے شاعرِ مشرق کہتا ہے ؎

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیر تقدیر
خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر!

Marfat.com

اور اس "شاعرِ مشرق" کا "پیرِ رومی" اپنے مستدلانہ انداز میں ان درویشانِ باخدا کی یوں مدح سرائی کرتا ہے ؎

در درونِ دل در آید چوں خیال
پیش او مکشوف باشد سرِ حال
آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ھُو
سرِ مخلوقات چہ بود پیش او

اصلاحی کارنامے

چونکہ انبیاء کا سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے قائم مقام ان کے نائبین اولیاء کو اس عالم میں بھیجتا ہے۔ جو اگرچہ "نبی" نہیں ہوتے لیکن فیضانِ نبوت سے مستنیر ہوتے ہیں اور کارہائے نبوت کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں، وہ غافلوں کو خوابِ غفلت سے بیدار بھی کرتے ہیں اور سوئی ہوئی قوموں کو ترانۂ توحید سُنا کر جگاتے بھی ہیں، وہ اخلاقِ رذیلہ سے سڑتے ہوئے معاشرہ کو اخلاقِ حسنہ کی مہک سے مشک بار بھی کرتے ہیں اور قعرِ مذلت میں گری ہوئی سوسائٹی کو ہمدوشِ ثریا بھی کر دیتے ہیں، وہ قصرِ آدمیت کی لغزیدہ بنیادوں کو استحکام بھی عطا کرتے ہیں اور "جسدِ انسانیت" کی مہلک بیماریوں کا علاج بھی کرتے ہیں۔

"یہ ولیٔ کامل اور درویشِ باخدا" بھی اسی مقصد کی خاطر دُنیا میں آیا اور اپنی تمام زندگی انہی کارہائے نبوت کے احیاء اور تبلیغ میں بسر کر دی، آئیے! ذرا اس کے چند چیدہ چیدہ اصلاحی کارناموں پر نظر ڈال کر اس کو خراجِ تحسین پیش کریں اور اس کی زندگی کو اپنے لیے لائحۂ عمل بنائیں۔

پہلا اصلاحی کارنامہ: اشاعتِ اسلام

اس کو آپ کی سب سے بڑی کرامت کہا جائے، یا آپ کا سب سے بڑا اصلاحی کارنامہ کہ آپ نے مختصر سے عرصہ میں ہزاروں کافروں اور مشرکوں کو دولتِ ایمان و اسلام سے مالا مال کر دیا۔
جو "نظر" کے سامنے آ گیا منزلِ مقصود سے ہمکنار ہو گیا، جس پر ایک "نگاہ" پڑ گئی اس کی دُنیا و عقبیٰ سنور گئی، جو ایک بار تیغِ نگاہ کا گھائل ہو گیا اس کا دل ماسوا سے ہٹ کر خدا کی طرف مائل ہو گیا ؎

Marfat.com

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دِل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے!

مسلمان بنانے والے اس کمپیوٹر کے ذریعے چشم زدن میں نومسلمین کی تیار ہونے والی ایک فوجِ ظفر موج کو دیکھ کر باطل کے صنم کدوں میں کہرام مچ گیا، کفر و شرک کے ایوانوں میں لرزہ پیدا ہو گیا، غیر مسلم کے کلیجے فرطِ غم سے پھٹ گئے اور اپنے فرطِ حیرت سے مبہوط ہو گئے۔ بالخصوص نومسلمین کی اس فوج میں پڑھے لکھے، با اثر، با اقتدار، باحیثیت اور باصلاحیت افراد کی کثرت اور کلاٹ جج، تاجر، اراکین پارلیمنٹ، راجہ کے مصاحبینِ خاص کی کافی تعداد کو دیکھ کر "نواب فیض احمد رئیسِ اعظم دہلی تو بے اختیار پکار اٹھا کر:

"آج تک میں نے ایسے اسلام لانے والے نہیں دیکھے جیسے حضرت مولانا شاہ رکن الدین کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہونے والوں کو دیکھا جو ہر لحاظ سے دین و دنیا میں ممتاز ہیں"۔

حقیقت میں یہ ہے دینِ متین کی خدمت کہ بچھڑے ہوئے بندوں کو ان کے رب سے ملا دیا، توحید و رسالت کا بھولا ہوا سبق ان کو پھر سے یاد دلا دیا، اور کفر و عصیاں کے باعث جو مقہور و مغضوب تھے ان کو پھر سے محبوب بنا دیا۔

صدائے توحید گوش زد کر کے!
زمانہ سویا ہوا تھا جگا دیا اس نے

یہی وجہ ہے کہ معاصرینِ وقت مثلاً ملا شور بازار، پیر حسن جان سرہندی، میر لطف اللہ شاہ صاحب، صاحبزادہ محمد عالم صاحب سرہندی وغیرہم جیسے مشائخِ عظام اور صوفیائے کرام نے اپنی تقاریر اور خطبوں میں حضرت کی اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں ان عظیم خدمات کا برملا طور پر اعتراف کیا اور بزمِ طریقت کی معروف شخصیت حضرت مولانا شاہ محمد ہدایت علی صاحب مجددی جلیپوری کو یہ لکھنا پڑا کہ ـــ

"حضرت مفتی صاحب (شاہ محمد مسعود صاحب) کے خلفاء میں خاص خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری مدفیوضہ ہیں جن کا فیض اہلِ بصیرت

Marfat.com

سے پوشیدہ نہیں، علاوہ القائے انوارِ باطن کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت و کلام میں تاثیر عنایت فرمائی ہے کہ اکثر بیسیوں غیر مذاہب کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے اپنے دلوں کو نورِ باطن سے منور کر لیا۔[1]

دوسرا اصلاحی کارنامہ تربیتِ پرستارانِ مغرب حضرت کے حلقۂ ارادت میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو انگریزی علوم کے ماہر تھے اور یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں اپنی وسیع تجارت بھی رکھتے تھے، اسی تجارتی تسلسلہ میں ان کا اکثر مغربی ممالک میں آنا جانا رہتا تھا جس کے باعث مغرب کی کھوکھلی تہذیب نے انکو اپنا گرویدہ بنا لیا، "دانشِ فرنگ" نے ان کے دل و دماغ کو مسحور کر دیا، فرنگی تمدن کی رنگینیاں ان کے قلب و جگر میں بس گئیں، اس موقعہ پر اس پیرِ کامل نے ہی ان کی دستگیری فرمائی اور ان کے افکار و نظریات کی ڈگمگاتی ہوئی "ناؤ" کو ہم آغوشِ ساحل کر دیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بابو جودی پرشاد جن کا اسلامی نام "احمد حسین" تھا ان کا واقعہ قابلِ عرض ہے کہ جب یہ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں لندن گئے اور وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد واپس ہندوستان اپنے وطن لوٹے تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن لندن کی سحر طراز فضاؤں نے ان کو ایسا مرعوب اور مغلوب کر دیا تھا کہ حضرت کی محفل کا بھی خیال نہ کیا اور اکثر وقت وہاں کی مدح سرائی اور تعریف و توصیف میں گزار دیا حضرت کو ایک "مسلم" کا فرنگی تہذیب سے اتنا متاثر اور گرویدہ ہونا گوارا نہ ہوا اور آپ نے مہر آمیز قہر کے ساتھ ان کے ایک "تھپڑ" لگاتے ہوئے فرمایا کہ "وہاں کی دُنیا ایسی بسی ہے کہ بس ہی نہیں کرتا ہر وقت وہاں کی باتیں کرتا رہتا ہے"۔ پھر جس طرح باپ اپنے بیٹے کی اصلاح کرتا ہے اسی طرح اس روحانی باپ نے بھی اپنے اس "معنوی ولد" کی تربیت فرماتے ہوئے اپنے مشفقانہ انداز میں انہیں کچھ نصیحتیں فرمائیں اور ایسی اثر انگیز گفتگو فرمائی کہ اغیار کے افکار و تخیلات کے نقوش ان کے دل سے محو ہوتے چلے گئے۔ اور "حُسنِ مصطفٰے" کے وہ چمکتے ہوئے نقوش ثبت ہوئے کہ کائنات کی تمام عارضی زیبائشیں اس کے سامنے ماند پڑ گئیں۔

---

[1] محمد ہدایت علی شاہ صاحب، معیار السلوک و دافع الاوہام و الشکوک، ص: ۱۰۳۔

پھر تو یہ عالم تھا کہ ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ!
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

حضرت کی ناگواری طبیعت کو محسوس کرتے ہوئے اس کے ازالے کی خاطر اور مرشد کی رضائے قلبی کو پھر سے حاصل کرنے کے لیے دوسرے دن احمد حسین عرف بابو جودی پرشاد نے حضرت کو ایک گھڑی پیش کی اس کو دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا "یہ تھپیڑ کی گھڑی ہے"۔

الغرض "پرستارانِ مغرب" کی ایسی ایک جماعت اور ماڈرن تہذیب کے دلدادہ ایسے ہی ایک گروہ کو حضرت نے غیروں کے عادات و اطوار اور حالات و افکار کی گدائی سے نجات دلا کر اپنے مذہب کے پوشیدہ "لعل و گوہر" کا آشنا کر دیا اور اسلامی تہذیب و تمدن کی رعنائیوں کا گرویدہ بنا دیا ؎

جوہر میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف!
تعلیم ہو گو فرنگیانہ

کاش آج بھی کوئی ایسا مردِ راہ داں پیدا ہو جائے جو اس قوم کو اس کے گراں قدر تہذیبی اور مذہبی جواہر پاروں کا احساس دلا دے اور اپنے ان قیمتی سرمایہ کو چھوڑ کر دوسروں کے ٹکڑوں کی طرف دوڑنے والوں کو ان کا مقام یاد دلا دے۔

جن کی نگاہوں نے تربیت شرق و غرب
ظلمتِ یورپ میں بھی جن کی خرد راہ بیں

تیسرا اصلاحی کارنامہ: انسدادِ رسوماتِ مشرکانہ جہاں آپ نے سینکڑوں حقیقی کفار کو مشرف با اسلام کیا وہاں آپ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں "کافر نما مسلمانوں" کو شعائرِ اسلام سے آشنا کر کے مومنِ کامل بنا دیا۔ یعنی راجپوتانہ کی وہ بہادر اور عظیم "قومِ میوات" جس میں مشرکانہ بود و باش اور ہندوانہ رسم و رواج اس طرح رچ بس گئے تھے کہ ان کا اسلامی امتیاز بالکل ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ عرب کے بدوؤں سے بھی زیادہ ہندوستان کی یہ وحشی اور جھگڑالو قوم جس میں محمد و احمد کے دلنواز ناموں کے بجائے

Marfat.com

بھاگ مل، سجول، دیو مل، اکے سنگھ، دالی سنگھ، مان سنگھ، رد ڑا جیسے ہندوانہ نام رکھے جاتے تھے، جہاں قشقہ اور چوٹی جیسے مشرکانہ شعائر کو اپنایا جاتا تھا، اور مذہبی و دینی شعائر سے ان کے قلوب و اذہان آشنا تک نہ تھے۔

تصوف اور قرآن و حدیث کے معارف تو دور کی بات ہے تعلیم و تعلم اور "کتابت" نام کی کوئی چیز ان کو چھو کر نہیں گذری تھی۔ قزاقی، رہزنی، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی جن کا پیشہ تھا، بداخلاقی اور بدکرداری جن کا شیوہ تھا اسی قوم کی اصلاح کے لیے اس "دردمند قوم و مذہب" نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔ وہ چھوٹے چھوٹے گاؤں اور قریے جہاں کوئی مہذب انسان کبھی پہنچا تک نہ تھا وہ سنگلاخ راستے جن کو طے کرنے کا کسی شہری نے سوچا تک نہ تھا۔ یہ مرد راہ داں وہاں بھی پہنچا کچھ لینے کے لیے نہیں بلکہ "بہت کچھ دینے کے لیے" کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ فائدہ پہنچانے کے لیے اور وہ فائدہ یہ تھا کہ ان تاریک کونوں اور گوشوں میں پہنچ کر اسلام کی شمع فروزاں کی۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے دیئے جلاتے، اور ایسا اُجالا کیا کہ ایک ایک چہرہ اسلامی آثار سے جگمگا اٹھا اور ایک ایک قلب نورِ اسلام کی تابانیوں سے دمکنے لگا۔

پھر اسی ان پڑھ، ناخواندہ اور وحشی قوم میں مصاحب خاں جیسے عارف باللہ پیدا ہوتے جن کی شان یہ تھی کہ ان پڑھ اور ناخواندہ ہونیکے باوجود جب تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور اپنے مُرشد کی سُنی ہوئی باتوں کو بیان کرتے تھے تو وہ فیضان نبی اُمّی پہنچا تھا کہ بڑی بڑی علیگڑھ کی تعلیمیافتہ شخصیتیں انگشت بدنداں ہو جایا کرتی تھیں۔ اسی قوم کا ایک سپوت الٰہی بخش بھی تھا جس کو نگاہِ مُرشد نے اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس کو یہ ایک بار نظر بھر کے دیکھ لیا کرتا تھا اس کے دل کا عالم بدل جایا کرتا تھا۔ (اس کا مفصل واقعہ انشاء اللہ آگے بیان کیا جائیگا)

الغرض اس "مبلغ و ہادی" نے ایسی پسماندہ قوم کو علم کا شائق بنا دیا جو "رہزن" تھے ان کو "رہبر" کر دیا۔ جہالت کی پستی میں گرے ہوؤں کو "علم و عرفان" کی بلندی پر پہنچا دیا۔ مشرکانہ رسم و رواج اور ہندوانہ طرزِ معاشرت کی نفرت دلوں میں پیدا کر کے اس سے لوگوں کو بچا لیا۔ چنانچہ طریقۂ اصلاح کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ریاست میں مہاراجہ الور ہولی کی رسم بڑی شان و شوکت اور انتہائی اہتمام سے منایا کرتا۔ اس ہولی کو دیکھنے کے لیے ملک کے اطراف و اکناف سے

Marfat.com

لوگ جوق در جوق آیا کرتے تھے، لیکن حضرت نے اپنے متعلقین اور مخلصین کو اس میں شرکت کی سختی سے ممانعت فرما دی تھی، اگر اس ممانعت کے باوجود کسی شخص کے جانے کی خبر معلوم ہوتی تو رات جب محفل جمتی اور وہ شخص حاضر بارگاہ ہوتا تو اس سے سوال کیا جاتا۔ اگر خبر صحیح ہوتی تو ایک دوسرے مخلص کو حکم دیا جاتا کہ، جوتا اُٹھاؤ اور اس کے دس جُوتے رسید کرو، اگر وہ مارنے والا بھی رعایت برتتے ہوئے زور سے لگانے کی بجائے ذرا ہلکے جوتے لگاتا تو تیسرے مخلص کو حکم ہوتا کہ تم اٹھو اور ان دونوں کے جُوتے لگاؤ" ——— یہ تھا طریقۂ اصلاح کہ جہاں شفقت کی ضرورت ہوتی تھی وہاں شفقت اور رحمت سے کام لیا جاتا تھا اور جہاں قہر و غضب کی ضرورت ہوتی وہاں "قہر و غضب" کی شان دکھائی جاتی تھی۔ لیکن یہ قہر و غضب کیسا تھا۔ ذرا اقبال سے پوچھیے ——— فرماتے ہیں ؎

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق!
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق!

جہاں تربیت دینے والوں کا جواب نہیں وہاں تربیت پانے والوں کا بھی جواب نہیں، جب مرشد کے در کی جوتیاں کھا کر باہر نکلتے ہیں تو آپس میں فخر سے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ الحمدللہ آج تک کے تو تمام گناہ جھڑ گئے

حضرت نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اس قوم کی اصلاح میں صرف فرمایا اور ان کی اصلاح میں آپ ہمہ تن ایسے متوجہ ہوئے کہ دوسری جانب یعنی شہروں اور تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف آپ نے زیادہ التفات نہ فرمایا حتی کہ کبھی وقت احمد آباد اور بمبئی جیسے شہروں سے آپ کو دعوت دی جاتی اور ادھر کسی گاؤں سے کوئی غریب بلاتا تو آپ اس کو ترجیح دیتے تھے۔

اگرچہ اس کا معتد بہ فائدہ حاصل ہوا اور لاکھوں کی تعداد میں "جان نثارانِ میوات" کی ایک فوج تیار ہوئی جو آج بھی ہند و پاک کے علاقوں میں پھیلی ہوئی حضرت کی فتح و کامیابی کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں لیکن آخر عمر میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ان پر بڑی کاوش اور محنت کی، اگر وہ محنت ہم کسی اور طرف کرتے تو اس سے دُگنا فائدہ حاصل ہوتا اور بے شمار مخلوقِ خدا اس سے فیضیاب ہوتی۔

Marfat.com

چوتھا اصلاحی کارنامہ: آبادیٔ مساجد

چوتھا اصلاحی کارنامہ آپ کا یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو جو غیر آباد اور ویران مساجد اس کا فرانہ ماحول میں پڑی ہوئی تھیں آپ نے ان سب کو آباد فرمایا۔ چنانچہ ایک مسجد محلہ قاضی واڑہ میں تھی جس کو غیر مقلدوں نے بنایا تھا اور انہی کے قبضہ میں تھی لیکن وہاں نمازی ان کا کوئی نہیں آتا تھا، حضرت نے مصالحانہ بات چیت کے بعد اس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت کا اہتمام فرمایا۔

اس کے علاوہ اسٹیٹ الور کی ایک نہایت پرانی اور قدیم مسجد ڈھکپوری کے نام سے تھی جو بالکل گم نام تھی، اس کی حضرت نے کس طرح شناخت فرمائی اور کس طرح اس کو آباد فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے کہ محلہ میں ایک بوسیدہ اور انتہائی خستہ مکان تھا جو "ماتی والا ٹھاکر" کے قبضہ میں تھا جس کی دیواروں پر اس نے گوبر کا پلاسٹر کیا ہوا تھا اور "ایک اصطبل" کے طور پر وہ اس کو استعمال کیا کرتا تھا، ایک روز اِس "محرمِ رازِ احدیت" اور "معرفت آگاہِ نورِ الوہیت" کا اس طرف سے گزر ہوا، اس گوبر سے لپے ہوئے مکان کو دیکھ کر فرمایا کہ ہمیں اس مکان میں خانۂ خدا کے انوار نظر آتے ہیں۔ ٹھاکر سے کہو یہ مسجد ہے اس پر ہمارا حق ہے ہم کو فوراً دے دے لیکن ٹھاکر نے اس مکان کو مسجد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا،

جب معارضہ کافی طول پکڑ گیا تو میر تفضل حسین صاحب اور قاضی اشتیاق احمد[1] صاحب نے اس کے سامنے یہ رائے رکھی کہ ہمیں کم سے کم اس کو دیکھنے دے، اگر اس کے اندر کوئی مسجد کی علامت اور نشانی نظر آ گئی تو پھر تجھے تسلیم کرنا پڑے گا،

چنانچہ اس نے اجازت دے دی، ان دونوں حضرات نے اس کی نشانی اور علامت کی جستجو میں بڑی عرق ریزی کی لیکن کوئی علامت نہ مل سکی، اس پر ٹھاکر نے بڑا مذاق اڑایا، جب حضرت سے سارا حال عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا "ہم خود جائیں گے" چنانچہ آپ نے تشریف ارزانی فرمائی اور ایک مخصوص مقام پر نظر ڈال کر فرمایا، اس جگہ کو صاف کرو۔ جب اس

---

[1] حکیم مشتاق احمد صاحب کے والد ماجد اور حضرت کے خاص مخلص۔

Marfat.com

جگہ سے گوبر ہٹایا گیا اور اس جگہ کو صاف کیا گیا تو یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"در زمانہ شہنشاہِ اورنگ زیب تعمیر شد"

"یعنی شہنشاہِ اورنگ زیب کے زمانہ میں تعمیر ہوئی"

مزید صاف کیا تو ایک بڑا کتبہ آنکھوں کے سامنے تھا جس میں خلفائے اربعہ کے اسمائے گرامی کے علاوہ پوری آیۃ الکرسی اور افضل الذکر لا الہ الا اللہ" مرقوم تھا۔ چنانچہ اس کے بعد سب کو یہ مسجد تسلیم کرنا پڑی سب خدام جمع ہو گئے اسی وقت پوری مسجد کو غلاظتوں سے پاک کر کے پانی سے اچھی طرح غسل دیا گیا، اور سب سے پہلے "نمازِ ظہر" ادا کر کے اس کو ہمیشہ کے لیے آباد کر دیا گیا ———

شروع میں حضرت اسی مسجد میں اپنی تمام راتیں عبادتوں اور مراقبوں میں گزارا کرتے تھے چنانچہ ایک رات جب مصروف مراقبہ اور محوِ مشاہدہ تھے تو اسی حالت میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں تشریف لائے ہیں اور ایک مقام پر آپ نے قیام فرمایا ہے۔ دوسرے دن آپ نے اس مقام کا احترام کرتے ہوئے اس کے چاروں طرف ایک احاطہ کھچوا دیا اور اس پر یہ شعر کندہ کرا دیا ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے او بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

پانچواں اصلاحی کارنامہ: اصلاح علمائے سُو رُشد و ہدایت کے منصب کو بدنام کرنے والے صوفیاء "پیری مریدی" جیسے مقدس کارِ نبوت کو پیشہ بنانے والے "نام نہاد" پیر اور مرشد" "تصوف" اور "طریقت" کا لبادہ اوڑھ کر "نیابتِ رسول" کی عظمت کو پامال کرنے والے "ملّا" الغرض دین و مذہب اور شریعت و طریقت کو بدنام کرنے والے اس قسم کے علمائے سُو کے خلاف اس "مردِ مجاہد" نے ایک زبردست جہاد فرمایا ——— اِدھر قوم کو ان کے مکر و فریب سے آگاہ کیا اُدھر خود ان کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں فرمائیں —

چنانچہ گڑھی کا واقعہ ہے کہ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو ایک پیر صاحب

Marfat.com

سے آپ کی وہاں ملاقات ہوئی جو مسجد میں براجمان رہتے تھے، مریدین کے یہاں سے آئی ہوئی صبح وشام روٹی کھاتے اور مست پڑے رہتے نماز کا وقت ہوا تو ان پیر صاحب کو دیکھا کہ مسجد میں ہوتے ہوئے انہوں نے نماز نہیں پڑھی، حضرت نے دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کی کہ یہ تو نماز روزہ سے بے نیاز ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اُن سے جا کر کہو کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے نماز پڑھ لیجئے۔ جب قاصد گیا تو پیر صاحب نے بڑے انداز سے فرمایا "میاں! کیسی نماز کس کی نماز" حضرت نے یہ جواب سُن کر فرمایا کہ آج سے پیر صاحب کا کھانا بند کر دو۔ چنانچہ کھانا بند کر دیا گیا۔ جب دو روز گزر ے اور بھوک سے بُرا حال ہونے لگا تو اب انہوں نے چیخنا چلانا شروع کیا کہ بڑے بدبخت لوگ ہیں، ایک ولی کو بھوکا مار رکھا ہے، جب کسی نے نہ سُنی تو حضرت کے پاس آتے اور لوگوں کے ظلم وستم کی شکایتیں کرنے لگے، آپ نے مُسکراتے ہوئے گل ریز ہونٹوں کے ساتھ فرمایا۔" ارے پیر صاحب کیسا کھانا، کس کا کھانا"۔ یہ سُن کر پیر صاحب کے دماغ ٹھکانے آگئے، اور "التزام شریعت" کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہ رہا۔

انہی جیسے "علمائے سُوء" کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"کسی عزیز نے شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے بے فکر ہے، اس عزیز نے اس کا بھید پوچھا تو اس لعین نے جواب دیا کہ اس وقت کے بُرے عالموں نے اس کام میں خود میری بڑی مدد کی ہے اور مجھے اس اہم کام سے فارغ کر دیا ہے ــــــ اور واقعی اس زمانہ میں جو سُستی و غفلت شرعی امور میں واقع ہوتی ہے اور جو فتور مذہب و دین کے رواج دینے میں ظاہر ہوا ہے، سب کچھ ان بُرے عالموں کی نحوست اور ان کی نیتوں کے بگڑ جانے کے باعث ہے" [1]

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب گرامی کا آخری جملہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۳۳

Marfat.com

ہے جس میں آپ نے ان "علماء اور صوفیاء" کے مرض کی نشان دہی فرمائی ہے۔

شاید اقبال بھی اپنے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کر رہا ہے

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرا

اسی سلسلہ کا ایک اور حضرت صاحب کا واقعہ قابلِ دید ہے ـــــ

الٰہی بخش ایک عام ان پڑھ میواتی جو طریقت کی ابجد سے بھی ناآشنا تھا۔ مرشد کی صحبت میں رہ کر ایسا کندن بنتا ہے کہ معرفت کی اعلیٰ منزل پر پہنچا چلا جاتا ہے، مرشد کے دربار سے اس کی لیاقت کی بنیاد پر "خرقہ سفارت" عطا کر دیا جاتا ہے اور مخلوقِ خدا کی رہبری اور ہدایت کے لیے اس کو قومِ میوات کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ مسندِ رشد و ہدایت پر بیٹھنے کے بعد مرشد کا فیض جاری ہوتا ہے اور ایک مخلوقِ خدا اس کے ارد گرد منڈلانے لگتی ہے اور اس کے فیض سے مستفیض ہو کر جاتی ہے۔ اتنی سرعت اور تیزی کے ساتھ اس عروجِ آدمِ خاکی کو شاید کسی کی نظرِ بد لگ جاتی ہے اور دنیا کو شریعت و طریقت کا راستہ دکھلانے والا لاخود نفسِ امارہ کے دامِ تزویر میں پھنس کر اپنا راستہ بھی کھو بیٹھتا ہے اور ایک خوبصورت عورت جو اس کے پاس پڑھنے کے لیے آتی ہے اس پر اپنی تمام عزت، آبرو، رفعت و منزلت سب کچھ نثار کر دیتا ہے! بدنامی کا داغ پیشانی پر لگتا ہے اور اس کی شہرت جب پیرخانہ پر پہنچتی ہے تو "مرشد" کلیجہ تھام کے رہ جاتا ہے، برسوں کی محنت کے بعد تیار ہونے والے اس "گلِ نورستہ" کو یوں دم بھر میں مرجھاتا دیکھ کر اس کا قلب لہولہان ہو جاتا ہے، فوراً اس کو بلایا جاتا ہے اور اپنے پاس بٹھا کر شفقت و محبت سے سمجھایا جاتا ہے، اس کو قعرِ مذلت سے نکل کر پھر اوجِ ثریا کے طرف پرواز کرنے کی ہمت دلائی جاتی ہے۔ اس کو بدنامی کی سیاہی چہرے سے ہٹانے اور نیک نامی کے نور سے چہرہ کو منور کرنے کی ترکیبیں بتائی جاتی ہیں۔ گناہ آلودہ زندگی سے نکل کر صاف اور پاک زندگی گزارنے کی تلقین کی جاتی ہے لیکن ہائے افسوس ہر کوشش ناکام ہوتی ہے اور ہر ترکیب ناکارہ ہو جاتی ہے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا

Marfat.com

آخر مجبور ہو کر فرمایا جاتا ہے کہ "یاد رکھو جو دیتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے لہٰذا ہم نے جو کچھ تمہیں دیا تھا وہ سب آج ہم نے سلب کیا" ــــ

اس کو شاید یہ گمان تھا کہ اب میری عزت، وقار اور شہرت کو کون چھین سکتا ہے، لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ یہ سب اس "درِ جاناں" کا فیض ہے، اس نگاہِ ناز کا اثر ہے اور یہ نگاہ صرف اُس پر ہوتی ہے اور وہاں صرف وہ ہی مکرم و معظم ہوتا ہے جس کے پاس تقویٰ ہو اگر یہ نہیں تو اس بارگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ

چنانچہ ایسا ہی ہوا ادھر مُرشد کی نگاہ سے گرا، ادھر ساری مخلوق کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا چلا گیا ۔ وہ ہی لوگ جو کبھی اس کے دامن کو تھام کر چلتے تھے آج اس کے دامن کو تار تار کر رہے تھے، وہ ہی ہاتھ جو کبھی ادب سے اس کے قدموں میں لگتے تھے آج پُورے زور سے اس کے "منہ" پر برس رہے تھے،

وہ میں کہ مری عرش پر تھی منزلِ عالی!
کرتی ہے زمیں بھی مرے قدموں سے حذر آج

اس واقعہ کا سب سے روشن اور تابناک پہلو یہ ہے کہ حضرت نے اپنی انتھک کاوشوں اور جگر سوز محنتوں کی بھی پروا نہ کی اور صرف ایک غیر شرعی لغزش پر اس کو اس "مقامِ عالی" سے معزول کر دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ جانتے تھے کہ یہ وہ مقام صاف ہے جو ان آلائشوں اور کدورتوں کا متحمل نہیں ہو سکتا، اور اس ایک امرِ قبیح کے ہوتے ہوئے اس کو اس مقام پر قائم رکھنا درحقیقت "منصبِ رسالت" کی تذلیل "مسندِ رُشد و ہدایت" کی تخریب پیری مریدی اور "مقامِ ولایت" کی تحقیر ہے ۔

چھٹا اصلاحی کارنامہ: احیائے سُنّت

احیائے سُنّت! وہ "بالِ جبرئیل" جس کے ذریعہ ایک سالک "چشم زدن میں" اوجِ معرفت" پر پہنچ جاتا ہے، اور اگر اس کو ترک کر دے تو یک دم "عرشِ معلّٰی" سے تحت الثریٰ پہ آ جاتا ہے ــــ ذرا دیکھیے اس شہبازِ لامکانی اور مجدد الفِ ثانی رضی اللہ عنہ کے نہاں خانۂ دل میں معرفت کے بامِ ثریا پر پہنچنے کے باوجود کیا اُمنگیں اور آرزوئیں مچل رہی ہیں ــــ

Marfat.com

"بہت مدت تک علوم و معارف اور احوال و مقامات برسات کی بارشوں کی طرح مجھ پر وارد ہوتے رہے اور جو کام کرنا چاہیئے تھا وہ اللہ کی عنایت سے ہو گیا — اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں میں سے کوئی سُنت زندہ کی جاتے" ؎[1]

ولایت اور قرب کی اعلیٰ منزلوں پر پہنچنے والے ہر ولی کا یہی حال ہوتا ہے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی جذبات سے ہمکنار تھے، اور کوئی موقعہ بدعت کو ختم کرنے اور سُنت کو زندہ کرنے کا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے اپنی ساری زندگی کو اسی "اصولِ زریں" پر کاربند رکھا اور دوسروں کو بھی اس پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی تبلیغ فرماتی۔ اور بموجب اس ارشاد رسول "مَنْ اَحْیٰ سُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْد" شہدا کے مرتبۂ عظیم اور اجرِ جزیل کو حاصل کر کے خُدا اور خُدا کے حبیب کی رضا اور خوشنودی سے فائز المرام خود بھی ہوتے اور دوسروں کو بھی کیا

مگر بعض لوگ اس زمانہ میں ایسے پیدا ہو گئے جو نہ صرف خود "ترکِ سُنت" کے مرتکب ہوتے بلکہ انہوں نے "بدعات" کو رواج دے کر پُورے معاشرہ کو بدعتوں کی ظلمتوں سے دوچار کر دیا ایسے نازک دور میں اب ایک ایسے "مردِ حق" کی اشد ضرورت تھی جس کے لیے امامِ ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے:

"اب ایک ایسے جوانمرد کی ضرورت ہے جو سُنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے، اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو گرانے کا باعث ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آپ نے سُنا ہوگا۔ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ — خصوصاً ان دنوں جبکہ اسلام ضعیف ہو رہا ہے۔ اسلام کی رسمیں جبھی قائم رہ سکتی ہیں جبکہ سُنت کو قائم کیا جاتے اور بدعت کو دُور کیا جاتے

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۲۳، ۴، ۵

Marfat.com

—— اس زمانہ کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دیتے ہیں اور سنتوں کو محو کرتے ہیں ؎

خدا نے ایک ایسے ہی "جوانمرد" اور اس بارگاہِ مجدد کے ایک ادنیٰ غلام جن کا نام نامی شاہ رکن الدین تھا ان کو یہ ہمت عطا فرمائی کہ وہ اس فتنہ کے سدِ باب کے لیے کھڑے ہو جائیں چنانچہ یہ مردِ حق سنت کو ترک کرنے اور بدعتوں کو رواج دینے والوں کے خلاف سینہ سپر ہو گیا اور تحریر و تقریر ہر محاذ پر ان کا زبردست مقابلہ کیا آخر کار ان کو پسپا ہونا پڑا۔ اس دعوے کی تائید کے لیے بطورِ دلیل اس نزاع کا ضرور ذکر کروں گا جس نے الور کی فضا کو کافی مسموم کر دیا تھا، ایسا "معرکۃ الآراء اقدام" "نزاع جہاں بڑے بڑے علماء قرابت و رشتہ داری کے باعث پھسلے لیکن پھر سنبھل گئے، وہ اہم نزاع "تہجد کی نماز مع الجماعت بالالتزام پڑھنے کے متعلق تھا اس سلسلہ میں حضرت صاحب کا مسلک طریقۂ اسلاف کے مطابق یہ تھا کہ کسی نفل نماز کی "تداعی کے ساتھ جماعت" نہیں ہو سکتی۔ ماسوا چند نمازوں کے جو حضور سے منقول ہیں لہٰذا تہجد کی نماز جو نفل ہے اسکو بھی تداعی کے ساتھ باجماعت پابندی کیساتھ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس پر فقہ احناف کے تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے چنانچہ حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں ——

(۱) "تنویر الابصار" میں ہے۔ ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان۔

(۲) "دُرِّ مختار" میں ہے۔ ای یکرہ ذالک لو علی سبیل التداعی آلخ۔

(۳) "ردُّ المختار" میں ہے۔ فان نفی السنۃ لا یستلزم الکرھیۃ نعم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ۔

(۴) "حلیہ" میں ہے۔ الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذالک احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ

؎ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۲۳ ۶ ۴۵

وان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃً مکروھۃً لانہ خلاف المتوارث۔

(۵) "بدائع" میں ہے: ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنّۃ الا فی قیام رمضان۔

(۶) "حاشیۃ البحر" میں ہے۔ والنفل بالجماعۃ غیر مستحبٍ لانہ لم تفعلہ الصحابۃ فی رمضان الخ

ان کتب معتبرہ کے علاوہ اور بہت سی فقہ کی کتب متداولہ میں اسی قسم کے الفاظ موجود ہیں غرض تمام اسلاف کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسی جماعت خلاف متوارث ہے۔ غیر عمل صحابہ ہے۔ مکروہ ہے، غیر مستحب ہے غیر سُنّت ہے بدعت ہے،

لیکن اس وقت بعض لوگ تھے جو علی الاعلان نہ صرف تہجد کی جماعتیں مواظبت سے کر رہے تھے بلکہ اپنی کمزور اور بے جان تحریروں سے اس علماء کے متفقہ فتوے کے خلاف اس کو مستحسن اور سُنّت ثابت کرنے کی سعی مذموم میں بھی مصروف تھے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

بدعتوں کو رواج دینے والے ایسے لوگوں کے خلاف حضرت نے پُرزور آواز اٹھائی، جس کو انہوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے متعلق چند رسائل لکھ کر اس بدعت کو ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کیں جس کے جواب میں جب حضرت کے صاحبزادہ شاہ محمد محمود صاحب نے اس مسئلہ پر ایک تحقیقی اور علمی رسالہ "کشف حقیقت" کے نام سے تحریر فرمایا تو مخالفین حواس باختہ ہو گئے۔

آخر کار اس گروہ کے حق پسند افراد اور علماء کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جو مولانا رکن الدین صاحب فرماتے ہیں وہ ہی درست ہے اور ہم حقیقت میں غلطی پر تھے۔

ساتواں اصلاحی کارنامہ: اصلاح عقائد مسلمین

مذہب میں سب سے بنیادی اور اساسی چیز عقیدہ ہے۔ اگر یہ درست ہے تو سب کچھ منظور ورنہ سب کچھ مردود، خواہ کتنا ہی کوئی متقی، پرہیزگار، صالح و دیندار، اور

Marfat.com

عابد و شب زندہ دار ہو، اگر اس کا عقیدہ درست نہیں تو اس کی راتوں کی تمام عبادتیں اور زندگی کی تمام ریاضتیں بیکار ہیں۔ اسی لیے علمائے کرام اور مبلغینِ انام اور صوفیائے عظام سب سے پہلے "عقیدہ" کی طرف توجہ دیتے ہیں، الہٰذا اس مبلغِ اعظم اور ولیِ اکرام نے بھی اسی کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ اور عامۃ المسلمین کو "عقائدِ فاسدہ" کی "پرخار وادیوں" سے نکال کر "عقائدِ صحیحہ" کی پُربہار شاہراہوں پر گامزن کر دیا۔ اس سلسلہ میں "عقائدِ باطلہ" کی جس سب سے "خطرناک اور دہشتناک وادی" سے لوگوں کو بچانے کی آپ نے سعی فرمائی وہ "نجدیت، وہابیت اور دیوبندیت" کی مہیب "وادی" تھی۔

ذرا تصور کریں اور ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ وہ کتنا مہیب اور خطرناک "فرقہ" اور "گروہ" ہوگا جس میں "تعظیمِ پیمبر" اور "توقیرِ نبی" کو سب سے بڑا جرم گنا جاتا ہو۔

وہ شفیعِ معظم اور رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو وسیلہ بنا کر اپنی بارگاہِ احدیت میں پیش کرنے کا حکم خود خدائے بزرگ و برتر اس آیت میں دے رہا ہو کہ "وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ"

وہ شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم جن کی بارگاہ بیکس پناہ میں گنہگاروں کو حاضر ہونے اور ان سے سفارش کرانے کا حکم خود رب العزت اپنے بندوں کو یوں دے رہا ہو "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا" (پ ۵ ع ۶)[1] ایسے نبی محترم کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ "مَنْ تَوَسَّلَ بِالنَّبِیِّ فَقَدْ کَفَرَ" کہ جس نے حضور کو وسیلہ بنایا وہ کافر ہو گیا۔ یہ اس گروہ کے کسی عام آدمی کا قول نہیں بلکہ اس کے "بانی" "شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی (المتوفی ۱۲۰۶ھ)" کے اس خطبہ کا اقتباس ہے جو انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر دیا[2]

---

[1] اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

[2] سید احمد زینی بن دحلان مکی: الدرر السنیہ مطبوعہ منظر عام پریس پشاور ۱۲۹۸ھ

Marfat.com

کائنات میں وہ خدا کی سب سے محبوب ترین ذات جس پر وہ خود بھی "صلوٰۃ و سلام" بھیجے۔ تمام قدسیانِ فلک صلوٰۃ و سلام کے نذرانے پیش کریں اور مومنوں کو بھی یہ کہہ کر اس پر درود بھیجنے کا حکم دیا جائے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پ۲۲ ع ۴) ایسے محبوب خدا کے لیے اس فرقہ " کا یہ عقیدہ ہے کہ ان الربابة فی بیت الخلطنة یعنی الزانیة اقل اثما مما ینادی بالصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المنائر۔ کہ رنڈیوں اور طوائفوں کے گھر سے ساز کی آواز سننا اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا مسجد نبوی کے مناروں پر سے آنحضرت صلی اللّٰہ وسلم پر درود و سلام کی آواز کا سننا گناہ ہے۔ (معاذ اللّٰہ) حتیٰ کہ انہی الفاظ کے قائل شیخ نجدی نے بلال حبشی کی یاد دلوں میں تازہ کرنے والے اس مؤذن پر جو مسجد نبوی کے میناروں پر کھڑا ہو کر عشق و محبت کے نذرانے "درود" کی صورت میں پیش کیا کرتا تھا ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کے بلال کے ظلم و ستم کی یاد تازہ کرا دی۔ جرم صرف یہ تھا کہ یہ حضور پر "درود" کیوں بھیجتا ہے [1]

کیا تھا جرم وفا لذت سزا کے لیے
ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کے لیے

اور جب وہ اس "جرم عظیم" کے ارتکاب سے باز نہ آیا تو اس کو قتل کرا دیا —— بلال مؤذن رسول اللّٰہ کے متعلق اقبال کا یہ شعر اس مؤذن پر بھی بعینہ صادق آتا ہے

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے

"والضحیٰ" کے چہرے اور "واللیل" کی زلفوں والا وہ محبوب رب العالمین جس کی دلنواز اداؤں کی قرآن میں جا بجا قسمیں کھائی جا رہی ہوں جس کے "مسحور کن" "تذکروں" سے نہ صرف "کتاب اللّٰہ" کے اوراق رنگین ہوں بلکہ ہر "عبادت" خواہ نماز ہو یا اذان اس کے نام اور تصور کے بغیر نامکمل اور ناتمام ہو —— ایسی شان والی ذات کے لیے اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ آپ کا

---

[1] ایضاً۔ ص: ۴۵-۴۶۔

تصور اگر نماز میں آجائے تو گدھے کے تصور سے بدتر ہے۔ چنانچہ اس گروہ کے اہم لیڈر مولانا سید احمد اپنا عقیدہ بیان فرماتے ہیں -

"زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتماب ہی ہوں اپنی ہمت لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بدتر ہے۔"[۱]

وہ دانائے سبل اور ختم الرسل جس کو کبھی خدا نے قرآن میں نام لے کر نہیں پکارا بلکہ محبت بھرے القاب کے ساتھ مخاطب فرمایا، جس کے "نام" لینے کا ادب اور سلیقہ کلام اللہ میں بارہا بندوں کو سکھایا گیا — ایسے ذی احتشام خدا کے نبی اور دوسرے ذی احترام تمام انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی ان کے یہاں یہ "تعظیم" کی جاتی ہے کہ ان کو "چوہڑے چمار" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے — چنانچہ ارضِ ہند میں اس مذہب کے عظیم قائد "مولانا اسماعیل" یوں ارشاد فرماتے ہیں -

"ہمارا جب خالق اللہ ہے تو ہم کو چاہیئے کہ ہر کام میں اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو ایک بادشاہ کا غلام ہو وہ اپنے کام کا علاقہ دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا کسی "چوہڑے چمار" کا تو کیا ذکر ہے یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"[۲]

وہ نبی اُمّی اور رسولِ ہاشمی جن کو خدائے علام الغیوب کی طرف سے "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ، فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى" جیسے واضح اعلان کے ذریعہ "علوم اولین و آخرین" کا مالک بنایا جا رہا ہو، کائنات کے رازہائے سربستہ جن پر منکشف کیے جا رہے ہوں، اور "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" کا وہ علم عطا کیا جا رہا ہو کہ اقبال بھی پکار اٹھے ؎

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب   گنبدِ آبگینہ رنگ ترے محیط میں حباب

---

[۱] سید احمد: صراطِ مستقیم: (۲۰۱)

[۲] محمد اسماعیل: تقویۃ الایمان

ایسی وسعتِ علم رکھنے والی دو عالم کی سب سے معظم و محتشم شخصیت کے "علم" کے لیے اس گروہ کا یہ قول ہے کہ ان سے تو شیطان کا علم بڑھ کر تھا ـــــ چنانچہ ان کی عبارت ملاحظہ ہو

"شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ دو عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ دو عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" [1]

"وہ سید الکونین و الثقلین اور "صاحب قاب قوسین" جن کی شان یہ ہے کہ ہے

سرِ عرش پر ہے تیری گزر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اور کیوں نہ ہو جب "امورِ غیبیہ" میں سب سے زیادہ پوشیدہ رہنے والی اور "غیب الغیب" میں رہنے والی خدا کی ذات جس کی نگاہوں سے "محجوب" نہ رہ سکی پھر بھلا اور کوئی "غیب" اس کی نگاہوں سے کب پوشیدہ رہ سکتا ہے ؂

اور کوئی غیب نہاں ہو تم سے کیونکر بھلا!
جب خدا ہی نہ چھپا تم سے تم پہ کروڑوں درود

ایسی ذات ستودہ صفات کے پاک اور رفیع علم کو اس مذہب میں مجنون، پاگلوں اور بہائم و جانوروں کے علم سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا جاتا ہے،

"اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" [2]

الغرض وہ مذہب وہ تحریک جس میں عظمتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو دین کی اساس

---

[1] خلیل احمد۔ براہینِ قاطعہ، ص: ۵۱ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور
[2] اشرف علی تھانوی: حفظ الایمان۔ ص: ۷، ۸ ـ

Marfat.com

اور بنیاد ہے۔ اس کو ختم کیا جاتا ہو، — جس میں کائنات کی سب سے معزز ترین شخصیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور توقیر جو ایمان کی بیخ و بُن ہے۔ اس کو منہدم کیا جاتا ہو — جس میں والیٔ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محبت اور عقیدت کو دلوں سے مٹایا جاتا ہو جس کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہو سکتا۔

جس میں قومِ مسلم کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے اور اقوامِ عالم میں اس کو ذلیل کرانے کی یہ سازش کی جاتی ہو کہ ان کے "نبی" کی توہین کر کر کے جو عظمت ان کے دِل میں ہے اس کو محو کر دیا جاتا ہو، ان کے آقا کی بارگاہ میں ناشائستہ الفاظ استعمال کر کے "عشقِ محمد" اور بقول اقبال "رُوحِ محمد" اس کے بدن سے نکال دی جاتی ہو۔ ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
"رُوحِ محمد" اس کے بدن سے نکال دو

ایسے مکروہ عزائم رکھنے والے، بے ادب اور گستاخ فرقہ کے خلاف بھلا ایک سچا مسلمان کب خاموش رہ سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ "سچا مسلمان" بلکہ سینکڑوں کا فرں کو مومنِ صادق بنانے والا یہ مردِ خود آگاہ، عشقِ مصطفےٰ کے بھر بھر کے جام پلانے والا یہ "عاشقِ رسول" عظمتِ مصطفےٰ کو اس گروہ کے پیروں تلے یوں پامال ہوتا دیکھ کر تڑپ اُٹھا اور ناموسِ رسالت" کے تحفظ کی خاطر "زبان و قلم" کی تیغ براں لیے میدان میں کود پڑا اور اس سلسلہ میں سب سے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ عوام الناس کے عقائد کی حفاظت کی خاطر توضیح العقائد کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں مختلف فرق باطلہ کے علاوہ اس فرقہ کے عقائد کا بھی جابجا دلائل باہرہ کے ساتھ رد فرمایا، اور قرآن و حدیث کے براہینِ ساطعہ کے ساتھ اپنے صحیح عقیدہ کو ثابت کیا — اور ابتدائے کتاب میں اس خطرناک فرقہ کی تاریخ عقائد اور عزائم کا اجمالی تذکرہ فرما کر اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ بھی بیان فرمایا —

علاوہ ازیں اس تحریک کے مسموم اثرات کے پیشِ نظر اس پر ایک علیحدہ رسالہ بھی آپ نے تحریر فرمایا جس کا نام کچا چِٹھا تھا اس میں ایک طرف ان کے وہ عقائد اور عبارات مع حوالہ جات نقل فرمائیں جن کو سُننے کی ایک مومن میں تاب نہیں۔ اور دوسری طرف قرآن و حدیث

Marfat.com

سے ان کا مختصر سا جواب ذکر فرمایا اور اس کو طبع کرا کے عوام میں مفت تقسیم کیا گیا

چنانچہ حضرت کے ایک نامہ والا میں بھی اس رسالہ کا ہمیں ذکر ملتا ہے فرماتے ہیں:

"کچا چٹھا جو آپ لے گئے ہیں اگر اس پر یا دوسرے کاغذ پر وہاں کے علماء کے دستخط کرالو تو دوسری مرتبہ طبع ہونے پر خاص اہتمام سے جمعیت علماء کے لیے زیادہ نافع ہوگی رد پر" [۱]

اور اگر علمائے اہلِ سنت میں سے کسی نے ان کے کسی عقیدہ کے خلاف کوئی فتویٰ تحریر کیا تو آپ نے نہ صرف اس کی پُر زور تائید فرمائی بلکہ انہی کے علماء کے اقوال سے اس مسئلہ کو ثابت فرمایا۔ چنانچہ "دست بوسی اور قدم بوسی" کا مسئلہ ۵ رجمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء کو علماء کے سامنے پیش کیا گیا، جس کا جواب حضرت مولانا محمد عماد الدین سنبھلی علیہ الرحمۃ نے عنایت فرمایا۔ اس جواب کی تصدیق جہاں مفتیِ اعظم ہند اور دیگر علماء نے فرمائی وہاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان تصدیقی الفاظ سے اس فتوائے کو یوں مزین فرمایا ——— مجیب نے جو جواب لکھا ہے وہ بہت درست ہے، مسئلہ دست بوسی میں تو مولوی رشید احمد صاحب بھی خلاف نہیں ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ کے حصہ اول صفحہ ۴۲ میں تحریر کرتے ہیں" بوقت ملاقات علماء اور صلحاء کا ہاتھ چومنا مباح ہے، اور نیز صفحہ ۱۱ میں ہے: "تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے شخص کا بھی درست ہے۔ حدیث سے ثابت ہے"۔ اِنْتَهَتْ بِحُرُوفِهَا واللّٰہ اعلم بالصواب۔ محمد رکن الدین نقشبندی سعودی مجددی الوری [۲]۔

سیفِ قلم کے علاوہ تیغِ لسان سے بھی اس خطرناک تحریک کا آپ نے مقابلہ کیا چنانچہ اپنے وعظ و ارشاد اور نجی محافل میں اپنے متعلقین اور مخلصین کو اس کے زہر فرسا عقائد سے متنبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اگر کبھی مناظرہ اور مباحثہ تک بات پہنچتی تو اس سے بھی آپ نے دریغ نہیں فرمایا چنانچہ آپ کی زندگی میں ہمیں ایسے متعدد مناظروں کے واقعات ملتے ہیں جنہیں آپ نے فریقِ مخالف

---

[۱] مکتوب گرامی بنام حکیم مشتاق احمد صاحب گوالیار، محررہ ۲۴ر جنوری ۱۹۲۸ء

[۲] محمد مسعود احمد۔ ڈاکٹر۔ مکتوب محررہ ۳ر ستمبر ۱۹۷۸ء بحوالہ رسالہ تقبیل مطبوعہ ملتان، ص ۷،

Marfat.com

کے چیلنج کو قبول فرما کے اس وقت کے بڑے بڑے علمائے اہلِ سُنّت کو مدعو کیا اور ان کے ساتھ مناظرہ میں مخالفین کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سلسلہ کا سب سے مشہور و معروف مناظرہ وہ تھا جو "نوح" میں قومِ میوات کے ہزاروں حضرت کے مریدین و مخلصین نے حضرت کے ارشاد اور مشورہ پر منعقد کیا تھا۔ اور فتح و نصرت کے بعد اس نے چُپ مناظرہ کے نام سے شہرت پائی تھی۔ مناظرہ میں اہلِ سُنّت کی طرف سے نمائندگی کرنے والے متبحر عالم حضرت مولانا ظفر الدین صاحب رضوی جو اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لاڈلے شاگرد تھے۔ خود اپنی زبانی اس مناظرہ کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان فرماتے ہیں :-

"۱۳۲۶ھ ملکِ میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت اودھم مچا رکھا تھا اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خانصاحب رامپوری مقیم درگاہ معلی اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالمِ مناظرہ کو لینے کے لیے بریلی شریف بھیجا، مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیحضرت سے وہاں کے حالات عرض کیے اس وقت اعلیحضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکہ میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیے اور وہابیہ کو شکست دیجیے میں نے عرض کیا تعمیلِ ارشاد کو حاضر ہوں، حضور کی دعا کی ضرورت ہے جب ابتدائی مباحث طے ہوگئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سبھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے، تقاضے پر تقاضے ہوتے مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹتا۔ تین گھنٹے تک سب خاموش محض رہے، آخر ثالث و حاکم صاحب نے کہا مولانا! کچھ تو بولیے تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔ اس پر بھی وہ لوگ خاموشِ محض رہے، آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا کہ صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں جب علمی باتوں کی نوبت آئی مولانا ظفر الدین صاحب نے جو

سوالات کیے ان کے جواب میں ان تمام علماء نے سکوتِ محض سے کام لیا اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹے وقت صرف کردیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا جواب نہیں ہے اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں ورنہ کس دن کے لیے اٹھا رکھتے، ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولانا شاہ رکن الدین صاحب و مولانا شاہ ارشاد علی صاحب مولانا ظفر الدین صاحب مولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علماء کا مذہب حق ہے ــــــ جب بخیر و خوبی کامیابی کے ساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوتے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روئداد سناتی اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کردیے جائیں وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰحضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام "کیفیت تجدید کا چپ مناظرہ" ۱۳۲۶ھ رکھا اور حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا تاریخی نام شکستِ سفاہت رکھا چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کردیا گیا[1]

ایک اور مناظرہ "الور" ۱۳۲۶ھ سے چھ سات میل دور "بہالہ" کے مقام پر ہوا، اس مناظرہ کا دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ جب وہاں نزاع کی صورت پیدا ہوگئی تو وہاں حضرت کے مریدین و مخلصین خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے کہ کوئی مناظر وہاں بھیجا جائے تاکہ حق و باطل کے درمیان امتیاز پیدا ہو، اور "نورِ صداقت سے ظلمتِ کذب کا سینہ چاک ہو، چنانچہ حضرت نے مناظرہ کے لیے حضرت مولٰنا سید دیدار علی شاہ صاحب کو وہاں بھیجا، جب مناظرہ شروع ہوا تو ان پڑھ میواتیوں کے عظیم الشان اجتماع میں فریقِ مخالف کے مناظر نے چرب زبانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی لمبی چوڑی تقریر شروع کی کہ جس کا نہ کوئی سر تھا نہ پیر "ایک ایسی غیر متناہی تقریر تھی جو ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی جس سے جاہل اور سادہ لوح دیہاتیوں پر یہ اثر پڑا کہ شاید ہمارا مناظر کمزور پڑ گیا، چنانچہ یہ سرگوشیاں شروع ہوگئیں کہ "ہمارا مولوی ہار گیا" جب حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب کو بتایا گیا تو آپ

---

[1] ظفر الدین، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت۔ ص ۵۵ مطبوعہ مکتبہ رضویہ فیروز شاہ اسٹریٹ کراچی

Marfat.com

حیران ہو کر فرمانے لگے کہ ہم تو ابھی بولے ہی نہیں تو پھر ہارنے کا کیا مطلب ؟ — لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ! یہ تو جاہل قوم ہے انہیں علمی مضامین سے کیا غرض، ان کے سامنے تو جو بڑھ کر رُعب جمالے میدان اسی کا ہے ؎

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اُٹھالے ہاتھ میں، مینا اسی کا ہے

آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھی کھڑے ہو جائیے اور اس کے رُکنے کا انتظار کیے بغیر زبردست تقریر شروع کر دیجیے، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا، پھر جیسے جیسے آپ کی "بارُعب" آواز فضا میں بلند ہونے لگی ویسے ہی فریقِ مخالف کی آواز دبتی چلی گئی حتیٰ کہ اُسے خاموش ہوئے بغیر چارہ نہ رہا۔ اور اس کے بیٹھتے ہی فضا نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت سے گونج اُٹھی، لوگوں نے فرطِ مسرت سے یہ کہتے ہوئے حضرت مولانا کو اپنے کاندھوں پر اُٹھا لیا کہ "ہمارا مولوی جیت گیا"۔ اس طرح فریقِ مخالف کی "شور مچا کر" مناظرہ جیت لینے والی ترکیب بھی ناکام ہو گئی اور اہلِ سُنّت کو فتح حاصل ہوئی ؎

غُل تو بہت یاروں نے مچایا پر گئے اکثر مان ہمیں

الغرض جہاں جہاں مباحثے اور مناظرے ہوئے وہاں ان گستاخانِ رسالت اور دُشمنانِ دین و ملت کو سخت ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا، اس کے بعد اگر کسی مقام پر ان کو مناظرہ کی دعوت دی گئی تو اس سے راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی انہوں نے اپنی عافیت سمجھی، حضرت کے ایک نامہ والا سے اسی قسم کے ایک واقعہ کا ہمیں پتہ چلتا ہے۔ فرماتے ہیں

"میں نے جو اشتہار دینے کو منع کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک ہی اشتہار آپ کے پاس بھیجا گیا تھا، وہابی کے پاس بھیجنے اور دے دینے کے اندر ضائع اور تلف ہو جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ وہ تو کیوں مشتہر کریں گے، آپ کے یا عزیز حشمت علی وغیرہ سنیوں کے ذریعہ سے مشتہر ہو سکتا ہے چنانچہ آپ نے مشتہر کر ہی دیا میں نے پاپڑہ اور سنگار اور کھیڑلہ اور دیگر مقامات پر بھی بھجوا دیے میں باقی اور میرے پاس ہیں اور اس کا جواب وہابیہ کی طرف سے صرف اشرف علی

Marfat.com

ی بیماری کے عذر کا شائع ہوا ہے سو اس کا جواب بھی شائع ہو گیا کہ اگر وہ بیمار ہیں تو ہم سُنت جماعت کے علما تھانہ بھون میں ہی حاضر ہو جادیں اور سارا خرچہ ہمارا ہمارے ذمہ ہے۔[1]

مناظروں اور رسائل، اشتہارات اور کتابوں کے ذریعہ ان کے مکروہ عقائد اور ایمان سوز نظریات کو طشت ازبام کرنے کے ساتھ ساتھ مخلصین اور محبین کو لکھے جانے والے مکاتیب میں بھی گاہ بگاہ اس عظیم خطرہ سے آپ متعلقین کو آگاہ فرماتے رہا کرتے تھے، ایک مکتوب میں نصیحت فرماتے ہیں:

٥ "بنیاد علی جماعت بڑھانے میں سستی نہ کریں، تاکید کر دینا، اور وہابیہ سے زیادہ اختلاط نہ رکھیں۔[2]

حضرت کا ایک ایک مخلص دشمنوں کے لیے اپنے اپنے مقام پر ایک شمشیرِ بے نیام تھا یہی وجہ ہے کہ یہ گروہ ہمیشہ حضرت کے محبین جو اعلیٰ اعلیٰ مناصب پر فائز تھے ان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہا، چنانچہ قاضی اکرام الدین صاحب جو "عہدۂ قضات" پر فائز تھے ان کے خلاف سازشیں کی گئیں۔ انہوں نے حضرت سے جب عرض کیا تو آپ نے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

۷۸۶

نحمدہٗ و نستعین!

"محب من سلمہ اللہ تعالیٰ عن شرور الناس وحفظہ اللہ تعالیٰ عن وساوس الخناس، کل آپ کے خط کا جواب بھیج دیا گیا تھا، آج ایک کارڈ اور موصول ہوا جس سے معلوم ہوا کہ پھر گروہ وہابیہ نے تمہاری قضات پر حملہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ مالک ہے اس کی ذات پر بھروسہ رکھو، اُمید ہے کہ جس طرح پہلے

---

[1] مکتوب گرامی بنام قاضی فریدالدین صاحب، بمقام نگینہ، محررہ: ۲۱ ستمبر ۱۹۲۷ء

[2] مکتوب گرامی بنام قاضی فریدالدین صاحب پٹواری فیروز پور جھرکہ، محررہ: دسمبر ۱۹۲۹ء

Marfat.com

کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و خوار کیا ہے اس دفعہ بھی ویسا ہی کرے گا، مسئلہ مسائل کے متعلق تو جواب کافی ہے کہ ان کے فلاں فلاں عقیدے ہیں جو تم کو معلوم ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے جھوٹ بول سکنے کے قائل ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان لعین کے علم سے زیادہ بتلاتے ہیں، عرس، فاتحہ، دلانے والوں کو بدعتی کہتے ہیں جس سے لاکھوں اولیا، جس میں ان کے دادا پیر بھی آگئے بدعتی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔[1]

اسی طرح ایک اور نامہ رافت میں اس گروہ کی تباہ کاریوں کا غیر مسلموں کی فتنہ پردازیوں کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس گاندھی خبیث کی جماعت نے اور وہابی مولویوں نے ملک کو تباہ اور برباد کر رکھا ہے" —— ہر وقت اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہو اور اس کو حاضر و ناظر تصور کرتے رہو اور اس کی معیت کے خیال کو پختہ کرو کہ راس المال درویشی کا یہی ہے۔[2]

کیوں نہ ہو دونوں تحریکوں کے ایک ہی تابناک اثرات ہیں، اور دونوں کا ایک ہی مطمحِ نظر اور مآل ہے اور وہ اساسِ اسلام، کا انہدام ہے —— اعاذنا اللہ تعالیٰ عن شرہ

یہی وجہ ہے کہ ابو الکلام آزاد جلیا سیاسی بصیرت کا حامل عظیم سیاسی لیڈر اور مفکر اس تحریک وہابیت کے متعلق یہ کہہ کر اُمتِ مسلمہ کو بیدار اور خبردار کر گیا کہ

"والدِ مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے" وہابیت" پھر" نیچریت" —— نیچریت کے بعد تیسری منزل جو الحادِ قطعی کی ہے اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لیے کہ وہ نیچریت ہی کو الحادِ قطعی سمجھتے تھے لیکن میں یہ تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل" الحاد" ہے اور ٹھیک

---

[1] مکتوب گرامی بنام قاضی اکرام الدین صاحب: ضلع گڑگانوہ: محررہ ۱۶ اگست ۱۹۱۵ء

[2] مکتوب گرامی بنام عبد الحفیظ غوری صاحب احمد آباد

Marfat.com

ٹھیک مجھے یہی پیش آیا ——— لہ

الغرض گمراہی اور ضلالت کے اس بڑھتے ہوئے خوفناک سیلاب کے آگے بند باندھ کر آپ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا اور محبانِ مصطفےٰ کو اس کی بربادیوں اور تباہ کاریوں سے بچالیا جس کا بیّن ثبوت " راجپوتانہ" کی قوم میوات کے وہ ہزاروں بہادر اور جیالے سپوت ہیں جو اپنے مرشد کے حکم پر اس تحریک کی ایک شاخ "تبلیغی جماعت" کے سیلِ بے کراں کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے، اور مخالف اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ان سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں نہ پھنسا سکا۔ اور الحمدللہ آج بھی اس قوم کے ہند و پاک میں بکھرے ہوئے لاکھوں جاں نثارانِ ناموسِ رسالت، اور فدایانِ شمعِ نبوت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فروزاں کی ہوئی اس شمع کو حضرت کے سجادہ نشین حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہٗ العالی کی قیادت میں نہ صرف اب تک روشن کیے ہوئے ہیں بلکہ ان چراغوں کی لو اور بڑھانے میں مصروف ہیں ———

آٹھواں اصلاحی کارنامہ درستی اعمالِ مومنین

عقیدہ کے بعد درجہ "عمل" کا آتا ہے۔ لہٰذا اعمال کی درستی اور صحت کی طرف بھی آپ نے خصوصی توجہ مبذول فرمائی ——— چنانچہ اس کے لیے آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ ہر روز رات کو عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف فرما ہو کر احباب کو عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے فقہی مسائل سے روشناس کراتے، کبھی کبھی امتحان کے طور پر کچھ مسائل اُن سے بھی پوچھتے، تاکہ ادھر یہ معلوم ہو سکے کہ محنت کتنی کارآمد ہو رہی ہے اور دوسری طرف مسائل ان کو مزید ازبر ہو جائیں اسی تعلیمی سلسلہ سے حضرت کو ارکانِ خمسہ یعنی عقیدہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر قلم اُٹھانے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ نے عقیدہ کے متعلق تصحیح العقائد اور عبادت و نماز کے مسائل پر مشتمل "رکنِ دین" عوام کے لیے سہل اور آسان زبان میں تصنیف فرمائی۔ زندگی نے اتنی مہلت نہ دی کہ آپ باقی ارکان یعنی روزہ، حج اور زکوٰۃ پر قلم اُٹھاتے لہٰذا آپ نے اپنے لختِ جگر و نورِ نظر،

لہ عبدالرزاق ملیح، ابوالکلام آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی، ص ۳۶۷، ۳۶۸

Marfat.com

راہِ شریعت وطریقت کے رہبر حضرت شاہ محمد محمود صاحب کو وصیت فرمائی کہ تم ان تینوں حصوں کو مکمل کر دینا۔ الحمد للہ حضرت قبلہ نے روزہ، حج، اور زکوٰۃ کے موضوع پر عارفانہ اور محققانہ قلم اٹھایا اور اپنے والدِ گرامی کی وصیت کو پورا فرما دیا ـــــــــ

نگاہوں سے دُور رہنے والے مخلصین اور محبین کی درستیِ اعمال کی بھی آپ کو بڑی فکر تھی، اگر وہ کوئی مسئلہ پوچھتے تو اس کا جواب عنایت فرماتے۔

علاوہ ازیں تقریباً ہر خط آپ کا کسی نہ کسی عملِ صالح کی ترغیب پر مشتمل ہوتا تھا ـــــــ مثلاً ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں ـــــــــ

" اپنے وظائف اور جماعت پنجوقتہ با جماعت ادا کرتے رہو اور شیطان لعین کے مکر سے ڈرتے رہو۔ [۱] "

ایک اور نامہ والا میں رقم طراز ہیں ـــــــــ

" اورادِ معمولہ طریقت معہ شجرہ طریقت کے ملتزم رہو اور مراقبہ معیت مفہومہ القائیہ پہ مداومت کرنا [۲] "

ایک رقعہ گلگوں میں " محبتِ اغیار " سے دِل کو آزاد کرنے کے لیے یہ عمل بیان فرماتے ہیں

" اور اپنی آتشِ محبت کو اصل کی جانب مشتعل کرو یہ آگ اس نے اپنے لیے مودع کی ہے نہ کہ غیر کے لیے، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہ اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط کی ایک تسبیح پڑھ لیا کرو خدائے پاک سے ہر شر سے پناہ مانگتے رہو بغیر امداد اس کے فضل کے ایک دم بھر با ایمان رہنا دشوار ہے۔ درود شریف کی اور استغفار کی کثرت رکھو [۳] "

انہی غوری صاحب کو مخالفین کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے یہ " عمل " تحریر فرماتے ہیں

---

[۱] مکتوب گرامی بنام عبد الحفیظ غوری صاحب

[۲] مکتوب گرامی بنام حکیم مشتاق احمد صاحب

[۳] مکتوب گرامی بنام عبد الحفیظ غوری صاحب احمد آباد

Marfat.com

"لِاِیْلٰفِ" شریف گیارہ گیارہ مرتبہ صبح کی نماز اور شام کے وقت بعد نمازِ مغرب یا عشاء ضرور ورد میں ڈال لو۔ یہ مخالفین سے حفاظت کے لیے حصن حصین ہے[1]

قربِ وصالِ دوست

ہدایت کے دیپ جلا کر، رہبری و رہنمائی کے دیئے فروزاں کر کے "اصلاح" اور "درستی" کی کہکشاں جگمگا کر یہ راہیِ مُلکِ بقا "اپنے اصلی وطن" کی طرف روانہ ہونے اور حریمِ احدیت میں پہنچ کر ہم آغوشِ تجلیات ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا ہے

جانِ جہاں سے کام ہے کیا ہے جہاں سے کام
مطلب مکیں سے ہے نہیں مجھ کو مکاں سے کام

شعبان کا مہینہ ہے، ورمِ معدہ اور ورمِ جگر کی زیادتی کے باعث تکلیف اور سوزش و جلن میں اضافہ ہو گیا ہے۔ حضرت شاہ محمد محمود صاحب، حکیم احمد حسین صاحب[2] اور حکیم عبدالمجید صاحب[3] جیسے اطبائے حاذق کی تجویز و تشخیص اور دہلی کے نامور حکماء حکیم محمد احمد صاحب اور حکیم محمد ظفر خاں صاحب کے مشوروں سے اس مریضِ عشق کا علاج کیا جا رہا ہے، لیکن مرض ہے کہ قابو میں ہی نہیں آ رہا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں رمضان کا مہینہ آجاتا ہے، "شوقِ عبادت" کشاں کشاں مسجد کی طرف لے جاتا ہے، چلا نہیں جاتا تو کرسی پر بٹھا کر لے جایا جاتا ہے، جب اس کی بھی ہمت نہیں رہتی تو اپنی اس عالمِ بے کسی پہ آنکھوں میں آنسوؤں کی جل تھل ہو جاتی ہے، لیکن لذتِ عبادت کی خوگر طبیعت گھر ہی میں "صائم النہار" اور "قائم اللیل" کا نظارہ پیش کرتی ہے۔ دن کو روزہ اور رات کو عبادت میں آہ و بکا اور گریہ و زاری کے خوب مزے لوٹتی ہے، جس کے باعث مرض کا اور شدت اختیار کرنا بالکل بدیہی امر ہے۔ شوال کے مہینہ تک "وصالِ دوست" کی یہ تمہید اپنے

---

[1] مکتوبِ گرامی بنام عبدالحفیظ غوری صاحب احمد آباد۔ محررہ یکم رمضان المبارک بروز پنجشنبہ

[2] حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ عم زاد اور داماد بھی ہیں۔

[3] اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے۔

Marfat.com

عروج پر پہنچ جاتی ہے، اب علاج معالجہ سے بجائے "افاقہ" کے مرض میں اور اضافہ ہو رہا ہے، لہٰذا حکم ہوتا ہے کہ اب تمام دوائیں بند کر دی جائیں، تمام علاج روک دیئے جائیں، اس لیے کہ

مزہ بیماریٔ اُلفت میں صحت سے زیادہ ہے
دوا سے تری ہم اسے چارہ گر پرہیز کرتے ہیں

اور اب اس فرقت کے مارے کو دوا اور شفاء کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی اس لیے کہ ابھی ہفتہ محبوب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا "پیغامِ شفاء" اس کو مل چکا تھا، جس کا اعلان جمعہ کے دِن مسجد میں خود اس نے ان الفاظ میں کیا کہ فقیر کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو تو فوراً آ کر طلب کر لے کیونکہ یہ فقیر کا آخری جمعہ ہے اور تمام احباب فقیر سے آخری بار مصافحہ کر لیں" ——

یہ سُنتے ہی لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، خود محبوب کی زبان سے اس کے وداع اور جدائیگی کا اعلان سُن کر دوستوں کے کلیجے چھلنی ہو گئے، غمزدہ دِل اور الم انگیز قلب کے ساتھ اشکوں سے بوجھل پلکوں سے خلوص و محبت کے موتیوں کا آخری نذرانہ پیش کرتے ہوئے دست بوسی کے لیے عُشاق ٹوٹ پڑے، اور اس دِل افروز چہرہ کی رعنائیوں، اس نورانی خد و خال کی تابانیوں، اس روشن جبین اور رُوح مبین کی زیبائیوں اور اس دل بھاتی صورت کے جلووں کا وہ اپنی حسرت بھری نگاہوں سے آخری بار دیدار کر کے ہمیشہ کے لیے رُخصت ہونے لگے —— ۲۰ شوال المکرم کو حضرت شاہ محمد محمود صاحب کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا جس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ آگے بیان کیا جائے گا اور اسی شب ان تمام مخالفین کو طلب فرمایا جن سے کچھ رنجشیں تھیں اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا ——

"فقیر نہیں چاہتا کہ فقیر کی وجہ سے کوئی قابلِ مواخذہ ہو لہٰذا فقیر نے تم سب کو معاف کیا —— "

اللہ اللہ! کیا اخلاق کی بلندی ہے، کہ وہ دُشمن جنہوں نے عمر بھر ستایا اور پریشان کیا ان کے دُکھ اور تکلیف کا کتنا خیال ہے کہ ان کو معاف کیا جا رہا ہے اس لیے کہ کل قیامت کے دِن میری وجہ سے کہیں مواخذہ کے باعث یہ شدتوں اور مصیبتوں میں گرفتار نہ ہو جائیں —— حکیم محمد محمود شاید اسی ہی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ

Marfat.com

اپنے غیر کا وہاں جو آیا ! بہر ہدایت سب کو بُلایا
لطف سے آگے اپنے بٹھایا حالِ رحلت صاف سُنایا
چھوڑ کے وہ خالی کاشانہ ہو گئے خُلد بریں کو روانہ

آج ۱۲ر شوال المکرم ہے۔ استغراق حد سے زیادہ ہے، جس کے باعث آپ پینے کے لیے "پانی" بھی کم طلب فرما رہے ہیں، لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید آج کچھ "افاقہ" ہے لیکن کسی کو کیا معلوم کہ آج ہی کے دن "بُلاوہ" ہے دعوت کا وقت اور پروگرام تو مہمان کو پہلے سے بتا دیا جاتا ہے لہٰذا اس "مہمانِ اجل" کو بھی کاشانۂ احدیت میں جانے اور آغوشِ احدیت میں بھیجنے کے وقتِ مقررہ کا علم پہلے ہی کرا دیا جاتا ہے، اور آپ اس "مژدہ جانفزا" جو احباب اور متعلقین کے لیے ایک "خبر جانکاہ" ہے اس سے مغرب کے وقت غمزدہ دل کو ان قیامت خیز الفاظ میں مطلع فرماتے ہیں کہ:

"یہ شب فقیر کی آخری شب ہے"

یہ الفاظ نہیں "برقِ طور" تھی جس نے غم کے ماروں کے خرمنِ صبر و قرار کو جلا کے خاکستر کر دیا، بے قرار تمنائیں اور اُداس حسرتیں لیے سب اہلِ خانہ اسی وقت جمع ہو گئے، اور بھیگی پلکوں کے ساتھ ہر فرد اس "رونقِ بزم" کو آخری سلام کر کے الوداع کرنے لگا، اور آپ بغیر کسی گھبراہٹ اور پریشانی کے اہلِ خانہ کے ہر ہر فرد پر دستِ شفقت رکھ کے ان کو دُعائے خیر کے ساتھ ہمیشہ کے لیے رخصت فرمانے لگے جیسے ان کو کچھ دنوں کے لیے چھوڑ کر کہیں قریب ہی تشریف لے جا رہے ہوں، یہی ایک ولیِ کامل کی نشانی ہے کہ اس "وصالِ دوست" کی راہ میں دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا تعلق بھی اس کے لیے سنگِ راہ نہ بنے، اور محبوبِ حقیقی کی طرف ایسا جذبِ کامل ہو کہ دُنیا کی سب سے محبوب ترشئی بھی اس وقت دامن کشاں نہ ہو سکے ؎

دو عالم کو بھلا دیں کیوں نہ اخترؔ
کہ اس کی یاد سے معمور ہے دل!

اس ولیِ کامل کے ان آخری لمحوں میں اسی "جذبِ کامل" کا ایسا ظہور تھا کہ بعض جگری

Marfat.com

دوستوں اور جگر کے ٹکڑوں نے دوبارہ ملاقات کرنی چاہی تو شوق" تھا۔ یارہ میں بے قرار اس پیکرِ اُلفت نے یہ فرما کر ملنے سے انکار کر دیا کہ اب فقیر کے پاس زیادہ وقت نہیں، اس دُنیا میں رہنے کا تھوڑا سا وقت اور باقی ہے وہ اب عبادت میں بسر ہو گا۔ پھر فرمایا کہ ہم نے مغرب کی نماز ادا کر لی ہے یا نہیں ـــــ عرض کیا کہ آپ نے جماعت سے ادا فرمائی تھی، لیکن استغراق کے باعث پورے ارکان ادا نہیں ہو سکے، فرمایا، اچھا دیکھو کوئی نماز سے رہ گیا ہو تو اس کو بلالو تاکہ پھر جماعت سے نماز ادا ہو جائے ـــــ اللہ اکبر! آخری وقت میں بھی کیا پاسِ شریعت ہے کہ "نماز کو" جماعت کے ساتھ ادا فرمانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے ؎

جیتے جی ان کی اولوالعزمی و ہمت نہ گئی
لاغری میں بھی تو ایمان کی قوت نہ گئی
ضعف بے حد تھا مگر کوئی عبادت نہ گئی
زہد و تقویٰ نہ گیا ان کی ریاضت نہ گئی!

اخیر میں اکلوتے بیٹے شاہ محمد محمودؒ نے اپنے شفیق باپ اور رحیم و کریم مرشد کو سلام وداع کرتے ہوئے فرطِ حُزن و الم سے اپنا سر آپ کے زانو پر رکھ دیا، آپ نے سر کو اپنے آغوش میں لے لیا اور فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ تمہاری تکمیل نہیں ہوئی، نہیں نہیں! بفضلہٖ تعالیٰ تمہاری تکمیل ہو گئی، ہاں قادریہ اور چشتیہ کی جن نسبتوں کا ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا وہ اب پہنچاتا ہوں، اب پہنچاتا ہوں، اب پہنچاتا ہوں۔ چنانچہ انتہائی ضعف کے باوجود اسی وقت نسبتیں پہنچائیں اور تین مرتبہ فرمایا "پہنچادی" ـــــ پھر غم سے نڈھال، محزون و مغموم بیٹے نے معافی طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ جیسی حضرت کی معرفت ہونی چاہیئے اور جیسا ادب کا تقاضا تھا وہ مجھ سے پُورا نہ ہو سکا اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں ـــــ آپ نے فرمایا نہیں! تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ـــــ اور اس سے قبل یہ بھی فرمایا تھا کہ باپ اور بیٹے کی اس جگہ پر ہوتے ہوئے جیسا کہ تم نے فقیر کا ادب کیا ہے وہ بہت مشکل تھا خیر! کوئی غلطی ہوئی ہو تو فقیر نے اور فقیر کے اللہ نے معاف کیا۔ فقیر تم سے خوش ہے۔ اس کے بعد اپنے برادر نسبتی جناب فخر الدین صاحب اور ان کے صاحبزادے حکیم احمد حسین

صاحب جنہوں نے آخری وقت میں حضرت کی بڑی خدمت کی تھی ان کو کلمات وداعیہ کے ساتھ رخصت فرمایا ——— باہر کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ "درِ میخانہ" وا ہوتے ہی ہجومِ عاشقاں ساقی میکدہ کے ہاتھوں شرابِ معرفت اور "مئے دیدار" کے چھلکتے ہوئے پیمانوں سے آخری بار اپنے "کام و دہن" کو لذت یاب کرنے کے لیے بیتابانہ دوڑ پڑے۔

ان غمگساروں میں مولانا مشرف احمد صاحب[1] بھی موجود تھے، جو اس گلشنِ معرفت کی ویرانی اس "ماہتابِ ولایت" کی ماند ہوتی "چاندنی" اس پیکرِ نوری کی ٹمٹماتی ہوئی ضوئے زندگانی کو دیکھ کر بے اختیار رو دیئے، قدموں کو پکڑ لیا اور ہچکیاں بندگئیں، انجمن عرفان کے اس چراغِ سحر نے اپنے اس پروانہ کو گلے سے لگا لیا اور تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا ماشاء اللہ آپ کے والد موجود ہیں، حضرت شاہ محمد محمود صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان کو بھی اپنا

---

[1] حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے جو اپنی ذات میں علومِ عقلیہ و نقلیہ کے ایک خزینہ اور علومِ ظاہری و باطنی کے ایک گنجینہ ہیں۔ حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل ہے اور آپ ہی سے باطنی تربیت پائی ہے مئی ۱۹۶۰ء میں اپنے والدِ ماجد مفتیِ اعظم سے خلافت نامہ حاصل ہوا جس میں شاہی مسجد فتحپوری کی امامت، خانقاہ مسعودی کی جانشینی اور افتاء کی تمام ذمہ داریاں آپ کو تفویض کی گئیں اور الحمد للہ آج بھی آلور کے درویش خدامست کا فیض مولٰنا مشرف صاحب کی صورت میں علم و عرفان کی نکہتوں سے نہ صرف دہلی بلکہ پورے ہندوستان کے اربابِ ذوق کے مشامِ جان معطر کیے ہوتے ہیں۔ خانقاہ مسعودی آپ کے دم سے آباد، منصبِ امامت شاہی اور افتاء نویسی آپ کے وجود سے شاد ہے۔ علمائے ہند میں آپ کا بڑا مقام ہے، بڑے بڑے علماء و مشائخ آپ کی تبحرِ علمی کے معترف ہیں چنانچہ خانوادۂ مجددیہ کے چشم و چراغ سندھ کے معروف و مشہور عارف، عالم اور پیر حضرت مولانا ہاشم جان صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈو سائیں داد) سے ایک دفعہ آپ کی چاند کی شہادت کے بارے میں گفتگو ہوئی جس سے پیر صاحب بہت متاثر ہوئے اور میرے والدِ گرامی حضرت شاہ محمد محمود سے آپ کی لیاقتِ علمی کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کہ "ماشاء اللہ! مولانا بڑے زبردست عالم ہیں اور گفتگو بڑی وزنی فرماتے ہیں" — (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

"اخی المعظم" سمجھنا ـــــ

مولینا مظفر احمد صاحب جو اس وقت وہاں موجود نہیں تھے ان کے لیے یہ نصیحت فرمائی کہ وہ ہر روز اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کے مراقب ہوا کریں۔ پھر حضرت مولانا شاہ مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولینا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا کہ "فقیر کی آخری شب ہے، آج فقیر آپ سے رُخصت ہو رہا ہے ہمارا اور آپ کا جس طرح دُنیا میں ساتھ رہا، اللہ تعالیٰ جنت میں بھی ساتھ رکھے" ـــــ ان حضرات نے "قبولیتِ دُعا" کے وقت کو بھانپتے ہوتے دُعا کے لیے عرض کیا، آپ نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی اور اس کے بعد حکم دیا کہ کوئی قاری قرآنِ پاک کی تلاوت کرے، اور فرمایا کہ اچھی طرح ہمارے پیچھے تکیہ لگا دو تا کہ ہم قبلہ رو ہو کر پوری توجہ سے کلام اللہ کی سماعت سے لُطف اندوز ہو سکیں، حضرت قبلہ مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب نے تلاوت قرآنی شروع کی لیکن "فراقِ دوست" میں پڑنے کا یارا نہ رہا، اشکوں کے طوفان پلکوں پہ چھا گئے، سکون و قرار کا ساگر حزن و غم کی تلاطم خیز موجوں سے زیر و زبر ہونے لگا، آخر حضرت مولانا مشرف احمد صاحب کو حکم ہوا اور انہوں نے بڑی ہمت سے سورۃ یاسین کی انتہائی دِل گداز لہجہ میں تلاوت شروع کی ـــــ اِس درد بھری آخری محفل میں فیضانِ ولایت اور قرآن کی اثر آفرینی سے مکمل سکوت طاری ہو ہو گیا، دماغوں پر عجیب سا کیف و سرور خمار بن کے چھا گیا، اور دِلوں کو "ذوقِ مخاطبتِ محبوب" سے ایک وجد سا آ گیا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس "پروردۂ ناز" سے بہت محبت تھی اور یہ بھی اپنے مُرشد کریم سے والہانہ عقیدت و اُلفت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت کی بیماری کی خبر سُنی تو سب کچھ چھوڑ کے آگئے اور ایک مہینہ تک مسلسل خدمت میں مصروف رہے، حتیٰ کہ حضرت کی وفات تک یہ سعادت حاصل کرتے رہے اور آخر میں رضلتے مرشد کی خلعتِ فاخرانہ سے سرفراز ہوتے ـــــ ابوالخیر

لہ حضرت مفتی اعظم کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، آپ کا کچھ تذکرہ پہلے اوراق میں گذر چکا ہے ـــــ ابوالخیر

Marfat.com

دریا کے جوش رُک گئے طوفاں تھم گیا !
جو تھا، جہاں اسی جا پہ جم گیا !

"سورہ یاسین" شریف کے بعد سورۃ نور، سورۃ رعد، سورہ زلزال کی تلاوت کا حکم دیا اور اس عالمِ ضعف و ناتوانی میں ایک ہی نشست پہ حالت محویت اور استغراق میں تمام سورتوں کی آپ نے سماعت فرمائی عشاء کی نماز کا وقت ہوگیا، زندگی کی یہ آخری فرض عبادت جسے ادا کرنے کے لیے آپ اپنے رفقاء کے ہمراہ کھڑے ہوگئے، جماعت کے ساتھ اس آخری عبادت کو بھی الوداع کہا اور تمام حاضرین کو رخصت فرما کر دروازہ بند کرنے کا حکم دے دیا، پھر اس خلوت و تنہائی میں جلوۂ جاناں کی رنگینیاں تھیں "انتظارِ وصلِ یار" کی بے تابیاں اور شوقِ لقائے محبوب کی بے قراریاں تھیں۔

لقائے محبوب

تمام عمر شوقِ لقائے محبوب میں انگاروں پہ لوٹ کے بسر کی، حیات دنیوی کی طویل مسافت "آرزوئے وصلِ یار" میں تڑپ تڑپ کے طے کی۔ پوری زندگی ایک محبوب دل آرام کی یاد اور انتظار میں بے قرار گزاری، ؎

میری زندگی تیری یاد میں یوں ہی بیقرار گزر گئی
تیری انتظار میں عمر بھر سرِ رہ گذار گزر گئی

آج جب اسی محبوب کا بلاوہ آگیا اور اسی "شبِ وصالِ دوست" اور "لقائے محبوب" کی خوشخبری کانوں نے سُنی تو انتظارِ شوق کی آنچ اور تیز ہوگئی، آرزوؤں کی دل میں دبی ہوئی چنگاریاں شعلوں کا رُوپ دھار گئیں، اب اس "ہجر کے مارے" سے فراق کی یہ چند گھڑیاں بھی گذارنی دو بھر ہوگئیں ؎

نا اُمیدی میں بسر ہوتی تو مل جاتا سکون !
آسرا دے کر کوئی چھُپ اور تڑپاتا رہا !

آخر محبوب و مُحب کے درمیان حائل "چند لمحے" برسوں کا وقت بن کر کسی نہ کسی طرح گزر گئے۔ مسافتیں سمٹ گئیں اور "لقائے محبوب" کی وہ ساعتِ دل نواز آپہنچی جس کا مُدت سے انتظار تھا ـــــــ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ کی رات کا پچھلا پہر تھا، تاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں سارا عالم محوِ خواب ہے لیکن یہ عاشقِ زار اور محبِ بے قرار اپنی بے چین تمناؤں اور بے قرار آرزوؤں

کی تسکین کے لیے "قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ" کے بموجب "نمازِ تہجد" کی تیاریوں میں مصروف ہے، لیکن قدرت کو آج عارضی سکون و اطمینان کے بجائے اپنے اس دوست اور دل کو "وصال" کی حقیقی اور ابدی راحت و مسرت سے نوازنا مقصود ہے، لہٰذا جب وہ استنجے اور تیمم سے فارغ ہو کر قبلہ رُو بیٹھتا ہے اور نمازِ تہجد میں "قربِ حق" کی لذتوں کو حاصل کرنے کا ارادہ ہی کرتا ہے کہ فرشتۂ اجل حکمِ خداوندی پاکر دوڑتا ہے اور ٹھیک دو بج کر ۱۵ منٹ پر جسدِ خاکی کے کثیف پیراہن ہٹاکر "رُوح" کو آزاد کر دیتا ہے، اور کچھ دیر پہلے اللہ اللہ کہہ کر قلب و زبان جس کو پکار رہے تھے اب "رُوح" اسی محبوب "اللہ" کی طرف جھومتی ہوئی پرواز کرنے لگتی ہے اور قربِ حقیقی و معیتِ الٰہی کی پُربہار ابدی لذتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

دردِ فرقت کی خلش وابستۂ انفاس تھی
مدعا تے زندگانی مر کے حاصل ہو گیا

بیشک اس کو تو "مدعا تے زندگانی حاصل ہو گیا" اس کی برسوں کی اُمید تو برآگئی، لیکن اس کے پرستاروں اور جانبازوں کی آج اُمیدوں کی دُنیا لٹ گئی۔

ان کی آرزوؤں کی کائنات آج اُجڑ کے رہ گئی، آہ! آج اس کشتیِ معرفت کا ناخدا

ان آشفتہ حالوں کو بحرِ ظلمات میں تنہا چھوڑ کے چل بسا ——————

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ——————

دِل کی سُننے والو آنا — میری کہانی سُنتے جانا
درد بھرا ہے ایسا فسانہ — عمر میں رو رو جان گنوانا

غوثِ وقت و قطبِ زمانہ
ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

رکنِ دین و رکنِ ایماں — مشعلِ وحدت شمعِ عرفاں
روحِ قالب جانِ بے جاں — وقت کے اپنے عیسیٰ دوراں
شاہِ ولایت شب از خانہ — ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

Marfat.com

تکفین وتدفین

اس ولی کا غسل بھی بڑے بڑے اولیا، علما، صلحا، اور حفاظ کے ہاتھوں انجام پایا۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد محمود صاحب مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب، حضرت مولینا حافظ قاری محمد مشرف احمد صاحب دہلوی، حافظ محمد منظور احمد صاحب اور ٹھیکیدار اسماعیل صاحب کے علاوہ حکیم احمد حسین صاحب کو اس سعادت میں حصہ وافر حاصل ہوا ــــ صلحاء و اتقیاء کے ہاتھوں تجہیز و تکفین کا کام انجام کو پہنچا اور اب اس عاشق کا جنازہ بڑی دھوم سے اپنی اصلی منزل کی طرف روانہ ہوا ؎

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

رحمت کی گھنگھور گھٹاؤں تلے، انوارِ الٰہی کی موسلا دھار بارش میں "نور" کی چادر میں لپٹا ہوا یہ "وارفتۂ محبت" ملک کے اطراف و جوانب سے آتے ہوتے لاکھوں عشاق کے کاندھوں پہ چڑھا، امتحانِ عشق میں کامیابی کا جشن مناتا ہوا، لبِ گور پہنچ گیا ؎

صد شکر کہ آپہنچا لبِ گور جنازہ!

لو بحرِ محبت کا کنارہ نظر آیا!

یہاں پہنچ کر وسیع میدان میں حضرت مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر حکیم احمد حسین صاحب سمیت چند محبین نے قبر میں اُتر کر اس گوشۂ عافیت اور پرسکون کنجِ عزلت میں اس کو ابدی راستراحت کے لیے آرام سے لٹا دیا،

مزارِ گوہر بار

وصال کے بعد مزار مبارک کے لیے زمین کی تلاش ہوئی چنانچہ قوم میوات کے جمعہ نامی ایک شخص سے سٹیشن کے قریب قیمتاً ایک وسیع قطعہ خرید اگیا، اور وہاں مزار شریف کی خوبصورت تعمیر ہوئی۔ تعمیر کے بعد اس کی سامنے والی دیوار پر حکیم احمد حسین صاحب جو خطاطی اور خوشنویسی میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی ہیں، اپنی ماہرانہ اور دلبرانہ خطاطی کے ذریعہ تین چار مہینہ کی مسلسل مشق کے بعد تقریباً ۲،۱ انچ موٹے الفاظ کے ساتھ یہ عبارت سیمنٹ کے ساتھ کندہ کی۔ کہ "مزارِ پرانوار" ــــ حضرت مولینا رکن الدین شاہ صاحب نقشبندی، مجددی، قادری، چشتی اتنی دلکش تحریر تھی کہ ریل میں بیٹھے ہوتے مسافر جب اس کا نظارہ کرتے ہوتے گزرتے تھے تو "جمالِ حروف" کی سحر طرازیوں میں کھو کے رہ جاتے تھے۔

Marfat.com

مفتئ اعظم حضرت قبلہ امام صاحب نے جب پہلی بار دیکھا تو پھڑک اُٹھے اور دریافت کیا کہ اس قدر حسین خط کس کا ہے؟ جب حکیم صاحب کے متعلق بتایا گیا تو آپ نے بڑی داد دی اور ان کی بہت تعریف فرمائی۔

۱۹۴۷ء کو جب انور مسلمانوں سے خالی ہو گیا تو کفار کو اپنے دِل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ مل گیا، ان کے دھرم لوٹنے والے اس "ولی" سے بعد مرگ انہوں نے یہ انتقام لیا کہ آپ کا عظیم الشان مزار مبارک شہید کر دیا گیا۔

اب وہ مٹا رہے ہیں نشانِ مزار بھی

اگرچہ بالائی منزل اور گنبد وغیرہ سب ختم ہو گئے لیکن اصل مزار مبارک جو تہہ خانہ میں نیچے بنایا گیا ہے الحمدللہ اپنی اصلی حالت میں بدستور قائم رہا، —— حضرت کے نام لیوا اس وقت بھی لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں موجود تھے، جن کو مزار شریف کی درستی اور دوبارہ تعمیر کی فکر لاحق ہو گئی —— خود حضرت قبلہ مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب کو اپنے اس مُربّی اور محسن کی یادگار کا کتنا خیال تھا، اس کا اندازہ آپ کے ان مکتوبات سے ہوتا ہے جن میں آپ نے وقتاً فوقتاً مختلف تجاویز اور خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"میری تو مدت سے یہی خواہش ہے کہ مزار شریف درست ہو جاتے لیکن علالت اجازت نہیں دیتی، ٹانگیں اس قابل نہیں رہیں کہ کچھ دور بھی مسافت طے کر سکیں، ناچار اب یہ خیال کیا ہے کہ مولوی مشرف کو بھیجوں، لیکن اس زمانہ میں وہ بھی علیل ہیں —— ان کو افاقہ ہو جائے تو انہی کو روانہ کرتا ہوں، مگر وہاں کوئی ایسا نہیں جو ان کو مدد دے سکے اس لیے اس میں بھی متردد ہوں؛ کوشش کروں گا کوئی نہ کوئی صُورت نکل ہی آئے گی۔" [۱]

ایک اور نامہ والا میں اس کی تعمیر کی خبر پر مسرت کا اظہار کرتے ہوتے فرماتے ہیں۔

"اس کے قبل کے خط میں مزار شریف کے متعلق کچھ تحریر کیا جا چکا ہے

---

[۱] محمد مظہر اللہ شاہ: مکتوب گرامی بنام شاہ محمد محمود صاحب حیدر، محررہ ۱۶ اپریل ۱۹۵۱ء

Marfat.com

لیکن میری کوشش کو معلوم کر کے جمعیۃ نے اس میں ہاتھ ڈال دیا اور مسجد و مدرسہ کی بنیاد ڈال دی اور اس کے لیئے چندہ کا اعلان کر دیا۔ میں ابھی شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں کہ یہاں شبیر حسین کا خط موصول ہوا جس سے نہایت درجہ خوشی ہوئی جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔[1]

لیکن افسوس یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی اور حضرت قبلہ مفتی صاحب نے اپنے ایک "نامہ حزن" میں اس پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے تحریر فرمایا

"میں اتنا ضرور چاہتا تھا کہ مزار شریف کو بہتر حالت میں دیکھتا لیکن آپکی خوارشِ عُرس نے اس سے بھی محروم رکھا۔ میاں بشیر کو ان کی ناراضگی اور اس تحریک سے دست بردار ہونے کے اظہار پر ضرور ان کو لکھا تھا کہ تمہاری کوشش قابلِ تحسین ہے اس سے تم کو دست بردار نہ ہونا چاہیئے جب اس طرف قدم رکھا ہے تو ہٹانے کی ضرورت نہیں ———— چنانچہ میں نے حتی الامکان اس کا انتظار کر کے خلیفہ صاحب اور مولوی شرف احمد سلمہٗ کو بھیج دیا تھا مگر افسوس کہ وہ بھی ناکامیاب آئے۔[2]

لوحِ محفوظ میں یہ سعادت کسی اور کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی، چنانچہ احمد آباد اور جھالاواڑ کے بہت سے مخلصین جن میں عثمان بھائی احمد آباد، اور بشیر احمد جھالاواڑی قابلِ ذکر ہیں انہوں نے مزارِ پُرانوار کی ۱۹۶۲ء میں دوبارہ تعمیر کر کے کفار کے سینوں پر پھر ایک پہاڑ کھڑا کر دیا اور الحمدللہ آج بھی جبکہ ظلمتکدۂ آلور میں ہر سو کفر و شرک کا گھٹا ٹوپ اندھیر چھایا ہوا ہے وہاں اگر کوئی "مہبطِ انوار و تجلیات" ہے تو وہ صرف اسی درویش کی "مرقدِ پُرانوار" اور "مزارِ گہربار" ہے جہاں صبح و شام رحمت و مغفرت اور انس و محبت کے خزانے لٹ رہے ہیں ؎

آ چشمِ آرزو کہ گہر بار یہاں تو دیکھ! لٹتے ہیں صبح و شام خزانے نئے نئے

---

[1] محمد مظہر اللہ شاہ: مکتوب گرامی بنام شاہ محمد محمود صاحب حیدرآباد محررہ ۳۰ مئی ۱۹۵۱ء

[2] محمد مظہر اللہ شاہ: مکتوب گرامی بنام شاہ محمد محمود صاحب حیدرآباد محررہ، ۳۰ مئی ۱۹۵۱ء

Marfat.com

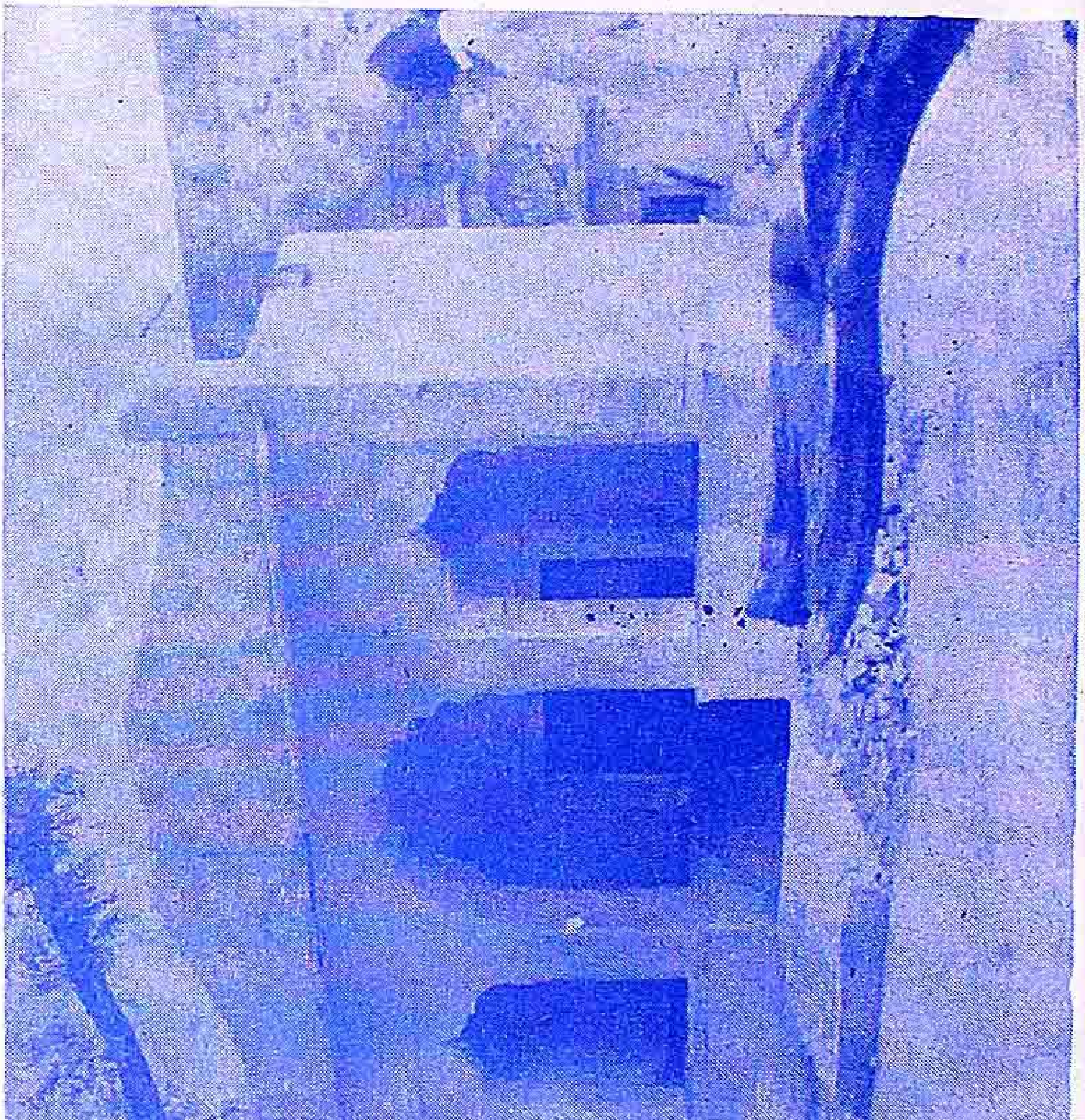

مسیحلتے وقت حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کی مرقدِ انور کا ایک کیف آور اور دلکش نظارہ ،

Marfat.com

حضرت شاہ رکن الدین ؒ کے مزارِ گہر بار سے ملحقہ مسجد کا ایک عقبی منظر

Marfat.com

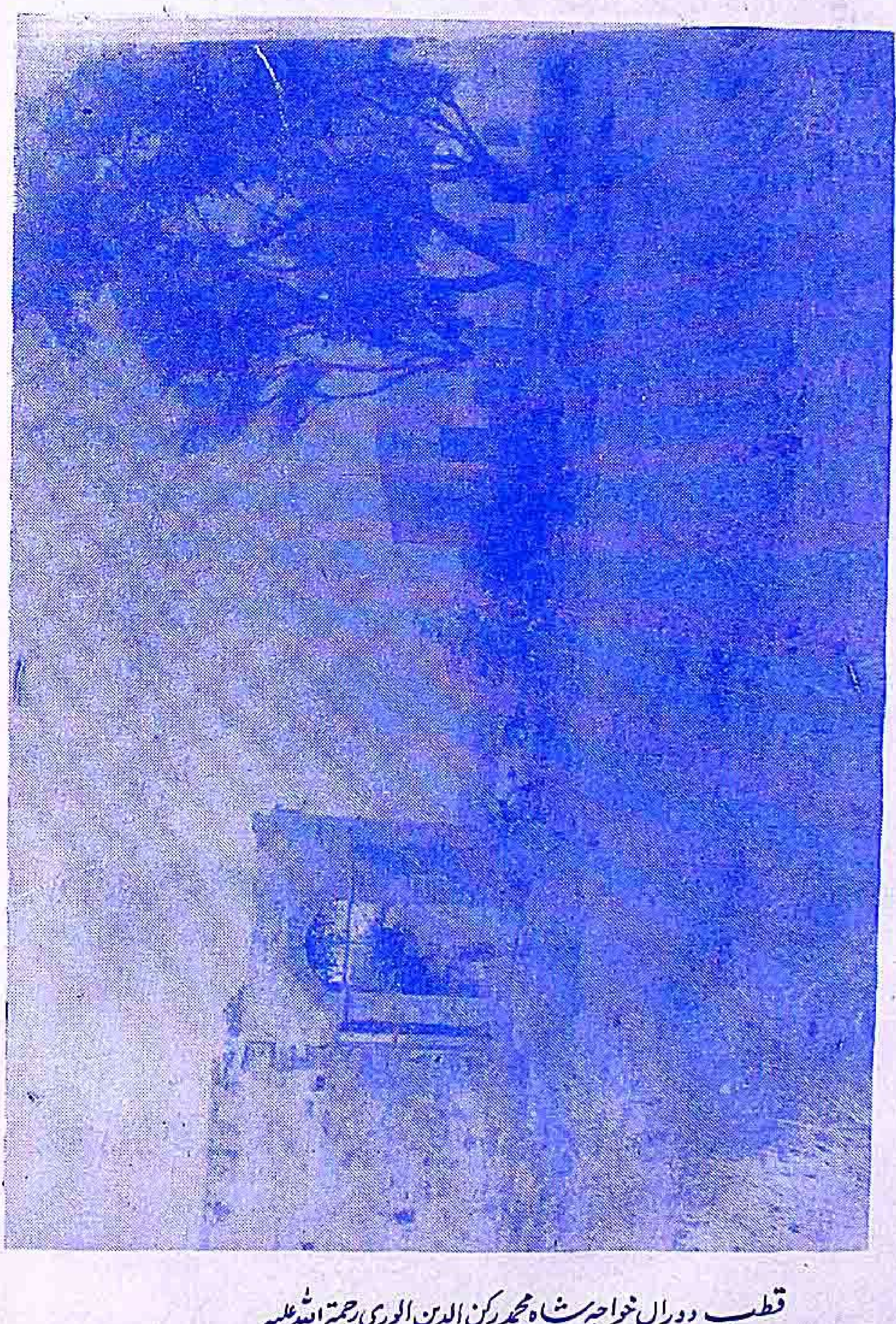

قطبِ دوراں خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ
کے مزارِ گہربار اور مسجد کا ایک رُوح پرور منظر

Marfat.com

مناقب

"میرِ محفل" کی جدائیگی میں "یارانِ محفل" کا کیا حال ہوا ہوگا وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ہر شخص آشفتہ حال، اداس، سوگوار، محزون و بے قرار نظر آتا تھا اور اپنے اپنے انداز میں حُزن و الم کا اظہار کر رہا تھا علماء نے اپنے انداز میں اظہارِ تاسف کیا تو شاعر نے اپنے انداز میں جذبات کو الفاظ کا غمگین لباس پہنایا، شعراء اور ادباء نے اپنے مخصوص طرز میں اپنے زخمی دل کی کہانی سنائی لیکن افسوس ان قیمتی جذبات و احساسات، اور نادر قلمی نگارشات سے ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ دار و گیر نے ہم کو ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا

اس الم انگیز اور حُزن خیز سانحہ پر چند شعراء کے قلمی واردات کو جناب حکیم امجد امین صاحب نے قیدِ تحریر میں لے لیا تھا، اور اس کو وہ اپنے ہمراہ پاکستان لے آئے، یہ ہماری فیروز بختی اور قسمت کی ارجمندی ہے کہ اُن چند نگارشات سے ہمیں بھی متمتع ہونے کا موقعہ مل گیا لہٰذا حکیم صاحب قبلہ کے شکریہ کے ساتھ چند خاص خاص مرثیے اور مناقب ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں

(۱)

مرثیہ ——— حکیم محمّد محمود خاں صاحب

قصہ درد و الم رقم کرتا ہوں! چاک سینہ ترا اسے نوک قلم کرتا ہوں
رخصت اے ضبط کہ اظہارِ الم کرتا ہوں الوداع صبر کہ اب نوحہ غم کرتا ہوں

صفحہ ہستی پہ پھیلی ہے سیاہی کیسی!
آ گئی آگئی سر اپنے تباہی کیسی!

آہ اڑتی ہوئی کیوں نالہ کناں آتی ہیں آہ کرتی ہوئی کیوں شور و فغاں آتی ہیں
آہ کس واسطے یہ نوحہ کناں آتی ہیں آہ بلبلیں کیوں مرثیہ خواں آتی ہیں

یہ چیخ کر کہتی ہیں اے باغباں کیا سوتا ہے
آج گلشن ترا پامالِ خزاں ہوتا ہے

غمزدہ پایا اسے اُس کو ہراساں دیکھا جس کو دیکھا اسے صد چاک گریباں دیکھا
جس طرف اُٹھی نظر یاس کا ساماں دیکھا نگہ جس پر بھی پڑی اس کو بھی گریاں دیکھا

Marfat.com

کیا کسی قوم کا سردار ہوا ہے رخصت
کیا کسی رہبر و مرشد کی ہوئی ہے رخصت

کوئی کہتا ہے کہ اب جینے کا یارا نہ رہا | کوئی کہتا ہے کہ اب کوئی بھی چارا نہ رہا
کوئی کہتا ہے کہ وہ اپنا پیارا نہ رہا | کوئی کہتا ہے کہ لو کوئی ہمارا نہ رہا

کس لیے عام زمانے پہ الم ہے چھایا
سر سے کیا عارف الور کا اُٹھا ہے سایا

رویا مجنوں کہ وہ صاحبِ محمل نہ رہا | چیخ اٹھی بزم کہ وہ رونقِ محفل نہ رہا
اب بھی سمجھا کہ نہیں فاضل و عامل نہ رہا | اب بھی جانا کہ نہیں عارف و کامل نہ رہا

کون وہ شاہِ ولایت ہوئے رخصت ہے ہے
کون وہ خضرِ طریقت ہوئے رخصت ہے ہے

"دین کے رکن" شریعت کے فدائی ہے ہے | ہو گئی ان سے غلاموں کی جدائی ہے ہے
کس قدر جلد قضا آپ کی آئی ہے ہے | لٹکتے لٹکتے، دیں کس کی دہائی ہے ہے

داغِ دل کا کسے اب جا کے دکھائیں یارب
قصّہ درد کسے رو کے سنائیں یارب

شکوہ لب سے نہ زباں سے گلہ کرتے تھے | جو جفا کرتا تھا بدلہ میں وفا کرتے تھے
حق میں دشمن کے بھی وہ دل سے دعا کرتے تھے | گھر میں بیٹھے ہوئے عالم کا بھلا کرتے تھے

اُٹھ گیا اُٹھ گیا دنیا سے رفیقِ عالم
چل دیا چل دیا جنت کو شفیقِ عالم

جیتے جی ان کی اولوالعزمی و ہمت نہ گئی | لاغری میں بھی تو ایماں کی قوت نہ گئی !
ضعف بےحد تھا مگر کوئی عبادت نہ گئی | زہد و تقویٰ نہ گیا ان کی ریاضت نہ گئی

کام اوقات مقررہ پہ ادا کرتے تھے
درس و تدریس میں مشغول رہا کرتے تھے

خلق وافر نے رقیبوں کو بھی مہمان کیا ! | ڈال دی جس پہ نظر صاحبِ ایمان کیا

Marfat.com

زندگی بھر یہی ہر لحظہ ہر آن کیا ۔ اس کو مومن کیا اور اس کو مسلمان کیا

غیر آباد مساجد کو نہ ویراں چھوڑا

لاکھ اغیار مخالف ہوں سر کو چھوڑا

ان کے اوصافِ حمیدہ کا بیاں مشکل ہے ۔ ان کے اخلاقِ جمیلہ کا بیاں مشکل ہے

ان کے احسانِ جلیلہ کا بیاں مشکل ہے ۔ ان کے اذکارِ طویلہ کا بیاں مشکل ہے

جنکے اوصاف ہوں لاکھوں اسے کیا کیا کہیئے

مختصر یہ کہ یکتائے زمانہ کہیئے

مرشد ایسے بھی قسمت سے ملا کرتے ہیں ۔ پیر ایسے کہیں آسان ملا کرتے ہیں

رنج و غم جتنا ہو محشر وہ تم کو کم ہے

ان کی رحلت کا تو افلاک و زمیں کو غم ہے

(۲)

منقبت — از شبیر حسین اختر

کل تلک اوج پہ مقدر تھا ۔ درِ اقدس تھا اور اختر تھا

پیرِ روشن ضمیر کا دیدار ۔ چشمِ مشتاق کو میسر تھا

باریابی تھی ان کی خدمت میں ۔ تھے قدم شیخ کے میرا سر تھا

فخر اپنی نیاز مندی پر ۔ ناز ان کی نوازشوں پر تھا

"رکنِ دین" کا غلام کہلا کر ۔ اپنی قسمت کا میں سکندر تھا

مہ عرفاں کی ضیا پاشی ۔ نورِ عرفاں سے دل منور تھا

سیر چشمی کا کیا کہوں عالم ۔ میں تہی دست بھی تونگر تھا

(۳)

قطعہ ——— از حکیم محمد محمود صاحب

رکنِ دیں آپ کی تبلیغ سے الور بھر میں
نورِ ایماں سے ہر شخص کا چہرا چمکا

رہبری سے تری گمراہ بھی رہِ حق پر آ کر
کوئی کعبہ گیا اور کوئی مدینے پہنچا

وقت کا غوث زمانہ کا قطب مان لیا
جس نے بھی تم کو ذرا غور سے سوچا سمجھا

(۴)

قطعہ ——— از حکیم محمد محمود صاحب

غیر کیا جانتا ہے کیا تجھے پہچانتا ہے
جو ادا تیری ہے دلبر میرا جی جانتا ہے

آپ خود آتے ہو باہر کہ آؤں اندر!
دل ہے بےچین بہت زیارت کو نہیں مانتا ہے

(۵)

منقبت ——— از حکیم محمد محمود

دل کی سننے والے آنا
میری کہانی سنتے جانا

درد بھرا ہے ایسا فسانہ
ہجر میں درد جاں گنوانا

غوثِ وقت و قطبِ زمانہ
ہو گئے خلدِ بریں کو روانہ

رہبر و رہرو راہِ شریعت
ہادیٔ دین و خضرِ طریقت

Marfat.com

واقفِ رمز و بیّن حقیقت — آخری دم بھی کر کے نصیحت
عالم و کامل زیرک و دانا — ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

بھولی صُورت اچھی سیرت — پاک طبیعت پاک ہی طینت
شرم و حیا تھی خاص ہی عادت — شیوہ شکر و صبر و قناعت
شان تھی جن کی شاہانہ — ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

رکنِ دین و رکنِ ایماں ! — مشعلِ وحدت شمعِ عرفاں
روحِ قالب جانِ بے جاں — وقت کے اپنے عیسیٰ دوراں
شاہِ ولایت شب ارخانہ — ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

وقتِ تہجد سر کو جُھکا کر — بندگی اپنے رب کی ادا کر
مرتے ہیں حق پہ یہ جتلا کر — رب سے دُعا کی ہاتھ اُٹھا کر
خُلد کا حاصل کر پروانہ — ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

اپنے غیر کا وصیاں جو آیا ! — بہرِ ہدایت سب کو بُلایا !
لُطف سے آگے اپنے بٹھایا — حالِ رحلت صاف سنایا
چھوڑ کے وہ خالی کاشانہ — ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

ہاں کفر شکن نام تھا جن کا — توحید سکھانا کام تھا جن کا
خاص یہی انعام تھا جن کا — خوانِ وحدتِ عام تھا جن کا
سب سے ہو کر بیگانہ — ہو گئے خُلدِ بریں کو روانہ

Marfat.com

حال سے اپنے قال سے اپنے — قول سے اور اقوال سے اپنے
فعل سے اور افعال سے اپنے — بتلا گئے چل کر حال سے اپنے
یہ ہے جیتے جی مر جانا — ہو گئے خلد بریں کو روانہ

دل میں ہے گرچہ صادق نسبت — بعد میں کر لے حاصل قربت
ہجر میں آئے لطف وصلت — محمود یہی ہے شرط الفت
غم میں رو رو مر جانا — ہو گئے خلد بریں کو روانہ

(۶)

منقبت ——— از شبیر حسین اختر

رخ سے پردہ ذرا ہٹا دو تم — شکل زیبا ہمیں دکھا دو تم
سوز فرقت سے جل رہا ہے دل — آج دل کی لگی بجھا دو تم
بات سننے کو دل تڑپتا ہے — اپنی آواز ہی سنا دو تم
درد دل کے تمہیں ہو چارہ ساز — زخم دل کی کوئی دوا دو تم
ہو جہاں وصل طالب و مطلوب — اس جگہ کا پتہ بتا دو تم
دشت الفت کے ہم ہیں آوارہ — خضر بن کر ہو راہ پر لگا دو تم

(۷)

خادم در کو شہا فخر سلامی نہ رہا — اک تو کیا نہ رہا لطف غلامی نہ رہا
روئے انور سے ہی کرتی تھیں آنکھیں روشن — چشم ظاہر کو وہ دیدار مدامی نہ رہا
بچ نہیں سکتا کوئی ہاتھ قضا کے ہاتھوں — حیف صد حیف میرا مرشد نامی نہ رہا
نام لیوا کہاں آپ کہاں اے حضرت — فیض صحبت مجھے حاصل وہ دوامی نہ رہا

Marfat.com

بھولے بھٹکوں کو رہِ حق پر لگانے والا ・ رہبری کے لیے وہ خضرِ مقامی نہ رہا

رکنِ دیں رکنِ جہاں مرشد پاکاں مدد ہے
قبلۂ دیں مدد ہے کعبۂ ایماں مدد ہے

---

(۸)

چادر شریف ———— از فرحت

آتے تھے فاتحہ کو نیا گل کھلا چلے ・ پھولوں کے بدلہ قبر پہ دل کو چڑھا چلے
آتے نہ آتے رحم تمہیں اختیار ہے ・ ہم دردِ دل اپنا حضور کو سنا چلے
بھر دیتے جو ہیں سائلوں کی ریتی جھولیاں ・ کوئی کہے نہ در سے کہ خالی گدا چلے

---

(۹)

منقبت ———— از حکیم محمد محمود صاحب

نقاب روئے منور اٹھا لیا اس نے ・ نظر کو محوِ تجلی بنا دیا اس نے
عروجِ کفر تھا جس وقت سارے الور میں ・ خدا کے نام کا ڈنکا بجا دیا اس نے
صدائے کلمۂ توحید گوش گر کے ・ زمانہ سویا ہوا تھا جگا دیا اس نے
سنا سنا کے بھر کیفِ نغمۂ توحید ・ نوائے نے کو بھی وحدت نوا کیا اس نے
میں رو شناس نہ تھا اس نے روشناس کیا ・ پتہ نہ تھا مجھے جس کا بتا دیا اس نے
فنا و بقا کی حد دل سے گزار کر مجھ کو ・ حیات و موت کا مقصد بتا دیا اس نے
نبی کے روئے مصفے پر ڈالنے کے لیے ・ شعور دیدۂ نظر کو عطا کیا اس نے

Marfat.com

(۱۰)

منقبت ——— از فرحت

السلام اے مظہرِ نورِ خدا | السلام اے شاہدانی انا
السلام اے سترِ شانِ ایزدی | السلام اے رازدارِ احمدی
السلام اے زینتِ باغِ رسول | السلام اے رونقِ اصحابِ رسول
السلام اے آفتابِ قادری | السلام اے ماہتابِ الوری
السلام اے اصفیاء کے پیشوا | السلام اے اولیاء کے مقتدا
وارثِ تاج و سریرِ اولیاء | نقشبندی سہروردی چشتیا،
روحِ جاں خواجہ بہاء الدین توئی | نورِ جاں خواجہ معین الدین توئی
باعثِ آرامِ جاں خواجہ معین | رکنِ دین و رکنِ دین و رکنِ دین
مضطرب بیکل ہمیں چھوڑا یہاں | جا بسا یا آپ نے باغِ جناں
کس سے ہم جا کر کہیں غم کی کتھا | دردِ دل کس کو بتائیں برملا
المدد اے قطبِ دوراں المدد | المدد اے شاہِ شاہاں المدد

نامِ فرحت پر نہیں فرحت ذرا
تم نہیں فرحت کہاں سے ہو بھلا

تاریخِ وفات ——— محمود عالم نہاں وکیل باراں کوٹہ اسٹیٹ

وہ شیخِ وقت رکن الدین احمد | بصد جاں حامئ دینِ محمد
وہ یکسو ان تھا جو بس شریعت | بلے مصباحِ منہاجِ طریقت
اجل نے جب پیام ان کو سنایا | وہیں لبیک کہہ کر سر جھکایا
خیال اک دن ہوا یوں دل میں پیدا | خدا نے ان کو کیسا درجہ بخشا

Marfat.com

صدا اک ہاتفِ غیبی کی آئی ! "لَهُمۡ غُرَفٌ"[1] کی آیۃ پڑھ سنائی

سنِ رحلت کی جب کی فکر میں نے کہ سنہ تیرہ سو پچپن نکلیں جس سے

"لَهُمۡ غُرَفٌ"، کہ پھر ہاتف نے کہکر لگا دی مہرِ خاموشی دہن پر !

۱۳۵۵

ہزار حیف ز دنیا گزشت ناموری کہ نام اوست حلاوت فزائے کام و دہن

جناب شاہ شریعت پناہ رکن الدین معین دمحسن و مخدوم و مقتدائے زمن

بہرِ نفس بہ نظر داشت شکر و معروف رسید عمر بپایاں در اتباع سُنن !

ملک خصال و سرا پا خلوص و پیکرِ صدق جہاں مسخر و منقا داد بخلق حسن

وسیع دامن لطفش بہر کس و ناکس لفضلِ او متمتع ز دوست تا دشمن !

رداں نمود چناں بحرِ فیض در الور ز آبیاریِ او ایں خرابہ گشت چمن

ہنوز پرتوۂ نور او درخشاں است اگر بظلمت کفر است شمع دیں روشن !

چناں ز معتقداں رفت حضرت مخدوم کہ روح از تن زار و بہار از گلشن

برائے سالِ وفاتش ز فکر پرسیدم

ولی حق رضی اللہ عنہ، گفت بمن !

۱۳۵۵ھ

الباقیات الصالحات اس "ولی کامل" کے پس ماندہ لواحقین "والباقیات الصالحات" کا صحیح مصداق تھے، جن میں آپ کی زوجہ محترمہ جن کا اسمِ گرامی "محمودہ" تھا اپنے وقت کی "عارفہ" اور "عابدہ" تھیں، کیوں نہ ہو جن کو اعلیحضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل ہو جو اعلیحضرت اور خود حضرت صاحب کی صحبت کیمیا اثر کی فیض یافتہ ہوں وہ "ساغرِ عشق و عرفان" کی لذتوں سے بھلا کب نا آشنا رہ سکتی ہیں ———"

---

[1] ۲۳ پارہ سورہ زمر کی یہ آیت ہے: لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ○

Marfat.com

"شانِ معرفت" کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر میں "کلام" فرمایا کرتے تھے تو معرفت کی وہ اعلیٰ اعلیٰ باتیں دریافت کرتیں کہ حضرت صاحب جوش میں آجاتے تھے اور پھر رحمت و معرفت کی جھڑیوں سے محفل کا رنگ بدل جایا کرتا تھا، اور "ذوقِ عبادت" کی یہ کیفیت تھی کہ نمازِ فجر کے بعد ایک چادر میں مُنہ ڈھانپ کر مراقبہ اور دیگر اوراد و وظائف میں ایسی مشغول ہوتیں کہ پھر اشراق تک کسی کی طرف توجہ نہ فرماتیں، پھر اشراق کی نماز ادا فرما کر اُٹھتیں اور گھر کے کاموں میں مصروف ہو جاتیں — آپ کے وظائف میں دیگر "اوراد" کے علاوہ ہر روز بلاناغہ تلاوتِ قرآن پاک اور دلائل الخیرات شامل تھیں، شاید ایسی ہی باکمال عورتوں کے لیے عربی کا شاعر کہتا ہے ؎

ولو کان النساء کمن فقدنا

لفُضِّلت النساءُ علی الرجالِ

وما التانیثُ لاسم الشمس عیبٌ

ولا التذکیرُ فخرٌ للھلالِ[1]

آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مربی اور مامون مولانا فریدالدین صاحب کی صاحبزادی تھیں، یہ اسی علمی اور ادبی خاندان کا اثر تھا کہ آپ "علم و عرفان" کے ذوق سے اس قدر بہرہ ور تھیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ ولایت نے اس جوہرِ معرفت کو پہچانتے ہوئے فرمایا تھا کہ "یہ قطب ہے جس روز یہ نہیں رہے گی دیکھنا اِنقلاب برپا ہو جائے گا۔"

حضرت کی یہ پیشگوئی حرف بحرف صادق آئی اور راویوں کا بیان ہے کہ ۱۴ / رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۷ء جب اس "عارفہ اور ولی اللہ" کو قبر میں رکھ کے واپس گھر لوٹے تو یکدم فساد برپا ہو گیا ۱۹۴۷ء کے آتش فشاں فسادات قرب و جوار کے دیہاتوں کو خاکستر

---

[1] ترجمہ - جن عورتوں کو ہم نے کھو دیا اگر سب عورتیں ایسی ہوتیں تو عورتوں کو مردوں پر فضیلت حاصل ہوتی (دوسرے شعر کا ترجمہ) تانیث عورتوں کے لیے اسی طرح شرم کا باعث نہیں ہوتی جس طرح اسم "شمس" کے لیے تانیث کوئی باعث عار نہیں (عربی میں "شمس" کا لفظ مؤنث مستعمل ہوتا ہے یہ اسی طرف اشارہ ہے) اور مردوں کے لیے تذکیر کوئی قابلِ فخر بات نہ ہوتی جس طرح "ہلال" کے لیے تذکیر کوئی قابلِ فخر نہیں ہے۔"

Marfat.com

کرتے ہوئے شہر الور میں پہنچ گئے، اور کافروں کے حملوں کی آوازوں نے دِلوں کے اطمینان، اور شہر کے امن و امان کو تہہ و بالا کر دیا۔

جب اٹھائی لاش اک عالم تہہ و بالا ہوا
لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسی گردوں محل!

نورُان العینین حضرت کی دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک دو صاحبزادیاں تھیں جس میں سے ایک نیک اور صالحہ صاحبزادی فاطمہ بیگم بیوگی کا داغ لیے پاکستان آئیں اور یہاں ۸ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ ۴ نومبر ۱۹۵۵ء شب جمعہ بوقت گیارہ بجے اس دارِ فانی کو چھوڑ کر اپنے والدین کے آغوش میں پہنچ گئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۰ آپ کا مزار مبارک حیدرآباد سندھ ہالہ روڈ پکی نہر کے عقب میں جو قبرستان ہے وہاں واقع ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت کی دوسری صاحبزادی پاک طینت و پاکباز، صاحب سوز و گداز، نرم خو و خلیق مزاج "عائشہ بیگم" ہیں جو الحمد للہ اس وقت بھی بقیدِ حیات ہیں اور حیدرآباد میں مقیم ہیں، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیں چار مرتبہ قرآنِ پاک سنانے اور عربی فارسی کی چند ابتدائی درسی کتب حضرت سے ہی پڑھنے کا شرف حاصل ہے، شاید یہ حضرت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی ہی برکت ہے کہ الور سے لے کر یہاں تک آپ سینکڑوں بچیوں کو قرآنِ پاک حفظ اور ناظرہ پڑھا چکی ہیں، آپ کے بہترین عادات و اخلاق حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی بہترین تربیت کے کامل مظہر ہیں، حضرت نے کس طرح تربیت فرما کر ان کو کردار کی بلندی اور عظمت سے بہرہ ور کیا اس کا بخوبی اندازہ ان واقعات سے ہو سکتا ہے۔

(۱)

عبادات کی عادات بچپن سے ڈالی جاتی ہے اگر شروع میں نہ پڑے تو پھر ساری عمر اس طرف طبیعت راغب نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحبؒ نے بچپن سے ہی اپنی اولاد کو اس طرف راغب کیا چنانچہ یہی حضرت کی صاحبزادی چھٹپنے میں سخت

Marfat.com

باد و باراں کے باعث لحاف میں دبکی بیٹھی تھیں، حضرت کو خیال ہوا کہ آج شاید اس نے نماز نہ پڑھی ہو، فوراً آواز دے کر اوپر بالاخانہ میں بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم نے نماز پڑھی، بچپنا تھا فوراً کوئی معقول بہانہ ذہن میں نہیں آیا کہہ دیا کہ دوپٹہ نہیں تھا اس لیے نہیں پڑھی، فرمایا چادر بغیر دوپٹہ کے ہی نماز پڑھو، سبحان اللہ کس طرح بچپن سے ہی عبادت کا خوگر بنایا جا رہا ہے

(۲)

بچپن میں انہوں نے ہی ایک بلی پالی جس سے بے پناہ انس اور محبت ہو گئی، لیکن وہ بلی دوسرے لوگوں کو بڑا پریشان کرتی چنانچہ ایک روز جب اس نے زیادہ ستایا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہو یعنی شاہ محمد محمود صاحب کی زوجہ محترمہ جو مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب کی صاحبزادی ہونے کے باعث اعلیحضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں انہوں نے غصہ میں آکر اس بلی کو لکڑی سے مارا جب یہ خبر صاحبزادی صاحبہ کو ملی تو ان کو بڑا طیش آیا بچپنا تھا، نہ جانے فرطِ غضب میں ان کو زبان سے کیا کیا کہہ دیا، جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو بڑی شفقت سے فرمایا، "بیٹی۔ خبردار انہیں کچھ نہ کہنا، ارے تمہیں کیا معلوم کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے سب انہی کے در کا صدقہ ہے، ہمیں جو کچھ ملا ہے سب انہی کے گھرانہ سے ملا ہے"

اللہ اللہ! کیا حسنِ ادب ہے کیا "احسان مندی" کا سبق ہے کہ مرشد کے آستانہ سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کا ادب کیا جا رہا ہے اور اپنے بچوں کو بھی وہاں کا ادب سکھلایا جا رہا ہے، ان کے معصوم ذہنوں میں اس کا شانۂ اقدس کی عظمتوں کا نشان جمایا جا رہا ہے۔ یہی وہ آدابِ پیر خانہ تھے جنہوں نے اس "فقیر بے نوا" کے غریب خانہ کو دنیا کی دولتوں اور دارین کی نعمتوں کا گہوارہ بنا دیا ؎

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

صاحبزادی صاحبہ کے شوہر جناب حکیم احمد حسن صاحب نقشبندی ہیں، جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت اور فنِ خطاطی میں شرفِ تلمذ رکھتے ہیں اور شاہ محمد محمود صاحب کے برادرِ عم زاد بھی ہیں ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ تمام عمر بالخصوص آخری وقت میں خدمتِ مرشد کا زریں تاج سر پر رکھ کے "رضائے مرشد" کی

Marfat.com

خلعتِ فاخرانہ سے سرفراز ہوتے — اس مرشد کریم نے اپنے اس لاڈلے کی خدمات کو کس طرح شرفِ قبولیت عطا کیا، اور اس کی نیاز مندیوں پر اس آقا کو کتنا ناز تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ حضرت صاحب کے ایامِ رحلت میں ایک روز کئی راتوں کی بیداری اور کئی دنوں کی مسلسل خدمت کے بعد کچھ دیر کے لیے اس "وفا شعار" کی آنکھ لگ گئی، اسی وقت حضرت نے یاد فرمایا اور کہا کہ احمد حسین کو بلا کے لاؤ قاصد نے جب جا کے دیکھا تو حکیم صاحب کئی روز کے پیہم رت جگے کے بعد بے خبر سو رہے تھے، قاصد کو اُٹھاتے ہوتے ترس آگیا واپس آ کے عرض کیا کہ کئی دنوں کی تھکن کے بعد ابھی نیند آئی ہے۔ محبوب ناز آفریں کو اپنے اس "محب" کی وفاشعاریوں اور جنوں آمیز محبت کی فداکاریوں پر فخر و غرور تھا اس لیے بڑے ناز سے فرمایا — "ہمارا نام لے کے اُٹھا دو۔ اسے ناگوار نہیں ہوگا" چنانچہ یہی ہوا پہلی آواز میں یہ عاشقِ صادق اُٹھتا چلا گیا اور بغیر کسی ناگواریٔ خاطر کے محبوب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے متعلق میرے مرشد کی زبان سے نکلے ہوتے یہ الفاظ جب مجھ تک پہنچے تو خوشی و مسرت سے میرا انگ انگ جھوم اٹھا، اور آج بھی مجھے ان کلمات پر بجا طور پر فخر حاصل ہے

فخر اپنی نیاز مندی پہ — ناز ان کی نوازشوں پر تھا

حکیم صاحب، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج شناس اور واقفِ طبیعت تھے انہی ایامِ رحلت میں ایک بار حضرت کو پاؤں مبارک دبوانے کی ضرورت پیش آئی اس وقت جتنے خدمت گزار موجود تھے سب نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جو ہاتھ لگتا حضرت اسی کو منع فرما دیتے اس لیے کہ نفیس طبیعت جس چیز کو چاہ رہی تھی اُس پر کوئی پورا نہیں اُترتا تھا حکیم صاحب کی باری آئی تو بڑے بڑے ادا شناسوں کی امتحان میں ناکامی کو دیکھ کر گھبرا گئے لیکن مرشد کی نگاہِ شفقت نے عزم و حوصلہ عطا کیا اور آپ نے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت کے زانوئے مبارک پر رکھ دیا — طبیعت جس چیز کی متلاشی تھی وہ حکیم صاحب نے پوری کر دی تھی، خوش ہو کر فرمایا "بس اتنی سی بات تھی" اور پھر رضائے قلبی کے ساتھ یہ دعا کی کہ "اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہاں میں خوش رکھے — بس یوں سمجھ

Marfat.com

یہ لیجیے کہ آج حکیم صاحب کو عشق کی جاں سوزیوں کا صلہ مل چکا تھا اور زبانِ مرشد سے نکلے ہوئے یہ چند الفاظ ان کے لیے سرمایۂ حیات بن گئے تھے ۔۔۔

فنِ خوش نویسی حکیم صاحب قبلہ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی اللہ تعالیٰ نے حکیم صاحب کو "جمالِ خط" کی کن رعنائیوں سے نوازا ہے اس کے لیے ہم حکیم صاحب کی ایک تحریر جو بغیر کسی لحاظ اور رعایت کے برداشتہ قلم لکھی ہوتی ہے اس کا عکس پیش کر رہے ہیں جس سے ناظرین کو خود ان کے "کمالِ خط" کے علاوہ ان کے استاذ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ خط کی تابشوں کا بھی اندازہ ہو جائے گا، کیونکہ شاگرد کا کمال استاذ کے فن کی عظمتوں کا آئینہ دار ہوتا ہے ۔۔۔

راقم الحروف پر ان تینوں کے بڑے احسانات ہیں، کیونکہ حضرت کی چھوٹی صاحبزادی جو میری چھوٹی پھوپھی بھی ہیں انہوں نے مجھے دودھ پلایا اور پروان چڑھایا دونوں پھوپھیوں اور حکیم صاحب قبلہ نے راتوں کی نیندیں اور دنوں کا آرام ختم کر کے مجھے پالا اور میری پرورش کی۔ آج میں جو کچھ ہوں یہ انہی حضرات کی جگر سوز محنتوں کا نتیجہ ہے۔ میرا قلب ان کے لیے جذباتِ تشکر سے لبریز اور زبان کلماتِ دعائیہ سے یوں گلریز ہے کہ اللہ تعالیٰ دارین میں ان کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

گُلِ نوبہار

حضرت کے وہ ہونہار، لائق و فاضل ۲۰ پاروں کے حافظ، قاری اور بہترین واعظ صاحبزادے محمد احمد جنہوں نے اپنی کیف بار تقریروں سے دِلوں کی دُنیا باغ و بہار کی۔ اور پُربہار گفتگو سے اپنے والدین، عزیز و اقارب اور دوست احباب کے قلب میں فرحت و شادمانی کا ایک گلشن آباد کیا اور خود ۲۴ سال کی عمر میں فردوسِ بریں کی عطر بیز فضاؤں میں جا بسے ۔۔۔ وہ دردناک دِن جس میں اپنے اس لختِ جگر سے جدائی ہونے والی تھی، حضرت اوپر اپنے حجرہ شریف میں جا کر مراقبہ میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد نیچے تشریف لائے اور فرمایا کہ "صبر کرو، محمد احمد اب صرف چند لمحوں کا مہمان ہے، کیونکہ ابھی ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ آپ تشریف لائے ہیں اور محمد احمد کو اپنے دامن میں چھپا کر لے گئے ہے" چنانچہ یہی ہوا تھوڑی دیر بعد محمد احمد دُنیا سے پردہ کر کے محمد مصطفےٰ اور احمد مجتبےٰ کے دامنِ رحمت میں ہمیشہ کے لیے چھپ گیا ۔۔۔ وکیل محمد جمیل صاحب نے محمد احمد کے متعلق اپنے اس قطعہ میں اسی واقعہ

Marfat.com

حب الشفاء در شبان روز دو نوبت تناول دارند

و در هیضه که اسهال و قے شود و اطراف سرد گردد و بغشی انجامد حب الشفاء بزرگ
یا حافظ الصحت بمقدار فندق کوچک به عصیر انار ترش یا برگ حل کرده بخورند و بخوابد
و هرگاه اعراض بد هیضه تسکین یابد تا ممکن بود هیچ نباید داد الا حب الشفاء یا حبے بزرگ
از حافظ الصحت که بخواب آورد و تسکین توران اخلاط نماید

سده کبد که علامت آن گرانی راست زیر پهلو و درد و تپ نباشد علاج اگر کودکی دارد
احتیاج بمسهل نبود حب الشفاء ممزوج بمفتحات مثل تخم کاسنی و بادیان و کرفس عظیم مفید آید
و بزرگ را بعد مسهل محلول بعصیر انار و حافظ الصحت با شربتی مناسب مقوی و مفتح است
و برای سده در القنیه که مقدمه استسقا است بمقویات کبد و مصلح و معدل المزاج مثل مویز
و دار چینی و زعفران و انار دانه و غیره شربت که حب الشفاء و حافظ الصحت بغایت نافع است و از موج
بحیث استسقاء لحمی ابتدا بتنقیه مداومت حب الشفاء عظیم فائده دهد

و در باب قولنج و آن درد روده است با قبض سخت مداومت حب الشفاء و حافظ الصحت بغایت
نافع است و از بودن باید که بغذاهای چرب و نرم که تیز نباشد بخورند مثل یخنی و نخود آب ساده
و برای ریح مثانه که علامت آن درد بار و کشیدگی زیر ناف بغیر گرانی موضع حافظ الصحت
بالای طعام چرب بادشکن مثل شوربای چرب با مصالح گرم تیز از زیره و فلفل و ادرک
نافع است

و در سلس البول که از سردی و سستی عضو باشد حب الشفاء و حافظ الصحت مداومت نمایند
۵ و در کثرت احتلام مداومت هر دو احد بتقویت معده و اعضای رئیسه گردد مانع است
۴ و برای سرعت انزال یکی ازین هر دو منفعت تمام دارد
و برای باه از جمله ادویه مرکب با همه است که بسیاری از مردم را و ضعف الشهوت سریع الانزال بمداومت حافظ الصحت

حضرت شاہ رکن الدینؒ کے فنِ خطاطی کے شاگرد
جناب حکیم احمد حسین صاحبؒ کے قلم سے نکلی ہوئی ایک تحریر

Marfat.com

کی طرف اشارہ کرتے ہوتے لکھا ہے ؎

محمد احمد از دنیا رُخ خود   خفا کرد بدامانِ محمد

خدا بشد "حی" از بہر سالِ وصلش   بجنت رفت مہمانِ محمد را!

ایسا فرح پرور، دلکش و دلربا، گل نو بہار جن کے وجود سے لالہ کے جگر میں ٹھنڈک ہو اس کو اپنے آنکھوں کے سامنے یوں پژمردہ ہو کر خاک میں ملتا دیکھا تو ماں کے صبر و قرار کے تمام بندھن ٹوٹ گئے، اور اس نے تڑپ تڑپ کے اس غم کو سہا اور برداشت کیا، لیکن "والدِ گرامی" نے اپنے اس نورِ نظر کے غم کو صبر و شکر کے ساتھ عطیۂ محبوب سمجھ کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا کہ مقام شکر کہ اس نے جو امانت ہم کو دی تھی آج ہم نے اس کی وہ امانت اس کو واپس کر دی ؎

کون یہ ناصح کو سمجھائے بطرزِ دلنشیں!

عشقِ صادق ہو تو غم بھی بے مزا ہوتا نہیں

سجادہ نشین شاہ رکن الدین

بہار آرائے چمنستان رکنوی، مستجمع کمالات صدری و معنوی، جامع فضائل ظاہر و باطنی، حاوی علوم معقولی و منقولی، جگر گوشہ و سجادہ نشینِ شاہ رکن الدین، حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہ العالی جن کے دم قدم سے اس سجادہ کی رونقیں آباد ہیں، جن کے وجود سے اس گلشن کی رعنائیوں اور جمال آرائیوں پہ نکھار ہے۔ آپ نے ۵ رذی الحجہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء شب جمعۃ المبارک کو عشق و محبت کی کوکھ میں جنم لیا اور علم و عرفان کی گود میں پرورش پائی، ہدایۃ النحو تک عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی اور مرشدِ نامی حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اور گلستاں بوستان تک فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے جدِ امجد حضرت مولانا فرید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، جس کی ابتدا ان کاملین کے ہاتھوں ہو، اس کی علمی قابلیت کا کیا کہنا ——— اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے دوسرے شہروں کا رخ کیا چنانچہ سب سے پہلے آپ اجمیر شریف گئے وہاں مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں قطبی، شرح جامی اور شافعیہ وغیرہ کتب پڑھیں لیکن یہاں حضرت کا دل نہیں لگا، آخر والدِ گرامی کے ارشاد پر دہلی پہنچے۔ یہاں پر مدرسہ عالیہ فتحپوری میں مولانا برکات احمد ٹونکی کے نامور شاگرد مولانا عبدالرحمٰن صاحب جن کے پاس معقول کی بڑی بڑی کتابوں کے اسباق ہوتے تھے انہوں نے مفتیِ اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب

Marfat.com

سے خصوصی مراسم کے باعث ان کے کہنے پر حضرت کو منطق کی ابتداء کرائی، چنانچہ حضرت نے ان سے منطق میں صغریٰ، کبریٰ، مرقات، شرح تہذیب قطبی، میر قطبی، اور فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ تک پڑھا، اس کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے دیگر علوم عربیہ میں شرح جامی، شرح وقایہ اور مختصر المعانی وغیرہ کا درس لیا اس کے بعد حضرت قبلہ نے بھوپال کی علمی فضاؤں سے کیف یاب ہونے کا ارادہ کیا، چنانچہ وہاں مدرسہ احمدیہ میں مولانا محمد حسن صاحب جو مولانا رشید احمد گنگوہی کے تلمیذِ رشید تھے ان سے کتبِ احادیث مشکوٰۃ، جامع ترمذی صحیح بخاری اور مسلم صحیح وغیرہ پڑھیں، یہاں سے مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر کی علمی رونقوں اور آستانہ سلطان الہند کی چشتیہ نسبتوں نے پھر آپ کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا چنانچہ یہ کشش آپ کو کشاں کشاں "اجمیر" لے آئی، یہاں آپ نے بڑے بڑے اسباق مثلاً اصولِ فقہ میں نور الانوار حسامی، تلویح علی التوضیح، علمِ کلام میں شرح عقائد مع خیالی، ادب میں سبعہ معلقہ، مقاماتِ حریری، اور دیوانِ متنبی، تفسیر میں مدارک اور جلالین حدیث میں پھر دوبارہ صحاح ستہ منطق میں رسالہ میر زاہد ملا جلال، ملا حسن حمد اللہ اور قاضی، ریاضی میں اقلیدس، تصریح، الغرض علومِ دینیہ میں تکمیل کی فیروز مندیوں سے شاد کام ہوتے اور ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء کو سندِ تکمیل حاصل کی جس پر مندرجہ ذیل حضرت کے اساتذہ کرام اور منتظم و مہتمم علمائے عظام کے دستخط موجود ہیں:

۱. حضرت مولانا ابو العلی محمد امجد علی صاحب الاعظمی، صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ

۲. حضرت مولانا عبد الحی صاحب شاگرد رشید مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی

۳. حضرت مولانا ابو الاعجاز امتیاز احمد انصاری۔ مدرس دار العلوم ہذا۔

۴. حضرت مولانا محمد عبد المجید صاحب، صاحبزادہ اعلیٰ حضرت محمد مسعود شاہ صاحب مدرس دار العلوم ہذا۔

۵. حضرت مولانا محمد یونس صاحب منتظم درگاہ دار العلوم ہذا

۶. حضرت مولانا سید نثار احمد صاحب متولی درگاہ شریف و معتمد صدر مجلس دار العلوم

اس کے علاوہ حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ صاحب جو حضرت کے خسر بھی ہوتے تھے ان سے آپ نے علمِ فرائض اور علمِ توقیت کی تحصیل فرمائی اور اس میں کمال حاصل کیا، چنانچہ ہر سال رمضان المبارک کے موقعہ پر جو نقشہ سحر و افطار آپ شائع فرماتے ہیں کسی جنتری وغیرہ

Marfat.com

سے نقل کر کے نہیں بلکہ خود علم توقیت کی روشنی میں استخراج فرما کر شائع کرتے ہیں

شفقتِ اساتذہ ذہین اور محنتی طالب علم سے استاذ کو محبت ہو ہی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کے اساتذہ کو بھی آپ سے بڑا پیار تھا بلکہ خصوصی تعلق تھا، چنانچہ ایک دفعہ مولانا بشیر احمد صاحب محدث مدرسہ احمدیہ سے طلبہ نے ایک حدیث کی کتاب شام کے وقت شروع کرانے کی درخواست کی لیکن آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں، دوسرے دن طلبہ نے حضرت قبلہ کو استاذ گرامی کے پاس اصرار کرنے کے لیے بھیجا، جب حضرت نے عرض کیا تو وہ اس لائق و فائق شاگرد کی درخواست کو ٹھکرا نہ سکے اور دوسرے دن ہی وہ کتاب شروع کرا دی۔

اسی طرح اجمیر کی زمانۂ طالب علمی کا ایک اور واقعہ حضرت قبلہ سُناتے ہیں کہ ایک روز حضرت مولانا امجد علی صاحب کے پاس ہدایہ کا درس ہو رہا تھا۔ چند ساتھیوں نے حضرت مولانا سے کچھ استفسارات کیے اور اس میں کافی دیر لگا دی، جب وہ اپنی تسلی کر چکے تھے تو میرے ذہن میں بھی ایک خدشہ تھا میں بھی استفسار کر کے اپنی تسلی کرنا چاہتا تھا کہ انہیں ساتھیوں نے غصّہ سے کہا کہ "بہت دیر ہو گئی ہے آگے چلو اب رہنے دو" حضرت مولانا نے بھی کثرت رائے سے مجبور ہو کر میرا جواب دیئے بغیر آگے سبق پڑھانا شروع کر دیا، مجھے طلبہ کے اس رویہ سے بڑا دُکھ پہنچا کہ انہوں نے اپنی تو تسلی کر لی اور جب میرا وقت آیا تو شور مچا کر آگے چل دیئے، میں رنجیدہ ہو کر خاموش بیٹھ گیا، حضرت مولانا کو اپنی جماعت کے ایک شگفتہ مزاج اور ہونہار شاگرد کی افسردگی اور اداسی کب گوارا ہو سکتی تھی۔ تھوڑی دیر تو بے دِلی سے پڑھایا کیونکہ دھیان اسی طرف لگا ہوا تھا آخر دِل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کتاب بند فرما دی اور بڑے پیار بھرے لہجہ میں فرمایا مولوی محمود! تم شوق سے پوچھو، اگر نہ پوچھو گے تو ہم بھی نہیں پڑھائیں گے۔ اللہ اللہ! اپنے لاڈلے شاگردوں کی کیسی دلداریاں ہوتی تھیں، اب ایسے فرحت بخش اور مسرت انگیز نظارے کہاں؟

طب و حکمت علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد تحصیل طب کا شوق دامنگیر ہوا، فضلِ ایزدی تھا کہ جس طرح علومِ دینیہ کے لیے مقتدر اساتذۂ وقت

Marfat.com

میسر آتے اسی طرح "علم حکمت" بھی اپنے وقت کے مشاہیر حکما و اطباء سے حاصل ہوا چنانچہ دہلی میں حکیم جمیل الدین صاحب جو بانی طبیہ کالج دہلی حکیم عبدالمجید صاحب کے شاگرد رشید اور مسیح الملک جناب حکیم اجمل خاں صاحب کے استاذِ محترم تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر طب کی ادق اور اعلیٰ کتب مثلاً شرح الموجز، شرح الاسباب و العلامات للعلامہ النفیس، حیات القانون للشیخ الرئیس بو علی سینا، وغیرہ کا سبقاً سبقاً درس لیا اور ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء کو ان کی دستخط شدہ سندِ تکمیل حاصل کی۔ — لیکن فنِ طبابت صرف پڑھنے سے حاصل نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے لیے کسی ماہر استاذ کے زیرِ نگرانی عملی مشق اور تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایک کامل اور شفیق استاذ عطا فرمایا یعنی "حکیم محمد ظفر خاں صاحب" جو آسمانِ شہرت میں افقِ طبابت پر کوکبِ تابندہ بن کر چمک رہے تھے حکیم اجمل خاں صاحب کے شاگرد اور رشتہ میں ان کے بھتیجے تھے اور طبیہ کالج دہلی کے آنریری پرنسپل تھے، ان کی خدمت میں رہ کر تجویز، تشخیص اور نسخہ نویسی وغیرہ پر کامل عبور حاصل کیا اور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء کو اس حکیمِ وقت اور طبیبِ زماں کی دستخط شدہ سندِ فراغت حاصل کر کے فائز المرام ہوتے۔ اس کے بعد آپ نے اس کی پریکٹس شروع کی لیکن اس کو اپنے پیشہ کے طور پر کبھی نہیں اپنایا، باقاعدہ مرکب یا مفرد ادویات آپ نے اپنے پاس نہیں رکھیں بلکہ صرف تجویز و تشخیص اور تحریرِ نسخہ تک اس کو محدود رکھا، ہندوستان سے لے کر یہاں تک اس طبی پچپن سال کے عرصہ میں لاکھوں بندگانِ خدا آپ کے تحریر کردہ نسخوں کو استعمال کر کے شفا حاصل کر چکے ہیں اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ اس تجویز و تشخیص پر آپ نے آج تک کسی سے ایک پائی نہیں لی حتیٰ کہ بعض چھوٹے چھوٹے چٹکلے آپ نے بنا کر رکھے ہوتے ہیں وہ بھی عوام میں مفت تقسیم فرماتے ہیں کبھی اس پر بھی کسی سے کوئی معاوضہ طلب نہیں فرمایا، یہ اسی استغنا، بے نیازی، تقویٰ و پرہیزگاری کی تاثیر تھی کہ جو اس در پر آیا وہ شفا پا کر گیا۔ — ۱۹۶۸ء میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے اطباء کے رجسٹریشن کی اسکیم شروع کی گئی تو اطباء کا ایک ڈائریکٹر دیوز کے لیے حیدرآباد بھی آیا، حضرت قانون کا احترام فرماتے ہوتے خود اس بورڈ کے سامنے تشریف لے گئے، جب آپ کو دیکھا تو تمام اراکین بورڈ تعظیماً کھڑے

ہو گئے۔ اور کہا کہ ہم تو خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے آپ نے خواہ مخواہ تکلیف فرمائی، الغرض تر و یجِ فنِ طب کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد آپ کو عزت و تکریم سے رخصت کیا اور ۲۸ رفروری ۱۹۶۸ء / ذیقعد ۱۳۸۷ھ کو اے گریڈ کا سرٹیفکیٹ آپ کو ارسال کیا گیا

عِلمِ سفینہ و علمِ سینہ

بیں پچیس سال علوم ظاہریہ کے کوچہ و بازار کی سیر کے بعد یہ علم کا شیدائی جب واپس اپنے وطن الور پہنچتا ہے تو اس کوچۂ علم کی رنگینیاں اس کے دل و دماغ پر اس طرح چھائی ہوتی ہیں کہ وہ رات دن کتابوں کے مطالعہ میں محو رہتا ہے۔ یمین و شمال کی طرف التفات کی بھی اس کو فرصت نہیں ہوتی حتیٰ کہ دماغ پر ان علومِ ظاہریہ کا ایسا خمار چھایا کہ برابر کا کمرہ مرشدِ کامل اور قطبِ وقت کے عارفانہ کلام کے باعث معرفت و حقیقت کی کرنوں سے ضوریز و ضیاء بار ہوتا تھا اور یہ اس سے بھی بے نیاز اپنی کتابوں کی دُنیا میں مگن رہا کرتا تھا۔ اور انکا بھی کیا قصور؟ جس نے اس مئے معرفت کا مزہ چکھا ہی نہ ہو اُسے ان چیزوں کی طرف کیا رغبت؟

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد!
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں!

ایک روز اس مرشدِ کریم کو اس لذت سے ناآشنا اپنے اس لختِ جگر اور نورِ نظر کی اصلاح کا خیال آ ہی گیا، اچانک ان کے کمرہ میں تشریف لائے اور بڑے درد انگیز لہجے میں فرمایا:——

"میاں —— !علم دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک علمِ سفینہ اور ایک علمِ سینہ تم نے علمِ سفینہ (کتابی علم) تو حاصل کر لیا، مگر یاد رکھو کہ علمِ سینہ کتابوں سے نہیں ملتا، یہ صحبتِ اہل اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔"

یہ کلمات "از دل خیزد بر دل ریزد" کے مصداق دل سے نکلے اور دل ہی میں اترتے چلے گئے صحبت کی برکتوں اور معیت کی نسبتوں کو چھوڑ کر کتابوں میں ہر وقت غرق رہنے والے کو آخر یہ احساس ہو ہی گیا کہ "یہ کتابیں" تو ہر وقت میرے پاس رہیں گے جب چاہوں گا ان سے فیض حاصل کر لوں گا لیکن اگر یہ عارفِ کامل اور مرشدِ فاضل نہ رہا تو پھر

Marfat.com

صحبت کے فیوضات و برکات کہاں ملیں گے ؎

نماز فرض خدا را قضا بود لیکن نمازِ صحبت ما را قضا نخواہد بود

آخر سب کچھ چھوڑا اور مئے معرفت کا مزا چکھنے کے لیے اس "میخانۂ وحدت" میں حاضر ہو گئے۔ علومِ ظاہری کی درخشندگیوں کے ساتھ جب اس علمِ باطن کی فراوانیوں کو دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں اور پھر پتہ چلا کہ ان علوم کی دُنیا سے آگے اور جہاں بھی آباد ہے ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں!

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں!

پھر تو اس "جہانِ نو" کی کیف بار فضاؤں نے ایسا گرویدہ کیا کہ آپ ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت سے اس علمِ باطن کی چند کتابیں مثلاً مکتوبات امامِ ربانی اور رشحات وغیرہ سبقاً پڑھیں اور حتی الامکان صحبت کا کوئی زریں لمحہ ہاتھ سے نہ جانے دیا اور حضرت صاحبؒ کی فیضِ صحبت سے لذت یاب ہونے اور حضرت کے زیرِ سایہ روحانی تربیت پانے کے بعد اس میں بھی کمال کی حدوں کو چھُوا ــــــــ

اجازت و خلافت

یوں تو ہر اہل اور نا اہل بیٹا اپنے باپ کا جانشین بنتا ہے لیکن یہ بیٹا کس نرالے انداز اور کس شان اور عظمت سے اپنے باپ کی مسند پہ متمکن کیا گیا اور کن حضرات کے اشارے پر کیا گیا اس رُوح پرور نظارے کے عینی گواہ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس عالم سے پردہ فرمانے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے، لیکن آپ نے اپنے اس لائق اور ہر طرح سے اس منصب کے قابل بیٹے کو ابھی تک اجازت و خلافت سے سرفراز نہیں فرمایا، حکیم احمد حسین صاحب کے والدِ گرامی مولٰینا فخر الدین صاحب بار بار یاد دھانی کرا رہے ہیں اور اجازت نامہ عطا کرنے پر مُصر ہیں لیکن ہر بار یہ جواب دے کر خاموش کر دیا جاتا ہے "کہ ہاں لکھوں گا" سب لوگ اس تاخیر پر حیران و ششدر ہیں کہ ایک شب جبکہ استغراق کلی تھا، مراقبہ میں ایسی محویت تھی کہ دُنیا و مافیہا کا ہوش نہیں تھا۔ عین اس حالتِ بے خودی میں زبان پر یہ کلمات جاری ہوتے کہ:

Marfat.com

"بہت اچھا کل ضرور دے دوں گا"،

کچھ ہوش آنے پر دریافت کیا گیا کہ عالمِ استغراق میں حضرت کی زبان پر یہ کیسے کلمات جاری تھے: فرمایا تمام سلاسل کے پیرانِ عظام اور اولیائے کرام کی ارواحِ طیبہ یہاں موجود تھیں اور ہم سے کہہ رہی تھیں کہ مولوی محمود کو اجازت و خلافت عطا کرنے میں اب دیر نہ کرو' تو ان کے جواب میں یہ کلمات میری زبان پر تھے کہ بہت اچھا کل ضرور دے دوں گا" ___ سبحان اللہ! جس کو حضراتِ اولیائے کرام کے ارشاد اور اشارہ پر اجازت و خلافت اور منصبِ ولایت سے نوازا جارہا ہو اس کے مقامِ معرفت اور شانِ رفعت کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

بہر حال ۱۸ شوال المکرم کو حضرت نے باوجود ضعف و ناتوانی کے خود اپنے دستِ مبارک سے اجازت نامہ تحریر فرمایا' اور ۲۰ شوال المکرم کو مخالف' موافق سب کو جمع کرنے کا حکم دے دیا' چنانچہ ۲۰ تاریخ کی وہ ساعتِ دل افروز آپہنچی جب تمام محبین و مخلصین، مخالفین، معاندین سب جمع ہوگئے، سب سے پہلے حضرت نے ان مختلف تبرکات کی زیارت کا حکم دیا، جو آپ کے پاس برسوں سے موجود تھے، زیارت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنی نحیف آواز میں ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس کے اخیر میں فرمایا "اسی طرح چلا آرہا تھا کہ سلف اٹھتے جاتے ہیں اور پچھلے ان کے قائم مقام ہوجاتے ہیں" ہم بھی اس دنیا سے جارہے ہیں اور اپنی جگہ "مولوی محمود سلمہ" کو اپنا جانشین بناتے ہیں، ہم کو جو کچھ ہمارے پیروں سے ملا وہ سب ہم نے مولوی محمود کو دیا ___ راویوں کا بیان ہے کہ حضرت کی زندگی کی یہ وہ آخری مگر اس قدر نسبت سے پُر اور کیف و سرور سے معمور محفل تھی کہ ہر ایک کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلِ بیکراں اور زبان پر ذکرِ یزداں تھا، دل عشق و محبت سے آتش بداماں اور پورا ماحول نور کی تجلیات سے ضوفشاں تھا ___ الغرض اس نور برساتی، اور نکہتیں لٹاتی فضا میں حضرت صاحب نے اعلیحضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ صافہ جو انہوں نے حضرت کو خلافت کے وقت عطا فرمایا تھا وہ اعلیحضرت کے صاحبزادے حضرت مولینا عبد المجید صاحب جو اس محفل میں موجود تھے ان کو دیا تا کہ وہ اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت شاہ محمد محمود صاحب کے سر پر باندھیں' ان کے باندھنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے خرقہ پہنایا اور وہ اجازت نامہ جو اپنے

Marfat.com

دستِ مبارک سے تحریر کر لیا تھا وہ مرحمت فرمایا ؎

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے

نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

پھر حضرت قبلہ شاہ محمد محمود صاحب کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا کہ تم ماشاء اللہ خود عالم ہو، اس لیے تمہیں نصیحت لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، تمہارا علم ہر جگہ خود تمہاری رہبری کرے گا ——— اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے ساتھ رکھنا، تعویذوں کی جو ہماری بیاض ہے اس کی بھی ہم تم کو اجازت دیتے ہیں، اس کے علاوہ جہاں کہیں سے تم کو ملے اسے لے لینا لیکن اس کو اپنے پیروں کی طرف سے سمجھنا، یہ فقیر کی آخری شب ہے، فاتحہ میں ہمیں یاد رکھنا، ہماری قبر میں حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کی خاک جو ہمارے پاس ہے وہ ڈال دینا، اور اپنا علاقہ "ذات بحث" سے قائم رکھنا" ———

حضرت صاحب کے خرقہ خلافت عطا فرمانے کے بعد سب سے پہلے جس ذات نے اس فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے اور اس اقدام کو سراہتے ہوئے دستورِ اسلاف کے مطابق جانشین حضرت والا کو نذر گذاری وہ مفتیِ اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس تھی ـــ اس کے بعد پھر تمام حاضرینِ محفل نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے خلوص بھرے نذرانے پیش کیے ——— اسی دن شام کو عبدالحفیظ غوری صاحب دو اشخاص کو حلقۂ ارادت میں داخل کرانے کے لیے احمد آباد سے لاتے۔ حضرت صاحبؒ نے خود بیعت نہیں فرمایا بلکہ ایک شخص کو حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب کی طرف بھیجا اور دوسرے شخص یعنی عثمان بھائی کو حضرت شاہ محمد محمود صاحب کی طرف رجوع کرایا اور فرمایا ہمارے سامنے آپ دونوں حضرات بسم اللہ کریں ——— تو گویا اپنے مبارک ہاتھوں ان فیض کے چشموں کا افتتاح بھی فرما دیا، اور اپنی آنکھوں سے ان کے لگاتے ہوئے دونوں پودوں کو "ثمر آور" ہوتا بھی دیکھ لیا ———

حضرات اولیائے کرام کے ارشاد پر انوار و تجلیات سے معمور فضا میں ناتوانی کے باعث کانپتے ہوئے ہاتھوں سے جو آخری تحریر اس دنیا میں حضرت کی قلم سے نکلی یعنی وہ تاریخی

Marfat.com

خلافت نامہ جو حضرت نے اپنے صاحبزادہ اور اس آستانہ اور سجادہ کے رکھوالے کو عطا فرمایا، وہ اہلِ نظر کے لیے آج بھی انوارِ خداوندی کی جلوہ گاہ اور اہلِ نسبت کے لیے آج بھی فیضانِ الٰہی اور ہدایت ابدی کی ایک عظیم شاہراہ ہے، لہٰذا اس سے فیضیاب ہونے کے لیے اس کی نقل اور اس کا عکس دونوں پیش کیے جارہے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العالمین حمداً یوافی نعمہٗ ویکافی مزید کرمہٖ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمدٍ رسولہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم، اما بعد فقیر حقیر مسکین شیخ محمد رکن الدین انصاری نقشبندی مجددی الوری می گوید ہرگاہ بداعیۂ سرمدی وجاذبۂ ابدی فرزندی حکیم مولوی محمد محمود سلمہٗ الودود بشوق و رغبتِ خود رجوع بفقیر آوردہ داخلِ خاندانِ عالیشان نقشبندیہ شد و تا عرصہ دہ سال مجاہدات و ریاضات کشید الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ضمن نسبتِ قلبیہ و لطائفِ ستہ باحسن وجوہ نصیب او گشت حتیٰ کہ بجذبۂ ایں طریقہ بمقام صحو و سکر رسیدہ بفنا و بقا واصل گشتند و از مرتبہ ظل تا بہ اصل رسیدند دریں اثناء از نسبت شریفہ قادریہ و چشتیہ ہم فیض یاب گردیدند، لہٰذا عزیز گرامی وجود را بنظر انتشار فیضانِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام برائے ہدایت طالبین اجازہ دادہ شد، ایں فقیر را ایں ہر سہ نسبت علیحدہ علیحدہ بایں طریق رسید بسلسلہ عالیہ نقشبندیہ بوساطت قطب الاقطاب شیخ المشائخ جامع علوم ظاہری و باطنی کاشفِ اسرار جلی و خفی حضرت مولانا مولوی مفتی رحیم بخش صاحب الملقب بمولینا مسعود شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ حاصل شد و حق تعالیٰ نسبت طریقہ عالیہ قادریہ و چشتیہ شریفہ بواسطہ حضرت خواجہ کامل اکمل شیخ محمد ضیاء معصوم در مقام مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً از کمال فضل و کرم خود از ہر دو نسبت مشرف ساخت، پس فقیر ایں ہمہ ہر سہ نسبت مکسوبہ خود را بمولوی و حکیم محمد محمود سلمہٗ الودود رسانیدم و بر جائے خود

نشاندم، اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم در برکت پیرانِ کبار علیہم الرضوان از وجود نیک مسعود برخوردار موصوف ایں جانشینی را مبارک و آباد فرماید و برخوردار مسیجی تمام تصرف بر طالبان کردہ بوصل الٰہی بہ سانند و ازیں ہمت و تصرف ثواب عظیم و اجرِ عظیم حاصل کنند، بمنہ وفضلہ

محرّرہ بتاریخ ہشتردہ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ ہجری

دستخط فقیر حقیر محمد رکن الدین نقشبندی مجددی الوری

(ترجمہ) فقیر حقیر مسکین شیخ محمد رکن الدین انصاری نقشبندی مجددی اوری عرض کرتا ہے کہ جس وقت بداعیہ سرمدی وجاذبہ ابدی میرے فرزند حکیم مولوی محمد محمود سلمہ الودود اپنے شوق اور رغبت سے فقیر کی طرف رجوع ہو کر خاندان عالیشان نقشبندیہ میں داخل ہوتے اور دس سال تک مجاہدات و ریاضات کیے اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ اس ضمن میں ان کو نسبتِ قلبیہ اور لطائفِ ستہ سے باحسن وجوہ حصہ ملا حتیٰ کہ اس طریقہ کے جذب نے ان کو مقام صحو و سُکر میں پہنچا کر مرتبہ فنا و بقا سے واصل کر دیا، اور وہ مرتبہ ظل سے مرتبہ اصل تک پہنچ گئے، اسی اثنار میں وہ قادریہ اور چشتیہ کی نسبت شریفہ سے بھی فیضاب ہوتے، لہٰذا عزیز گرامی وجود کو انتشار فیضان محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر طالبین کی رشد و ہدایت کے لیے اجازت دی گئی، اس فقیر کو یہ تینوں نسبتیں علیحدہ علیحدہ اس طریقہ پر پہنچیں، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت قطب الاقطاب شیخ المشائخ، جامع علوم ظاہری و باطنی، کاشفِ اسرارِ جلی و خفی حضرت مولانا مولوی مفتی رحیم بخش صاحب جن کا لقب مولانا مسعود شاہ صاحب ہے، نور اللہ مرقدہٗ، ان کے واسطے سے حاصل ہوتی، اور حق تعالیٰ نے طریقہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ شریفہ کی دونوں نسبتوں سے بواسطہ حضرت خواجہ کامل و اکمل شیخ محمد ضیا معصوم، مکہ معظمہ، زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً،

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین حمداً یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ والصلوٰۃ والسلام
علی حبیبہ محمد ورسولہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

اما بعد فقیر حقیر مسکین [illegible] الشیخ محمد رکن الدین [illegible] النقشبندی المجددی الوری
میگوید۔ ہرگاہ بداعیہ [illegible] [illegible] محمد محمود سلمہ اللہ
بشوق و رغبت خود رجوع بفقیر آورده داخل خاندان [illegible] نقشبندیہ شد۔ و تا عرصہ
ده سال [illegible] کشید۔ [illegible] نسبت قلبیہ و لطایف [illegible]
بحسن وجوه [illegible] گشتند حتی کہ [illegible] بمقام صحو و سکر رسیده [illegible]
واصل گشتند [illegible] باصل رسیدند [illegible] از نسبت [illegible] قادریہ [illegible]
[illegible] لہذا عزیز گرامی [illegible] [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام
[illegible] این فقیر [illegible] علیحده علیحده [illegible]
برای ہدایت طالبین [illegible]
[illegible] سلسلہ عالیہ نقشبندیہ [illegible] قطب الاقطاب شیخ المشائخ [illegible]
[illegible] کاشف اسرار جلی و خفی [illegible] مولوی مفتی رحیم بخش [illegible] الملقب بمولانا
مسعود [illegible] نور اللہ مرقده [illegible] شد۔ و حق تعالیٰ نسبت طریقہ عالیہ
قادریہ [illegible] بواسطہ حضرت [illegible] الشیخ محمد معصوم [illegible] مقام مکہ معظمہ زادہا اللہ
[illegible] بکمال [illegible] نسبت [illegible] پس جمیع این ہمہ
[illegible] خود را بمولوی حکیم محمد محمود [illegible] رسانیدم و برجای خود
نشانیدم اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب [illegible] و برکت [illegible]
از وجود [illegible] مسعود برخوردار موصوف [illegible] مبارک [illegible] بحرمت
طالبان گرداند بوصل الٰہی [illegible] واجر عظیم [illegible]
[illegible] ہیژده شوال [illegible] ۱۳۵۵ ہجری فقیر حقیر محمد رکن الدین النقشبندی [illegible] الوری

خواجہ محمد رکن الدینؒ کی زندگی کے آخری لمحات کی آخری تحریر، یعنی وہ اجازت نامہ جو آپ نے
اپنے جانشین اور صاحبزادے شاہ محمد محمود صاحب الوری دامت برکاتہم کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر عطا فرمایا:

Marfat.com

ہیں اپنے انتہائی فضل و کرم سے مشرف فرمایا، لہٰذا فقیر کو جو یہ تینوں نسبتیں پہنچیں وہ تمام کی تمام فقیر مولوی حکیم محمّد محمود سلمہ الودود کو پہنچاتا ہے، اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ احبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور پیران کبار علیہم الرضوان کی برکت سے برخوردار موصوف کے نیک اور مسعود وجود سے اس جانشینی کو مبارک اور آباد فرمائے۔ اور برخوردار کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ طالبانِ حق پر تصرف کر کے ان کو "وصلِ الٰہی" تک پہنچائیں، اور اس ہمت و تصرف سے عظیم اجر اور ثواب حاصل کریں۔ بمنہٖ وفضلہٖ

محررہ ۱۸ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ ہجری

فقیر حقیر محمد رکن الدین نقشبندی مجددی الوری

اخلاق وصفات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالِ اخلاق اور جمالِ صفات کی بیکراں وسعتوں سے نوازا ہے، اجمالاً اس موقعہ پر صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ آپ اپنے والدِ محترم اور مرشدِ معظم کی سیرت و کردار اور صورت و گفتار کے مظہرِ اتم ہیں، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جتنی صفات اور عادات پچھلے چند اوراق میں اختصاراً ذکر کی گئیں وہ تمام کی تمام ہمیں اس لائق اور فائق جانشین" میں جلوہ گر نظر آتی ہیں، اور کیوں نہ ہو، جس ولیٔ کامل اور قطب الاقطاب کی چند لمحوں کی صحبت نے ان پڑھ اور جاہلوں کو وقت کا عارف بنا دیا، جس کی ایک ساعت کی معیت نے بدکرداروں کو اخلاقِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر دیا، اس کے ساتھ زندگی کی اکثر ساعتیں گزارنے والا، اس کی اکثر محفلوں اور مجلسوں کے مزے لوٹنے والا اس کی خلوت و جلوت کا محرمِ راز رہنے والا، اس کا عالم و فاضل، متقی، و پرہیزگار بیٹا پھر کیوں نہ معرفت کی اعلیٰ منزلوں پر پہنچیگا، کیوں نہ اس کا مظہرِ اتم ہو کر "خُلقِ عظیم" کی تابندگی سے منور و مستنیر ہوگا اور کیوں نہ اس کے احوال و اخلاق سے متصف ہو کر "شمیمِ فضائل" کی عطر بیزیوں سے معطر و مشکبار بنے گا ــــــــ اس لیے کہ ؎

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں ہست در گلشن میانِ بوستاں

Marfat.com

دِل زہر یابد ے غذائے میخورد   دِل زہر علے صفائے می برد

اور اس لیے کہ ہ

ذ ز قرآنِ خاک باباراَ نہا!   میوہ ہا ز سبزۃ و ریجا نہا

ذِ قرآن خرّمی باجانِ ما   می فزاید خوبی داحسانِ ما

ان صفات کے مطابق اگر واقعات اور حالات کا ذکر شروع کیا جاتے تو صفحہ کے صفحہ رنگین ہو جائیں گے لیکن موضوع پھر بھی تشنہ ہی رہے گا۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں مگر ایک "حسین خصلت" اور ایک خوبصورت صفت جس کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتا وہ حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی صفتِ "استغنا اور بے نیازی" ہے جس سے بڑے بڑے دنیادار جہاں دار بھی متاثر اور مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پاکستان کی عدالتِ عالیہ کا عظیم جج شب روز عقل کی گتھیوں کو سلجھانے والا عظیم منصف "جسٹس خمیسانی" اس درویشِ خدامست کی بارگاہ میں اکثر حاضر ہوتا اور عام آدمیوں کے ساتھ پھٹی پرانی دری اور چادر پر بیٹھ کر معرفت اور حقیقت کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا تھا، اور عشق کی سرمستیوں میں ایسا کھو جاتا تھا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے اور کئی کئی گھنٹے "ذکرِ محبوب" کی لذتوں میں گذر جاتے تھے، ایک روز خود ہی عرض کرنے لگے کہ حضرت! میری ایک خواہش ہے، کہ اگر اجازت ہو تو آپکے اس حجرہ کی پیمائش کرا کے اسکے ناپ کا ایک عمدہ قالین پیش کروں، اپنے فقیرانہ حال میں مست رہنے والے اس فقیر بوریہ نشین کی شانِ استغنا نے یہ گوارا نہ کیا اور بڑی بے نیازی سے ان کی اس شاہانہ پیش کش کو یہ فرماتے ہوئے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا کہ "ہم تو اس اپنے پھٹے پرانے بوریہ میں خوش ہیں، ہمیں اس دنیوی شان و شوکت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ زیبائش خدا آپ کو مبارک کرے"۔ ہ

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است

اسیر بندِ تو از ہر دو عالم آزاد است

حیدرآباد کی متمول ترین شخصیت، ملک کی معروف و مشہور "سندھ ٹینریز لمیٹڈ" کا مالک "حاجی محبوب الٰہی" جو دُنیاوی دولتوں اور نعمتوں کے انبار میں رہنے کے باوجود

Marfat.com

اس آستانہ کی جاروب کشی اور اپنے مُرشد کی کفش برداری کو اپنے لیے سب سے بڑا سرمایۂ افتخار سمجھا کرتا تھا، جس نے رضائے مرشد کی خاطر بلا شرکت غیرے اپنی جیب سے لاکھوں روپے لگا کر چشمِ زدن میں حیدرآباد کی سب سے بڑی مسجد اور سب سے بڑے دارالعلوم کی عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی، اس نے بھی کئی بار مختلف قیمتی اشیاء کو پیش کرنے کی آرزو ظاہر کی لیکن ہر بار اس کو سختی کے ساتھ منع کر دیا گیا ——

ملک کا عظیم صنعت کار پاکستان کی مشہور ترین فیکٹری فتح ٹیکسٹائل مِل کا مالک سیٹھ ولی محمد اکبر جی" یہ کہتا ہوا چل بسا کہ میری آنکھوں نے آج تک ایسا بے نیاز پیر و مُرشد نہیں دیکھا، وہ کہتا تھا کہ آج کل کے پیر تو ایسے ہیں کہ اگر کوئی دولت مند ان کا مرید ہو جائے تو پھر پیر صاحب اُلٹے اس کے مرید ہو جاتے ہیں اور رات دن اپنے اس مرید کے پیچھے پھرتے رہتے ہیں لیکن یہ کیسا پیر ہے کہ جب سے میں اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا ہوں اس نے کبھی میرے گھر کا رُخ بھی نہیں کیا" ؎

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی

کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

دراصل اس بیٹے کو یہ شانِ استغناء اپنے باپ کی میراث میں ملی ہے، اس کو یہ بے نیازی کا فیض اپنے اس مُرشد رہبر اور عارفِ الور سے پہنچا ہے جس کی خودداری کے چرچے گلشن گلشن اور جس کی بے نیازی کے تذکرے چمن چمن تھے۔

مذہبی خدمات

حضرت قبلہ کی بھی تمام زندگی اپنے مُرشد اور والد کی طرح مذہبی اور دینی خدمات میں گزری، آپ کی دینی خدمات کی طویل فہرست میں "رشد و ہدایت" کا اہم کام گُلِ سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے، حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جس جاں گُسل محنت کے ساتھ علم و معرفت کے جو پودے لگائے تھے، عشق و محبت کے جو گلشن آباد کیے تھے، اس لائق اور ہونہار نورِ نظر نے اپنے باپ کے لگائے ہوئے ان پودوں کو اسی جگر سوز مشقت کے ساتھ اپنے خون سے سینچا، اور اپنے اشکِ جگر سے آبیاری کر کے اس گلشن کی رونقوں کو دوبالا کر دیا۔ اور آج بھی الحمدللہ اس

Marfat.com

پیرانہ سالی کے باوجود اس بارونق اور پربہار گلستان کو کفر و الحاد، فسق و فجور اور گستاخیٔ مقام رسالت کے طوفان خیز جھونکوں سے بچانے اور اس کے حسن و جمال کو نکھارنے میں آپ شب و روز مصروف ہیں یہی وجہ ہے کہ "مثلِ نکہتِ گل" ہند و پاک میں پھیلے ہوئے لاکھوں ارادتمندوں سے یہ چمن مہک رہا ہے، اور انشاءاللہ تا ابدیوں ہی مہکتا رہے گا

اس قدر مست ہوا ہے کہ فلک سے گریا!

باغِ فردوس کی خوشبوئیں چرا لائی ہے

اس تبلیغی، اصلاحی، رہبری و رہنمائی کے عظیم کام میں آپ کے مندرجہ ذیل "شریکِ کار" یعنی آپ کے خلفاء اور سفراء جو اس "آفتابِ ہدایت" سے اکتسابِ نور کر کے ظلمتکدۂ قادب میں معرفتِ خدا اور محبتِ مصطفےٰ کے جوت جگا رہے ہیں ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱۔ جناب حکیم مشتاق احمد صاحب تلمیذ رشید حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب ، کراچی

۲۔ جناب حکیم احمد حسین صاحب ، تلمیذ حکیم محمد ظفر خاں صاحب — حیدرآباد

۳۔ جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ابنِ مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ صاحب — سکرنڈ

۴۔ جناب پروفیسر حافظ محمد مقصود احمد صاحب گورنمنٹ کالج — خیرپور

۵۔ جناب مولانا احمد خاں صاحب ، ڈبل ایم ۔ اے، فاضل حدیث — لطیف آباد

۶۔ راقم الحروف، ابوالخیر محمد زبیر، خادم آستانہ رکنیہ — حیدرآباد

۷۔ حاجی جھٹل، فادی ونڈ قوم میوات کا اچھا مقرر اور مبلغ ہے جسے اس قوم کی اصلاح کی خاطر حضرت نے بطورِ سفارت، اجازت عطا فرمائی

۸۔ مفتی محمد مظفر احمد صاحب دہلوی ابنِ مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ صاحب آپ کو بھی حضرت نے ہی خلافت سے سرفراز فرمایا تھا، لیکن افسوس آج آپ ہم میں موجود نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت کا وہ "درسِ قرآن" ہے جس سے ہزاروں لوگ فیضیاب ہوتے اور ہزاروں قلوب نورِ علم و عرفان سے جگمگا گئے، اس کا آغاز حضرت

Marfat.com

نے سب سے پہلے الور کی جامع مسجد میں اس وقت کیا جب آپ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد واپس الور مراجعت فرما ہوتے، چنانچہ اس زمانہ میں تفسیرِ کبیر کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے آپ نے الور کی جامع مسجد میں مسلسل سات سال تک پورے قرآن کا درس دیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند کے وقت جب آپ ہجرت فرما کے حیدر آباد تشریف لاتے تو یہی درسِ قرآن تھا، جس نے اس سرزمین کے ناآشنا انس و بشر اور شجر و حجر کو نہ صرف آشنا کر دیا بلکہ آپ کا گرویدہ بنا دیا، اور اسی شہر کی "مسجد ماتی خیری" اور "مدینہ مسجد" تھی جس میں اسی درسِ قرآن کی معجز طرازیوں نے تحفظِ دین و ملت اور حفاظتِ ناموسِ رسالت کی خاطر کٹ مرنے والے عشاق کی ایک کثیر جماعت پیدا کر دی۔

آپ کے مذہبی کارناموں میں فتاویٰ نویسی کی خدمات کو بھی کبھی نہیں بھلایا جا سکتا، اپنے اس خاندانی ورثہ سے جس تحقیق و تدقیق کے ساتھ آپ نے مخلوقِ خدا کو فیض پہنچایا وہ اپنے تو اپنے بیگانوں میں بھی مسلمہ ہے، اور ہمعصر علمائے کرام کو یہ فرما کر آپ کی فقاہت کو تسلیم کرنا پڑا "ماشاء اللہ جزئیات میں بڑا عبور حاصل ہے" حضرت قبلہ کا ایک ایک فتویٰ آپ کے فقیہانہ اور محققانہ انداز کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

میدانِ تصنیف و تالیف میں بھی آپ نے بڑی نمایاں خدمات انجام دیں۔ والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے "عقیدہ" پر توضیح العقائد اور مسائلِ طہارت و صلوٰۃ پر "رکنِ دین" جیسی دائمی شہرت اور قبولیتِ عام کی حامل کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ارادہ "ارکانِ خمسہ" پر کتابیں تحریر فرمانے کا تھا لیکن عمر نے وفا نہ کی اور آپ نے آخر عمر میں اپنے ان صاحبزادہ کو یہ کام تفویض فرمایا، چنانچہ باقی ارکان یعنی "روزہ، حج اور زکوٰۃ" پر اپنے مخصوص محققانہ اور عاشقانہ انداز میں اس عارفِ ملت کی نوکِ قلم سے عشق و محبت کی شیرینی اور شادابی لیے ان "خشک مسائل" کے جو شفاف چشمے ابلے ہیں انہوں نے دلِ عاشق کے شگوفوں کو گلوں کا نکھار دے دیا، ایسی تصنیفات کہ اگر ایک عاشق کی نظر سے ایک بار اس کے عاشقانہ اور عارفانہ مضامین گزر جائیں تو ع

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جاتے

Marfat.com

عوام ہوں یا خواص جس نے بھی حضرت کے اس قلمی شاہکار کو دیکھا وہ داد دیئے بغیر نہ رہ سکا حضرت قبلہ کے زمانۂ تعلیم کے جگری دوست اور رفیق، سندھ کے معروف پیر حضرت مولینا حسن جان سرہندی کے جید عالم اور پایہ کے عارف صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب سرہندی نے جب روزہ پر حضرت کی تصنیف لطیف کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ "اس موضوع پر اس سے بہتر اور بے نظیر کتاب میری نظر سے آج تک نہیں گزری" ——

اسی طرح خانوادۂ مجددیہ کے ایک اور ماہتاب حضرت مولینا محمد ابراہیم جان صاحب سرہندی نے اپنے "علم و عرفان" کی روشنی میں جب حضرت قبلہ کی کتاب الحج کا مطالعہ فرمایا تو اپنے والہانہ جذبات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ——

"حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ العالی نے جو اندازِ نگارش اختیار فرمایا ہے وہ ایسا مروح الارواح اور مفرح القلوب اور منور الابصار ہے کہ کتاب ہاتھ میں اٹھانے کے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا —— حجازِ اقدس کے ہر مقام اور حج کے ہر رکن اور اس کی ہر بات کے اسرار جو حضرت مولینا نے بیان فرمائے ہیں وہ بغیر مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ بے مثال ہیں، اس کے پہلے کسی نے بھی اتنے اسرار یکجا قلمبند نہیں کیے ہیں، ہم نے بھی بکریاں نہیں چرائی ہیں، عمر کتابوں میں گزاری ہے حج کے متعلق بھی کئی کتابیں حتیٰ کہ "المناسک" مُلّا علی قاری" وغیرہ دیکھیں اور پڑھیں ہیں لیکن ایسی کتاب نہیں دیکھی، اس کتاب کو "جواہر الاسرار"، دُرِ منثور اور ادبی شاہکار کہنا چاہیئے الخ" —— [۱]

حیدر آباد کے مقتدر عالم اور علمائے اہلِ سُنّت کی ایک ممتاز شخصیت حضرت مولینا مفتی خلیل احمد خاں صاحب قادری برکاتی جب زیارتِ حرمین شریفین سے واپس ہوتے اور حضرت قبلہ ان سے ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے تو انھوں نے حضرت سے کہا کہ —

---

[۱] پیر ابراہیم جان سرہندی، مکتوب بنام ابوالخیر محمد زبیر، محررہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ / ۱۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

Marfat.com

"آپ نے بڑی ہی لاجواب کتاب تحریر فرمائی ہے، مجھے اس کتاب سے بڑی مدد ملی اور وہاں ہر جگہ یہ کتاب میرے ساتھ رہی ——— میں نے آپ کی درازی عمر کے لیے خانۂ کعبہ میں دُعا کی ہے ———"

الغرض ان تالیفات نے علماء و مشائخ، عوام و خواص سے یکساں خراجِ تحسین وصول کیا اور اب تک حرمین شریفین اور ملک کے اطراف و جوانب سے مسلسل مدح و ستائش کے خطوط موصول ہو رہے ہیں جن کا یہاں احصاء ناممکن ہے ———

"کتاب الصیام، کتاب الحج اور کتاب الزکوٰۃ" کے علاوہ اسی شان کی چند اور آپ کی تصنیفات ہیں جو ابھی زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوتی ہیں۔ ایک خلاصۂ مثنوی ہے یعنی مثنوی مولانا روم کے ساتوں دفاتر کی تمام حکایات کو یکجا کر کے ہر حکایت کے بعد زمانہ کی بدلتی ہوئی قدروں اور عصرِ حاضر کے حالات کے مطابق بہت سے سبق آموز فوائد ذکر کیے گئے ہیں ——— اس کے علاوہ قرآنِ پاک کے چند پاروں اور مختلف سورتوں اور رکوعوں کی معرفت اور تصوف میں ڈوبی ہوئی قلم سے تفسیر لکھی گئی ہے، جو اہلِ نسبت حضرات کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہوگی ——— آپ کی حُسنِ تحریر کا ایک اور "مرقع" آپ کی وہ بے نظیر اور عالمانہ "تقاریر اور مواعظ" کا ذخیرہ ہے کہ جس سے ایک عالم حضرت کی زبان کے ذریعہ فیضیاب ہوتا رہا اور اب اِن شاء اللہ حضرت کے قلم کے ذریعہ ایک جہاں اس سے فرحت یاب ہوگا ——— حضرت قبلہ کی حالیہ کاوشوں کا ایک اور نتیجہ "دعاؤں کا ایک مجموعہ" ہے، جس میں آپ نے زندگی کے ایک ایک لمحہ کو قرآن و حدیث کی دُعاؤں سے مزین فرما کر یُمن و برکت کی دولتوں سے آدمی کو مالا مال ہونے کا طریقہ سکھا دیا ہے ——— علاوہ ازیں مختلف مواقع پر مبدء فیاض سے قلب میں القاء ہونے والے مضامین اور مسودے ابھی غیر مطبوعہ بلکہ غیر مرتبہ حالت میں موجود ہیں۔

مخلوقِ خدا کی نفع رسانی کی خاطر راقم الحروف خود ان منتشر اوراق کی شیرازہ بندی اور ترتیب و تدوین کے بعد ان شاء اللہ بہت جلد بشرطِ طباعت سے اربابِ ذوق کو شاد کام و مسرور کرے گا ——— اور وہ دن دُور نہیں جب حضرت کے یہ مخفی جواہر پارے

Marfat.com

منصۂ شہود پر آئیں گے تو ہر ایک صاحبِ ذوق زبان سے یہ کہتا ہوگا ؎

حریمِ رنگ و بو میں آج ملکہ بہار جلوہ ریز ہے
نسیمِ صبح نے اٹھا دیئے ہیں ہر طرف سے پردہائے گل

شہر حیدر آباد کے وسط میں باب الاسلام سندھ کی عظیم دینی درسگاہ "رکن الاسلام جامعہ مجددیہ" کے قیام کے سلسلہ میں حضرت کی عظیم خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں، حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں قائم ہونے والی اس عظیم یادگار کو حضرت قبلہ کے ایک مخلص حاجی محبوب الٰہی صاحب مرحوم نے اپنی جیب سے لاکھوں روپے لگا کر ایک عظیم الشان جامع مسجد کے ساتھ ایک پُرشکوہ مدرسہ ایک دلکش عمارت کی صورت میں تعمیر کرایا، حضرت قبلہ نے برسوں، اس جامع مسجد کے منبر کو اپنی کیف بار تقریروں اور دار العلوم کو اپنی پُر وقار تدریس سے آباد رکھا، عوام کو ان کی حیثیت کے مطابق ہر جمعہ کی تقریر میں علم و عرفان کی دولتوں سے سیراب کیا تو خواص کو مسندِ تدریس پر جلوہ گر ہو کے تفسیر، حدیث، فقہ، اور دیگر علومِ عربیہ کی ضو ریزیوں سے مستنیر فرمایا، اس دار العلوم کو آپ نے ایسی چند خصوصیات کا حامل بنایا جو دوسرے مقام پر مشکل سے ہی نظر آتی ہیں۔ مثلاً یہاں آپ نے "شعبہ تصوف و اخلاق" کی بنا ڈالی چنانچہ ہر روز صبح پہلے پیریڈ میں آپ تمام طلبہ اور اساتذہ دار العلوم کو جمع فرما کے اخلاقیات کا خود درس دیا کرتے تھے جس نے طلبہ اور اساتذہ کی اخلاقی قدروں میں ایک انقلاب برپا کردیا، اور ہر طالب علم ادب کے سانچوں میں ڈھل کر سلف صالحین کی یاد تازہ کرنے والا بن گیا، اس کے علاوہ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے بھی آپ نے چند مفید مگر محتاط اقدام فرمائے۔ جس میں السنۂ شرقیہ کے امتحانات کے علاوہ کالج اور یونیورسٹیز سے انگلش وغیرہ کی تعلیم کا بھی آپ نے اپنے اس جامعہ میں بندوبست فرمایا، چنانچہ الحمد للہ آج اس دار العلوم کے اکثر فارغ التحصیل طلبا جہاں دورۂ حدیث اور دورۂ قرأت کی اسناد اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں وہاں بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں بھی ان کے ہمراہ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض فضلا اگر مختلف مدارس عربیہ اور دار العلوم میں مسندِ تدریس کی رونق بخش رہے ہیں تو بعض کالجز اور یونیورسٹیز میں لیکچرار اور پروفیسرشپ کے فرائض بھی بخوبی انجام دے رہے ہیں، الغرض ملک کے

Marfat.com

پاکستان کے ایک شہر حیدرآباد میں خواجہ محمد رکن الدینؒ کی ایک یادگار یعنی سندھ کی عظیم دینی درسگاہ "رکن الاسلام جامعہ مجددیہ" کے ایک مشرقی اور شمالی حصہ کا عکس :

Marfat.com

اطراف وجوانب میں پھیلے ہوتے جامعہ ہذا کے فارغ علماء فضلاء قراء اور حفاظ، حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی تدریسی، انتظامی، تعلیمی اور اخلاقی خدمات کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

حضرت قبلہ مدظلہ العالی نے ضعفِ پیری، نقاہت اور ناتوانی کے باعث آج کل دار العلوم سے متعلق تمام مصروفیات سے کنارہ کش ہو کر عزلت نشینی اختیار فرمالی ہے اور اس طرح جامعہ کی تمام ذمہ داریاں یعنی درس و تدریس، فتویٰ نویسی، انتظام و اہتمام غرض یہ سب بارِ گراں اس رقم طراز اور ننگ اسلاف کے ناتواں کندھوں پر آگیا ہے۔ لیکن اگر حقیقت بین نگاہ سے دیکھا جاتے تو نام ضرور اس خادم کا ہے لیکن کام سب اسی کا ہے جس کے نام کا یہ دار العلوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ترقیات روز افزوں ہیں اور آنے والا دن اس کے لیے عروج اور رفعت کا پیغام لے کر آتا ہے۔

چونکہ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ پاکستان میں حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک فخیم یادگار اور آپ کے لختِ جگر کی مذہبی خدمات کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ لہٰذا اس مناسبت سے اس تاریخی جگہ کا عکس شاملِ کتاب کیا جارہا ہے ــــــــــ

سیاسی خدمات تبلیغ دین متین اور رشد و ہدایت جیسے عظیم کارہائے نبوت میں انہماک دیگر مذہبی، اصلاحی اور تعلیمی خدمات میں مصروفیات اور اس سجادہ کی عظمت کے پیشِ نظر آپ نے کبھی خارزار سیاست میں آنے کو گوارا نہیں فرمایا لیکن با ایں ہمہ اگر مذہب اور ملت پر کوئی وقت آیا تو اس فقیر گوشہ نشین نے سیاست سے بالاتر ہو کے تحفظِ دین کی خاطر کسی بڑے سے بڑے خطرہ کا سامنا کرنے سے بھی کبھی دریغ نہیں فرمایا چنانچہ ۷۰ء کے حالیہ انتخابات کے چند واقعات اس پر شاہد ہیں۔

(۱)

پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ سوشلزم کی خوفناک عفریت کو پاکستان کی سرزمین کی طرف بڑھتا ہوا آپ نے دیکھا تو اس کے سدِباب کے لیے آپ نے چند اہم اقدامات فرماتے جن میں اپنے لاکھوں معتقدین کو اس کی ہولناکیوں سے متنبہ کرنے کے علاوہ اسلامی نظریہ کی حامل جماعتوں کے متعدد اُمیدوار کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کا اہم کام بھی آپ نے انجام دیا۔ چنانچہ حیدر آباد کے حلقہ نمبر "N.W.119" کے قومی اسمبلی کی نشست کے لیے تین اسلامی ذہنیت کے اُمیدوار بیک وقت ایک متفِق سلسلۂ

Marfat.com

اُمیدوار کے مقابلہ میں کھڑے ہو رہے تھے حضرت قبلہ مدظلہ العالی نے سندھ کی برگزیدہ شخصیت حضرت پیر محمد ہاشم جان صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون سے ایک اُمیدوار کے حق میں دو اُمیدواروں کو دست بردار ہونے پر راضی کرکے اس حلقہ میں اسلامی اتحاد کو مضبوط فرمانے کی عظیم کوشش فرمائی۔ چنانچہ فیصلہ کی وہ تاریخی دستاویز جس پر تینوں اُمیدواروں نے اتفاق کرلیا تھا حضرت قبلہ اور حضرت پیر صاحب مرحوم کے دستخطوں کے ساتھ آج بھی موجود ہے، یہاں اس کی نقل پیش کی جاتی ہے ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

قومی اسمبلی حلقہ نمبر ۱۱۹ N.W کے حسب ذیل اُمیدواروں

۱. قاضی محمد اکبر

۲. چودھری محمد اشرف

۳. پروفیسر کریم بخش

نے ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی تھی کہ مصلحتِ اسلام اور مصلحتِ مسلمین کے پیشِ نظر ہم انہیں سے اس اُمیدوار کو منتخب کریں جو اس حلقہ کے سوشلسٹ اُمیدوار کو شکست دینے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہو، ہم نے حالات معلوم کرنے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ "قاضی محمد اکبر" مذکورہ بالا مقصد کے لیے زیادہ موزوں ہیں، ہم ان کو کھڑا رہنے کی ہدایت کرتے ہیں، باقی دونوں اُمیدوار ان کے حق میں دستبردار ہو کر ان کو کامیاب بنانے کی جدوجہد کریں،

ہم قاضی محمد اکبر کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ہر حال میں اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو مقدم رکھیں اور اسلامی دستور بنانے کے سلسلہ میں ہر طرح سے کوشش کریں۔

دستخط — دستخط

محمد محمود عفرلہٗ — عبدہٗ محمد ہاشم مجددی،

(۲)

اسی انتخاب میں مقتدر علمائے کرام اور مختلف پارٹیز کے نامور زعمائے سیاست نے حضرت کو حیدرآباد سے قومی اسمبلی کی نشست پر انتخاب لڑنے کے لیے بیحد مجبور کیا لیکن آپ

Marfat.com

نے یہ فرما کر ان سے انکار کر دیا کہ :

"یہ فقیر اپنے اس مُرشد کے سجادہ پر بیٹھ کے جو مذہب و مِلت کی تھوڑی بہت خدمات انجام دے رہا ہے، کرسی پر بیٹھ کے وہ بھی نہ دے سکے گا، اس لیے کہ ہر کام کے لائق علیحدہ علیحدہ شخص ہوتے ہیں، میں اس عظیم امر کے لائق اپنے آپ کو نہیں سمجھتا ——"

چنانچہ اس جاہ و منصب سے بیزار، اس نام و نمود سے پاک مردِ قلندر کے اس انکار نے علماء اور سیاست دانوں کو مغموم ضرور کیا لیکن وقت آنے پر جب اسی گنجِ عزلت میں بیٹھ کر اسلام پسند جماعتوں کے ساتھ جو بھرپور تعاون آپ نے فرمایا اس نے افسردہ چہروں اور مغموم قلوب کو مسرور و شاداب کر دیا، اس موقعہ پر میں اس واقعہ کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب آستانہ شرقپور شریف کے صورت و سیرت میں "حسین" خلق و عادات میں "جمیل" سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری قصور کے ایک حلقہ سے قومی اسمبلی کے انتخاب کے لیے کھڑے ہوئے تو چونکہ اس علاقہ میں حضرت قبلہ کے متوسلین کی کافی تعداد موجود ہے اس لیے حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت قبلہ مدظلہ العالی سے اپنے اثرات استعمال کرنے کی درخواست کی، چونکہ انہی ایام میں حضرت کے ایک مخلص حاجی محبوب الٰہی صاحب کا انتقال ہوا تھا اس لیے حضرت خود تو نہ جا سکے لیکن حکیم احمد حسین صاحب قبلہ اور اس احقر کو جس نے کم سنی کے باعث کبھی گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالا تھا، اپنا ایک مکتوب دے کر قصور کی طرف روانہ کر دیا، چنانچہ حضرت کے حکم پر اس عاجز اور حکیم صاحب قبلہ نے کتنی دنوں تک لگاتار صبح و شام دورے کیے، گاؤں گاؤں گئے، گھر گھر جا کر مخلصین کو بیدار کیا، اور ایک ایک کو حضرت قبلہ کا پیغام دے کر اس کی مذہبی ذمہ داری کا احساس دلایا ——

الغرض ایسے بہت سے مواقع پر یہ دردمندِ قوم و مِلت عشقِ مصطفیٰ کی وفا شعاریوں کے ساتھ موجود نظر آیا ——

سجادہ نشین شاہ رکن الدین حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہ العالی کے نہیں حالات پر انحصار کیا جاتا ہے، اگر آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتے تو اس کے

Marfat.com

لیے دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ اس کتاب کی تنگ دامانی اس "حسن" کے بے شمار پھولوں کو اپنے اندر سمونے سے عاجز ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسنِ تو بسیار !
گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد !

خلفاء و سفراء حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جن حضرات کو قبائے خلافت و سفارت سے نوازا وہ اگرچہ تعداد اور کمیت کے لحاظ سے بہت کم ہیں لیکن کیفیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں، آپ نے ہر کس و ناکس کو اس "عظیم منصب" پر فائز کرنا کبھی گوارا نہ کیا بلکہ ایسی شخصیتوں کو آپ نے یہ ذمہ داری سونپی جو حقیقت میں اس کے اہل تھے اور رشد و ہدایت، رہبری و رہنمائی کے بارِ گراں کو بجا طور پر سنبھالنے کی اپنے اندر پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے، ان میں سر فہرست حضرت کے صاحبزادہ، اس سجادہ کی رونقوں کے رکھوالے، اور اس آستانہ کے تمام متعلقین کے دُلارے، حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہ العالی کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں، علاوہ ازیں آپ کے مختصر حالات ابھی چند اوراق میں گزر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر آپ کے خلفاء اور سفراء کا مختصر تعارف یہ ہے۔

۲۔ مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحب خانوادۂ مسعودیہ کا چشم و چراغ، خانقاہِ مسعودی کے گلشن کی بہار، درجِ افتاء کا دُرِّ شہوار، آسمانِ ولایت اور رشد و ہدایت کا ماہتابِ ضیاء بار، پایۂ سلطنت دہلی میں سیاسی، مذہبی، سماجی سرگرمیوں کی مرکز شاہی مسجد فتحپوری دہلی کا موروثی اور شاہی امام، شاہ محمد مظہر اللہ اسی بستانِ الور کا ایک حسین مہکتا مسکراتا پھول، اور اسی گلستانِ رکنویہ کا ایک ایسا دلکش و دلربا "پودہ" تھا جس کو اس باغ کے "مالی" نے اپنے خون سے سینچ کر پروان چڑھایا اور ایک ایسا عظیم سایہ دار درخت بنا دیا کہ جس کے "سایۂ رحمت" میں لاکھوں پریشان حال، بے چین و بے قرار مخلوقِ خدا کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا تھا، ہاں ہاں! سرزمینِ دہلی میں علوم و حکمت کا یہ "عطر افشانی" اسی الور کے عطارِ علم و معرفت" کی خوشبوؤں کا فیض یافتہ تھا جس کی نکہتوں سے دلوں کے گلشن مہک گئے تھے ؎

Marfat.com

طبلہ عطر گل و درج عبیر افشاں؟
فیضِ یک شمہ ز بستے خوش عطار من است

اس گلشن کا "مالی" اپنے باغ میں اس بہار افزا "پودے" کو کس طرح لایا؟ اور اس کی کس طرح اس نے تربیت کی؟ عندلیبانِ باغِ رکنوی اس کی دلچسپ داستان یوں بیان کرتے ہیں کہ ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ حضرت سید امام علی شاہ صاحب اتر چھتر کے صاحبزادہ اور سجادہ نشین، قطبِ عالم حضرت سید صادق علی شاہ صاحب[ل] رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء)، نے

ل آپ علوم ظاہری و باطن کے بحر ذخار تھے، آپ کی عارفانہ شان کا کچھ اندازہ آپ کی اس تفسیر صادق سے ہوتا ہے، جس میں آپ نے عم کے پورے پارے کی تفسیر کمل تصوف اور معرفت کے رنگ میں فرمائی ہے اس کا ایک قلمی نسخہ حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہ العالی کے نادر کتب خانہ میں موجود ہے "علم ظاہر" کی تکمیل کے لیے آپ کے والدِ گرامی سید امام علی شاہ صاحب نے آپ کے لیے جس استاد کا انتخاب فرمایا وہ ان کے خلیفہ اور محدثِ وقت حضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ (یعنی شاہ محمد مظہر اللہ کے جدِ امجد) کی ذاتِ اقدس تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت سید صادق علی شاہ صاحب کو اپنے استاذ کے گھرانہ کا اتنا خیال تھا کہ اپنے استاذ کے پوتے یعنی شاہ محمد مظہر اللہ کو خود بلا کر ان کو بیعت فرمایا اور ان کی تربیت کے لیے حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرمایا ـــــ "مفتی غلام سرور لاہوری" جو جلیل القدر عالم اور مورخ ہونے کے علاوہ سید امام علی شاہ صاحب کے ہم عصر بھی تھے اپنی کتاب میں سید صادق علی شاہ صاحب کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

حضرت (سید امام علی شاہ) کی وفات کے بعد سید صادق علی شاہ ان کے فرزند ارجمند مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے جو اپنے والد کی طرح کمال حلیم و خوش خلق و مہمان نواز و صاحب دولت و جاہ ہیں حق سبحانہٗ و تعالیٰ انے جامہ نثر میں ان کو ... مشابہت بخشی ہے ـــــ سید صادق علی شاہ کی زیارت سے مولفِ کتاب (مفتی غلام سرور لاہوری) بھی مستفید ہوا ہے، سبحان اللہ! کیا کہنا! نہایت بزرگ اور باخدا مرد ہیں، درود شریف کا ذکر اکثر اوقات ان کی مجلس میں ہوتا ہے، اور ذکر نفی و اثبات دائمی ورد ہے، اس سال میں حضرت کا جوان لڑکا فوت ہو گیا، حضرت نے کمال صبر کیا اور کسی طرح کی شکایت زبان پر نہ لاتے۔"

(مفتی غلام سرور لاہوری، حدیقہ اولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۰)

Marfat.com

اپنے آخری ایام میں ایک روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الور ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا جس میں تحریر تھا کہ :

"نہ معلوم اس سال فقیر کی عمر وفا کرے یا نہ کرے آپ دہلی سے مولوی محمد مظہر اللہ سلمہٗ کو اپنے ساتھ یہاں عرس پر اس دفعہ ضرور لیتے آئیں۔"

اس زمانہ میں حضرت قبلہ مفتی اعظم کی عمر مبارک صرف تیرہ سال کی تھی اور آپ اپنی "نانی صاحبہ" کے زیر کفالت تربیت پا رہے تھے اور ان کو اپنے اس نواسے سے اس قدر پیار تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں دیکھ سکتی تھیں، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کو اپنے ہمراہ لے جانے کے لیے دہلی تشریف لاتے تو آپ کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ نانی صاحبہ کے ہوتے ہوتے کس طرح آپ کو لے جایا جائے، ادھر نانی صاحبہ کی قہر آلود نظریں آپ کو لے جانے سے دامن کش تھیں، تو ادھر قطب عالم کی فیض رساں "شوطر لزیاں" آپ کو وہاں لے جانے پر مجبور کر رہی تھیں، آخر اس شاہ الور نے آستانہ عالیہ امامیہ کے حکم کی بجا آوری کو مقدم رکھتے ہوئے "نانی صاحبہ" کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ کر آپ کو وہاں لیجانے کا پروگرام بنا لیا، اور خاموشی کے ساتھ چھپ کر حضرت قبلہ مفتی اعظم کو آستانہ عالیہ رتر چھتر لیجاکر حضرت سید صادق علی شاہ کی حریم ناز میں حاضر کر دیا، آپ نے دیکھ کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور اسی وقت مبیعت فرما کر "نسبت" سے نوازا، اور اس طرح اس "نہال مسعودی" کو کشت معرفت میں لگا کر اس کی نگہداری اور تربیت کا اہم کام اسی "گلشن مسعودی" کے ایک ادنیٰ خادم حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ جن کی وساطت سے آپ کو یہاں طلب کیا تھا، انہیں کے سپرد کر دیا ——— دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بعض دوسرے خلفاء حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں حضرت شاہ محمد مسعود کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کو اس غرض سے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے کہ ان کو بھی خلافت و اجازت عطا فرما دی جائے لیکن آپ نے ان کی طرف کوئی التفات نہ کیا اور فرمایا کہ "جس کا جو حصہ تھا وہ اس کو مل گیا" ——— اللہ اکبر! کیا ادائے حقیقت شناس ہے کہ حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کے ہوتے ہوئے ان کے "پوتے" پر نگاہ

انتخاب پڑتی ہے اور ان کو "نہال" کر جاتی ہے ؎

نگاہِ ناز جسے آشنائے راز کرے !

وہ اپنی خوبی قسمت پر کیوں نہ ناز کرے

بہر حال حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آستانہ عالیہ امامیہ کی تفویض کردہ اس عظیم ذمہ داری کو بخوشی قبول کیا اور باحسن وجوہ اس کو پورا فرمایا، اپنے مُرشد کے آستانہ کی رونقوں کو قائم رکھنے کے لیے، اس گلشنِ مسعودی کی پربہار فضاؤں کو یوں ہی پُر رونق رکھنے کے لیے اس "گلِ ناز آفریں" کی پرورش میں آپ نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، اور اپنی شبانہ روز آبیاری اور جگر سوز نگہداری سے اس کی تکمیل فرما کر ایک عالم کے مشامِ جان معطر کرنے کا سامان مہیا کر دیا ——

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ابن مفتیٔ اعظم اپنے دلکش انداز میں اس حقیقت کا یوں اعتراف کرتے ہیں۔

"چوں کہ بیعت کے دوسرے ہی سال شیخِ طریقت علیہ الرحمۃ (حضرت سید صادق علی شاہ صاحب) کا وصال ہو گیا، اس لیے حضرت مولینا رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منازلِ سلوک کی تکمیل کرائی، اور صحیح یہ ہے کہ تربیت کا حق ادا کر دیا، حضرت کی (مفتی اعظم) ذاتِ گرامی ایک طرف حضرت صادق علی شاہ کی نگاہِ معجز اثر کا اعجاز تھی تو دوسری طرف حضرت مولانا رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ کیمیا اثر کی زندہ کرامت —— [1]

ادھر خود حضرت قبلہ مفتی اعظم مظہر اللہ شاہ صاحب کو اپنے اس "مربی" کی ناز برداریوں کا کتنا احساس اور اس محسن کی کرم کوشیوں اور دلدوز کوششوں کا کتنا پاس تھا، اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز حضرت قبلہ مفتی اعظم جب الور تشریف لاتے تو آپ نے شاہ محمد مسعود کے ایک خلیفہ "پیرجی عبدالغفور" کے یہاں قیام فرمایا، اور وہاں سے انہیں کچھ بتائے بغیر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے، پیرجی کو یہ بڑا ناگوار گزرا

---

[1] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تذکرۂ مظہر مسعود، ص: ۱۵۴

Marfat.com

کہ یہ مجھ سے اجازت لیے بغیر وہاں کیسے چلے گئے، کیونکہ وہ دراصل آپ کو اپنے زیرِ تربیت رکھنا چاہتے تھے، چنانچہ جب حضرت قبلہ مفتی صاحب وہاں سے واپس آتے تو "پیر جی عبدالغفور" نے بڑے برہمی کے لہجہ میں آپ سے کہا کہ "کیا تم "ٹھگر گدس" کی طرح ادھر ادھر پھرتے رہتے ہو" حضرت مفتی صاحب قبلہ کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ مرشد کے مقرر کردہ "مربی" کے ہوتے ہوئے کسی اور کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے، چنانچہ ان الفاظ کو سن کر آپ کو غصہ آ گیا، اور آپ نے ان کے دماغ سے "سودائے تربیت" کو نکالنے کے لیے اور "مربی" بننے کے اس خیال اور گھمنڈ کو خاک میں ملانے کے لیے یہ اقدام فرمایا کہ اسی روز پہلی گاڑی سے دہلی تشریف لے آئے اور دوسرے ہی روز پہلی گاڑی سے واپس الور آ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام فرمایا، اور اپنے عمل سے ان کو بتا دیا کہ "ایک در" سے فیض حاصل کرنے والا ہر ایک در پر کاسۂ گدائی لیے نہیں پھرتا ——— اور "ایک کمالِ حسن" کا شیدائی ہر ایک "جلوہ" کا ہرجائی نہیں ہوتا۔

دیکھی ہے جب سے اس رخِ پُرنور کی جھلک

جچتی نہیں کسی کی صورت نگاہ میں!

اسی قسم کا ایک اور واقعہ لائقِ دید ہے کہ عبدالکریم چھلیہ کو جس سے حضرت صاحب ناراض تھے، مفتی مظہر اللہ صاحب سے عقیدت ہو گئی مفتی صاحب قبلہ کو جب حضرت کی ناراضگی کا علم ہوا تو آپ بھی اس سے ناراض ہو گئے اور اس سے فرمایا کہ جب تک تم شاہ رکن الدین کو راضی کر کے ان کو خوش نہ کر لو گے، ان سے معافی مانگ کر ان کی رضائے قلبی حاصل نہ کر لو گے اس وقت تک میں بھی تم سے خوش نہیں ہونگا۔

حضرت شاہ محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۸۶ء کو اس عالمِ رنگ و بو میں قدم رکھا، ایک عرصہ تک بندگانِ خدا کو علم و معرفت سے سیراب کر کے ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء بروز پیر اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے آپ کے تفصیلی حالات "تذکرہ مظہر مسعود" میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں ———

۳۔ مولانا ارشاد علی صاحب ریاست الور کے مقتدر عالم اور فاضل، پاکستان کی عظیم دینی شخصیت علامہ ابو البرکات سید احمد

Marfat.com

صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) کے استاذ محترم[1]، جو اعلیحضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت اور فیضِ صحبت رکھتے تھے، ابھی دیرِ رکنوی سے صاحب مجاز تھے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے آپ ہی کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا تھا، "ذوقِ شاعری" سے بھی آپ بہرہ ور تھے، چنانچہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رکنویہ کا منظوم شجرہ شریف آپ ہی کے فکرِ رسا کا نتیجہ ہے، جس کا آخری یہ شعر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی والہانہ محبت و عقیدت اور احترام و عظمت کا دائمی اور منہ بولتا ثبوت ہے ؎

دے مجھے سوزِ محبت تا مٹے میری خودی

رکنِ دین پیرِ برحق پارسا کے واسطے

آپ کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا قلبی تعلق تھا، اکثر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے، اسی زمانہ میں آپ کے چند متعلقین نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفت کی فضا قائم کرنے کی کوشش کی جس کا آپ کو بڑا دکھ تھا، اس کے متعلق اکثر حضرت سے عرض کیا کرتے تھے کہ:

"حضرت یہ لوگ مجھے تباہ کر دیں گے۔"

بہرحال "سوزِ محبت" سے اپنی خودی کو مٹا کر اس "پیرِ برحق پارسا" کی ارادت و الفت کے چراغ اپنے دل میں فروزاں کیے یہ "پیکرِ صدق و صفا" "۴۳" سال کی عمر میں بمقام "کوٹہ" سفر کے دوران عالمِ بالا کی طرف سفر کر گیا — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ —

۴۔ قاضی علی اکبر صاحب ریاست جھالاواڑ میں عہدۂ "قضاۃ" پر فائز تھے، عید کے روز فوجی دستے کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف روانہ ہوتے تھے، اور نمازِ عید کے بعد جب توپوں کی گھن گرج سے سارا شہر اور دور دراز کے تمام علاقے لرز جایا کرتے تھے تو اس وقت سب کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اب قاضی صاحب توپوں کی سلامی

---

[1] تذکرہ علمائے اہلِ سنت و جماعت لاہور از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مطبوعہ ۱۹۷۵ء لاہور، ص: ۳۱۹

لے رہے ہیں - آپ جہاں ریاست کے مایۂ ناز جسمانی طبیب تھے وہاں روحانی معالج بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں خدا نے وہ شفاء عطاء فرمائی تھی کہ بعض بیماروں نے اگر آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ پانی میں گھول کے پی لیا تو اللہ نے اس کو بھی شفا دے دی "فقیری" میں آپ کی شاہانہ سطوت و شوکت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کبھی ریاست کے راجہ کے پاس جاتے تو وہ آپ کی تعظیم میں فوراً کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔

فقر کے معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ

الغرض ایسی سطوتِ شاہانہ کا مالک، عوام و خواص کا یہ ہر دلعزیز، اسی الور کے آستانہ کا ایک ادنیٰ خادم تھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ اور آپ ہی کی خلافت کا فیض یافتہ اور آپ کی "محبت" میں وارفتہ تھا، عشقِ مرشد میں وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آخر عمر میں جب آپ پر فالج کا حملہ ہوا تو آپ کے معالج ریاست ٹونک کے نامور طبیب جناب حکیم شمس الرحمن صاحب نے آپ کو پانی کی سخت ممانعت کر دی، آخر چند دنوں میں تو پیاس کا اس قدر سخت غلبہ ہو گیا تھا کہ ایک ایک سے پانی طلب کیا کرتے تھے لیکن معالج کی ممانعت کی وجہ سے ہر شخص دل پر پتھر رکھ کر گزر جایا کرتا تھا - اور آپ یوں ہی پیاس کی شدت میں تڑپتے رہ جاتے تھے، اسی حال میں مرشد کا خط الور سے نسخۂ کیمیا لے کر پہنچا، جس میں لکھا تھا کہ :

"محبوب کا فعل بھی محبوب ہوتا ہے -"

یہ "الفاظ" اس تشنگی اور پیاس کی شدت میں "آبِ کوثر" کا کام کر گئے، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس بے قرار عاشق نے اپنے محبوب کے اس نسخۂ شفا کو بار بار سینہ سے لگایا، آنکھوں پہ رکھا اور ہونٹوں سے چوما، اور پھر اس کے بعد چوبیس گھنٹے اس دُنیا میں رہے لیکن پھر کسی سے پانی نہیں مانگا، سچ کہا شاعر نے ۔

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اُسے غمِ جاناں بنا دیا

۵۔ مولانا اخلاق احمد صاحب

آپ صاحبِ نسبت بزرگ تھے، اسی آستانہ سے شرفِ بیعت بھی حاصل تھا اور خرقۂ خلافت بھی

Marfat.com

آپ کا وطنِ اصلی تو رامپور تھا مگر ایک عرصہ آپ نے جھالاواڑ میں قیام کیا اور اس کے بعد باقی عمر "احمد آباد" میں بسر فرمائی، تقسیمِ ہند کے بعد تقریباً ۲۰، ۲۵ سال تک آپ نے ہندوستان کے ظلمتکدہ میں شمع معرفت کو فروزاں رکھا، آپ کے ارادتمند جھالاواڑ اور احمد آباد اور اس کے نواحی علاقوں میں بکثرت موجود ہیں ——— اپنے شیخ اور مرشد کی محبت میں فانی تھے، یہی وجہ تھی کہ ان کو شیخ کے جانشین اور صاحبزادے سے حضرت محمد محمود صاحب الوری سے بھی بہت محبت تھی اور وہ آپ کو اپنی مذہبی سرگرمیوں سے اکثر مطلع کرتے رہتے تھے چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ———

"اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر دے کہ اپنی ظاہری و باطنی نشانی اور اپنا نمونہ کامل چھوڑ گئے ہیں جس سے مخلوق مستفید و مستفیض ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ اس میں خوب برکت عطا فرماتے اور حضرت صاحب و جناب کا اسمِ گرامی تا قیامت مخلوق پر مثلِ آفتاب درخشاں و تاباں رکھے۔ آمین آٹھ روز احمد آباد قیام رہا روزانہ بعد مغرب حلقے ہوتے رہے، بحمد اللہ آٹھ شخص داخلِ سلسلہ ہوتے، ان میں سے سب پابندی کر رہے ہیں ان پر اثرات بھی بحمد اللہ اچھے ہوتے ہیں، ایک شخص کی حالت زیادہ اچھی ہے ——— اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آخر سردی میں اول نئے مقامات یعنی احمد آباد، پیچپاڑ، چھترپور کا دورہ کرنے کے جھالاواڑ و مالوہ کا دورہ ہوگا ——— [1]

۶۔ حاجی عبدالعزیز صاحب

آپ کو بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی شرفِ خلافت حاصل تھا۔ آپ نہایت کم گو، سادہ مزاج، عبادت گزار متقی، پرہیزگار اور شب زندہ دار تھے، معرفت میں بڑا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور اکثر اپنے خطوط میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عارفانہ استفسارات کرتے تھے جن کے جواب میں حضرت صاحب آپ کو جو رموزِ معرفت سے لبریز مکاتیب گرامی ارسال فرمایا کرتے تھے وہ دیدنی تھے

---

[1] مکتوب مولانا اخلاق احمد صاحب، رامپور، بنام شاہ محمد محمود صاحب حیدرآباد سندھ، محررہ ۵، اکتوبر ۱۹۲۹ء

Marfat.com

——— چنانچہ آپ کے نام حضرت کا ایک نامہ والا، نامہ و پیام" کے عنوان کے تحت پچھلے اوراق میں گذر چکا ہے ——— آپ ہی کے نام حضرت کا ایک اور والا نامہ" طریقت کے نکات سے معمور" ہمیں دستیاب ہوا جس کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں تاکہ "متکلم" کی اس میدان میں وسعتِ نظر اور تبحر علمی کے ساتھ ساتھ "مخاطب" کی بھی استعداد کا اندازہ ہو جاتے ——— فرماتے ہیں ———

" قیومیت کے متعلق حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی سوال ہوتے تھے جن کا جواب مکتوب معصومی کی دوسری جلد میں موجود ہے وہاں دیکھ لو ——— دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ تلاحقِ افکار سے ہر شئے کے اندر رونق کی اور زیادتی ہو جاتی ہے، دوسرے بالہاماتِ الٰہی نظر بشفقتِ مردم اہل اللہ خصوصاً نقشبندی کچھ نہ کچھ بتقاضائے فضل مزید اختراع و ایجاد بھی کرتے رہتے ہیں کما لا یخفی علی الماھرین ——— پس بلحاظ سستی طلبِ طالبان و انہماکی دنیاداری اس شاخ ہماری کے اندر ذکر کو دور کیا اور وقوفِ قلبی شروع سے تعلیم کی، در اصل یہ طریقہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکلا، جس کا مفصل ذکر "رشحات" کے اندر ہے، نیا طریقہ نہیں ہے لیکن جب کوئی سالک عام کردے تو وہ ان لوگوں کی نظروں میں کہ جو کوتہ نظر، کم استعداد یا ماہر کتبِ قدیمہ نہیں جدید معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ نے بھی مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر ذکر موثر نہ ہو تو قلب کی طرف متوجہ ہونا، صرف تعلیم کیا جائے کہ نورِ ذکر تھوڑے ہی دنوں میں گھیر لے گا ——— غرض اکابروں کے کلام میں خاص اس طریقہ کا ثبوت موجود ہے، مگر خاص طالبوں کے لیئے ہمارے حضرات نے اس خاص طریقہ کو عام کر دیا اور اپنی توجہ کی قوت سے جذبِ خاص بھی قلبِ طالب کے اندر ڈال دیا، جس نے ایک خاص امتیاز پیدا کر لیا، پھر قادری اور چشتی نسبتوں کی آمیزش نے بھی صورتِ خاص پیدا کر دی اور ایک خاص وجدانی ہیئت ہو گئی جس کو حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

سلوکِ مسعودی کے اندر اس طرح تحریر فرما رہے ہیں کہ "از مجموعۂ ہر سہ نسبت طریقہ جدیدہ پیدا شدہ کہ رنگ عجیب و غریب ازاں ہویدا گشتہ ــــــ کوئی شخص تعلیم طریقہ کے لیے تمہارے پاس حاضر ہوا یا نہیں ــــــ حلقہ مراقبہ ہوتا ہے یا نہیں؟" ــــ [1]

ان حضرات کے علاوہ بطور سفارت جس کو اس بارگاہ سے اجازت عطا ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں

(۱) مصاحب خاں صاحب

(۲) قاضی شجاع الدین صاحب

(۳) حاجی بشیر احمد صاحب، جلالدار

معاصرینِ کرام علمی اور روحانی دُنیا میں حضرت کی شخصیت بڑی معروف و مشہور ہے، ہندو پاک کا وہ کون سا عالم، صاحبِ سجادہ یا روحانی بزرگ ہے جو آپ کی ذات اور آپ کے زریں کارناموں سے واقف نہیں، کچھ نہیں تو "رسالہ رکنِ دین" ہی آپ کا ایسا دوام شہرت کا حامل شاہکار ہے جس سے بالواسطہ ہر خاص و عام کو حضرت کا کچھ نہ کچھ تعارف حاصل ہے، لیکن وہ علماء، صوفیاء، مشائخ اور دانشور جن سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی تعلق تھا یا کوئی خاص واقعہ جن سے منسوب تھا ان حضرات کا یہاں اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے ــــــ

نور المشائخ مُلّا شور بازار وہ مردِ خود آگاہ جس کی سیاسی اور مذہبی خدمات تمام عالمِ اسلام کے لیے بالعموم اور افغانستان کے لیے بالخصوص کبھی نہیں بھلائی جاسکیں، وہ بوریہ نشین مگر آسمانِ فقر کا وہ تاجدار جس کی ابرو کے ایک اشارہ نے فرش نشین کو عرش نشین کر دیا، اپنے در کے ادنیٰ غلاموں کو ایک نظر میں فرشِ خاک سے اُٹھا کے سر پر "تاجِ حکومت" رکھ کے تختِ سلطنت کا والی بنا دیا، تاریخ شاہد ہے کہ وہ اسلامی فوج

---

[1] مکتوب شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ بنام حاجی عبدالعزیز صاحب بھٹنڈہ، مرسلہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۳ء

Marfat.com

کا بے سرو ساماں مگر روحانی طاقت پر نازاں سپہ سالار تھا جس نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران اپنے مخلصین و مریدین کے ہمراہ عملی جہاد میں حصّہ لے کر مسلمانوں کی مدد کی اور انگریزوں کو شکستِ فاش سے دوچار کرکے افغانستان کو حقیقی آزادی سے ہمکنار کر دیا یہی وہ "مستغنی عن الالقاب" ذات تھی جس کو شاہِ افغانستان "امان اللہ" نے نور المشائخ کے خطاب سے نوازا تھا اور مُلک کا وہ اعلیٰ تمغہ جسے "تمغۃ المعالی" کہا جاتا ہے عطا کیا کہ آج تک افغانستان کی تاریخ میں وہ کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور آپ ہی کو نادر شاہ کے دور میں وزیرِ عدلیہ بھی مقرر کیا گیا، یہی وہ لاکھوں قلوب پر حکمرانی کرنے والا بے تاج کا بادشاہ تھا —— جس نے نادر شاہ کو پیرس سے افغانستان آکر زمامِ حکومت سنبھالنے کا حکم دیا، اور اپنے لاکھوں ارادتمندوں کے ساتھ جہاد کرکے اس وقت کے حکمران "بچہ سقہ" کو معزول کرکے محمد نادر شاہ شہید" کو تختِ شاہی پر متمکن کیا۔ ؎

ترا نقشِ کفِ پا روکشِ خورشیدِ تاباں ہے
ترے در کے گدا کو ہے شرفِ داراب و بہمن پر

یہی وہ "شاہوں کو شاہ بنانے والا فقیر رہ نشین تھا کہ جس نے "نادر شاہ" کی شہادت کے بعد اپنی اثر انگیز تقریر اور شعلہ بار خطبوں سے مُلک میں پھیلی ہوئی بے چینی و بدامنی کو دُور کرکے ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر ساری فوج اور عوام کو ظاہر شاہ کا وفادار بنا دیا اور تختِ سلطنت اس کے حوالہ کر دیا —— شاید ایسے ہی "ملاؤں" کے لیے اقبالؒ ابلیس کی یہ نصیحت یوں اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے ؎

افغانیوں کی غیرتِ دین کا ہے یہ علاج
مُلّا کو اُن کے کوہ و دمن سے نکال دو!

اور ہاں یہی وہ ملّتِ اسلامیہ کا پاسبان تھا کہ جس کی خدمتِ اقدس میں قائدِ اعظم محمد علی جناح جب ایک وفد لے کر اپنے مشن اور پروگرام سے آگاہ کرنے کے لیے گئے تو اُس نے وفد کو مسلمانوں کے ساتھ بھرپور تعاون کا مکمل یقین دلایا، اور عملی طور پر اس میں حصّہ بھی لیا ——

الغرض فقیری میں شاہی کرنے والا بلکہ "شاہ" بنانے والا یہ درویشِ الور کے اس اقلیم

ولایت کے فرمانروا شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتوں سے بخوبی واقف تھا، اور فضلت معرفت میں رفعتوں کا قلب کی گہرائیوں سے معترف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سرہند شریف میں عرس مجدد کے موقع پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر تشریف لاتے اور ملاقات فرمایا کرتے تھے، "قلبی تعلق" کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ حضرت صاحب کے وصال کے بعد جب آپ کا افغانستان سے ہندوستان آنا ہوا تو سرہند شریف ہوتے ہوتے آپ حضرت صاحب کی تعزیت کے لیے خود الور تشریف لائے، جب الور اسٹیشن پر آپ کی خصوصی ٹرین پہنچی تو فضائے الور زمزمۂ توحید و رسالت سے گونج اٹھی۔ اور پھر جس شان و شوکت سے آپ کا استقبال کیا گیا ایسا آج تک الور کی تاریخ میں کسی شخصیت کا نہیں ہوا۔ لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، راجہ کے بگی خانہ کی سینکڑوں خوبصورت بگیوں اور پایۂ سلطنت دہلی سے آتی ہوئی بسوں، گاڑیوں اور کاروں کے جلوس میں یہ قافلہ اسٹیشن سے حضرت شاہ رکن الدین کے آخری اور ابدی آرام گاہ کی طرف رواں دواں تھا وہاں پہنچنے کے بعد حضرت مُلّا شور بازار رحمۃ اللہ علیہ نے مزارِ پُرانوار پر فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد ایک عظیم اجتماع سے آپ نے فارسی زبان میں خطاب فرمایا جس کا ترجمہ حضرت شاہ محمد محمود صاحب فرماتے جاتے تھے، اپنی اس طویل مگر دلپذیر تقریر میں حضرت نور المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ :

"اولاد دو قسم کی ہوتی ہے ایک "صلبی" اور دوسری "معنوی" حضرت مولانا شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صُلبی اولاد میں نہیں تھے لیکن بلاشک و شبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ معنوی" میں سے تھے"

اس کے علاوہ حضرت کے علمی اور روحانی مقام آپ کی تعریف و توصیف اور اپنے قریبی مراسم کا ذکر فرمانے کے بعد حضرت قبلہ نور المشائخ نے اپنے دستِ مبارک سے اس سجادہ کے "والی" پیر طریقت حضرت شاہ محمد محمود صاحب مدظلہ العالی کے سر پر دستار باندھی اور اپنے ہی مبارک ہاتھوں سے آپ کو خرقہ پہنایا، اور آخر میں قبلہ رُو ہو کر بہت دیر تک بارگاہِ الٰہی میں دستِ دعا دراز رکھا اور صاحب سجادہ کے لیے بھی خصوصیت کے ساتھ دعا فرمائی ——

Marfat.com

یہ انہیں کاملین کی دُعاؤں کا صدقہ ہے کہ اس آستانہ کی رونقیں آج تک آباد ہیں اور مزید روز افزوں ہیں ———

پیر محمد حسن جان سرہندی

۶؍شوال المکرم ۱۲۷۸ھ کو قندھار خاکِ افغانستان سے چمکنے والا خاندانِ مجددیہ کا وہ دُرِ شہوار جو نہ صرف علومِ عقلیہ و نقلیہ کا ماہر تھا بلکہ علومِ باطنیہ کا بھی فاضل تھا، جس نے قندھار سے سندھ میں آکر سکونت اختیار کی اور اس علاقہ کو توحید و رسالت کی ضیاء پاشیوں سے منور کر دیا،

اپنے آبائی سجادہ کو، جہاں علمی، روحانی اور تبلیغی امور سے سجایا وہاں "مذہبی سیاسی" سرگرمیوں سے بھی اس کو آراستہ رکھا، چنانچہ تحریکِ آزادی، جنگِ طرابلس، تحریکِ خلافت، تحریکِ ہجرت اور آخر میں تحریکِ پاکستان میں آپ نے بھرپور کردار انجام دیا اور کانگرسی لیڈروں کی مخالفت اور مسلم لیگی زعماء کی حمایت کرکے آپ نے اس علاقہ میں ایک انقلاب برپا کر دیا[1]

ریگ زارِ سیاست میں جولانیوں کے باوجود "میدانِ علم میں تصنیف و تالیف اور سُخن سنجی و سخن گوئی کا جو سلسلہ آپ نے ساتھ ساتھ جاری رکھا وہ حیرت انگیز ہے، آپ کی بہت سی علمی تصانیف آپ کی تبحرِ علمی کا پتہ دیتی ہیں، اور اپنے جوان لڑکے کی وفات پر مرثیہ کا یہ مطلع آپ کے اعلیٰ ذوقِ سخن کا غماز ہے ؎

بے تو اے راحتِ دل نعمت دنیا چہ کنم!
جانِ شیریں چہ کنم دیدۂ بینا چہ کنم!

اس "علم و عمل" کے پیکر نے ۱۳۶۵ھ میں ٹنڈو سائیں داد میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی ——— حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی سب سے پہلے شناسائی عرسِ مجدد کے موقعہ پر سرہند شریف میں ہوئی، پہلی ملاقات نے حضرت کی نورانی اور پاکیزہ صورت و سیرت کا آپ کو گرویدہ بنا لیا، اور پھر جانبین سے محبت و اُلفت کے نامہ و پیام سنے اس "اُنس و داد"

---

[1] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ گجرات، ص: ۲۲۷

کو لپنے کمال پر پہنچا دیا، — افسوس وہ تمام خطوط تلف ہو گئے، حضرت مولانا کے ایک مکتوب کا ذکر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "توضیح العقائد" میں فرمایا ہے اس کی پوری عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے،

"ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق مئی ۱۹۲۱ء کو بمقام ٹنڈو سائیں داد خاں ضلع حیدر آباد سندھ دروازہ مکان عالیشان حضرت ولایت مآب قطب وقت مولانا و مخدومنا جناب مولوی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم صاحبزادہ حضرت امام الاولیاء مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک درخت پیلو کا ہے اس سال اس درخت کے اندر بعد موسم خزاں جس قدر پتے آتے ان کے اوپر جناب روحی فداہ رحمت عالم رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا نام مبارک نہایت قدرتی قلم سے لکھا ہوا تھا، اسی طرح دیگر اضلاع سندھ میں درختوں کے پتوں پر نام نامی جناب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی سنہ کے اندر قدرتی خط سے لکھا ہوا ظاہر ہوا چنانچہ حضرت مولینا ممدوح الصدر نے دو برگ سبز بذریعہ ڈاک فقیر کے پاس بھی روانہ کیے، فقیر نے اہل شہر کو ان کی زیارت سے مشرف کیا اور اس وقت تک فقیر کے پاس تبرکاً موجود ہیں جس کا جی چاہے زیارت سے اپنی آنکھ کو نور اور دل کو سرور بخشے حضرت مولینا موصوف الصدر کے دو مکتوبوں کی عبارت جو خاص اس بارے میں فقیر کو تحریر کی ہے، نقل کر کے درج کرتا ہے،

"از عجائب مقدرات الٰہی اینکہ دریں ایام در بعض اضلاع سندھ بر برگہائے درختاں اراک وغیرہ نام مبارک مطہر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقلم قدرت نوشتہ یافتہ می شود نزد فقیر مخلصاں چندے ازاں برائے معائنہ فرستادہ اند اگر منظور باشد در خط ثانی بمونہ آں بخدمت فرستادہ شود،

دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں ———

نوشتہ بودند کہ برگ ہائے سبز دو برگ رسید نہ تعجب کہ سوشش کجا رفت وآنہم شکستہ شدہ بودند، الحمد للہ کہ اسلامیاں آنجد دلقبول پیش آمدند ایں بار مزید لقیں

Marfat.com

شاں دو برگ دیگر فقیر بدست خود از درخت اراک کہ بر دروازہ غریب خانہ خود ردست جیدہ ملفوف بے عریضہ است او تعالیٰ سلامت رساند کہ ایں دو برگ نہایت صاف و بے غائلہ مستند وحجت قاطعہ مخالفین اسلام آیا چہ باید کرد، (فان الهدایة امر من لدیہ) تا کہ ایں دروازہ از انجا نکشاید بہ کلید عقل وحجت نتواند کشود سعدی علیہ الرحمۃ خوش گفتہ ؎

نہ زنگ عاریتی بود بر دلِ فرعون
کہ صیقل ید بیضا تے موسیش نزدود

بخواند دراہ نداد ش کجا رود بدبخت بہ لبست، دیدہ مکیس دیدش فرمود، ربنا اتنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب ؎[1]

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر اور آپ کے آخری وقت کے حالات کے متعلق سنکر جو الم انگیز مکتوب گرامی آپ نے ٹنڈو سائیں داد سے الور ارسال فرمایا تھا اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سندھ کے اس پیرزادہ کی نگاہ میں اس عارفِ الور کا کیا مرتبہ اور مقام تھا، اس مکتوب کا کچھ حصہ صاحب مصباح السالکین نے ذکر فرمایا ہے، وہیں سے ہم بھی نقل کرتے ہیں:

" مرد بود مردانہ وار رفت، ایں چنیں ثبات قلب و قدم درچنیں حالتے کہ منزلۃ الاقدام است، بغیر از حالات سلف صالح دیدہ بلکہ شنیدہ نشدہ۔

اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

" افسوس شمعِ محفل نقشبندیاں از میاں برخواست و مقتدائے اہلِ سنت و الجماعت ناگہاں برخواست ؎

ہمہ تن خوں شوم از دیدہ چکم
گر بدانم کہ گریہ را اثر است

فقیر بدرگاہِ او تعالیٰ امیدِ قوی دارد کہ جناب ایشاں را مزین مسند بزرگاں خلد

---

[1] محمد رکن الدین شاہ تصحیح العقائد، مطبوعہ دہلی۔ ص: ۶۶

Marfat.com

فرمود طریقہ انیقہ شریعت و طریقت بہماں نوعیت کہ بود باقی خواہد ماند ۔۔۔۔۔ [۱]

اپنے وقت کا قطب اور ایک عظیم عارف جس ذات کو "شمع محفل نقشبندیاں" اور مقتدائے اہل سُنّت والجماعت" کہہ کر یاد کرے اس کی عظمتوں اور رفعتوں کا بھلا ہم اس میدان کے ناخواندہ اور دور افتادہ لوگوں کو کیا اندازہ ۔

صاحبزادہ محمّد عالم سرہندی

خانوادۂ مجددیہ کے ایک اور آفتاب ضیا بار اور کابل کے ایک عظیم سجادہ کی بہار حضرت صاحبزادہ محمد عالم صاحب سرہندی کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت اور اُلفت تھی جب آپ پہلی بار شوقِ ملاقات میں وارفتہ الور پہنچے تو بغیر کسی کے دریافت کیے اسٹیشن سے اجنبی راستوں کو ایک شناسا کی طرح طے کرتے ہوئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دولتکدہ تک پہنچ گئے، اور حضرت صاحب سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے :

" مولانا ! اس ظلمت و تاریکی میں آپ کے گھر تک ایک ایسا " نور " تھا جس کی رہبری اور روشنی میں بغیر کسی سے پوچھے میں یہاں تک پہنچ گیا ۔۔۔۔۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی کی ہم پر بڑی خصوصی نگاہِ شفقت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی تمام اولادہم پر بہت ہی مہربان ہے اس سلسلہ میں فرمایا دیکھو اسی خاندان کے ایک شہزادے صاحبزادہ محمد عالم صاحب تھے جو ہم سے بہت ہی محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ سُنا ہے کہ آخری وقت میں ان کی زبان پر ہمارا ہی ذکر

---

[۱] (ترجمہ) مرد تھا مردانہ وار چلا گیا، ایسی حالت میں (موت) کہ جو (منزلۃ الاقدام) ہے اس قسم کا ثبات قلب و قدم" سوائے سلف صالحین کے حالات کے اور کہیں نہیں دیکھا بلکہ سُنا بھی نہیں، افسوس! نقشبندیوں کی محفل کی شمع آج ہم میں سے اُٹھ گئی، اور اہلسنت والجماعت کا یہ مقتدا اچانک اُٹھ کے چلا گیا۔ (ترجمہ شعر) میں آنکھوں کی راہ سے ہمہ تن خون ہو کر بہہ جاؤں اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتے کہ رونے میں کچھ اثر بھی ہے ۔"

فقیر کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اُمید قوی ہے کہ وہ آپ (شاہ محمد محمود صاحب مدظلہ) کو بزرگوں کی اس مسند کیلئے باعث زینت بنائے گا اور شریعت و طریقت کے راستہ کو اسی طرح باقی رکھے گا ۔

Marfat.com

تھا، فرمایا کہ ایک روز ہم سے پوچھنے لگے کہ آپ کا سلسلہ نسب کس بزرگ سے ملتا ہے میں نے جب کہا کہ حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے تو فرمانے لگے کہ "یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے اندر ایک قسم کی بے نیازی سی پاتا ہوں"۔ حقیقت یہ ہے کہ اس "جوہر معرفت" کی قدر اس بازار کے جوہری ہی سمجھ سکتے ہیں ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں!

حضرت مظہر قیوم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام قرب اور درجہ محبوبیت کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے یہ ایک اور بصیرت افروز واقعہ لائق دید ہے کہ جب آپ اپنے پیرخانہ کے بھی آستانہ یعنی رتڑ چھتر مکان شریف حاضر ہوتے تو اس زمانہ میں مستجمع کمالات صدری و معنوی حضرت مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سید صادق علی شاہ صاحب کے پوتے تھے وہ مسند آرائے رشد و ہدایت تھے، آپ مع اس تبحر علمی اور شان رہبری کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر تشریف لاتے اور حضرت کے سامنے باادب بیٹھ کر فرمانے لگے کہ ———

"آپ پر حق ہے کہ آپ اپنے اس پیرخانہ کو سنبھالیں اور میری تربیت فرمائیں، میں تو آپ کے پیروں کے آستانہ کا جاروب کش ہوں"۔

اللہ اکبر! جو ہند و پاک کے ایک عظیم آستانہ کا جانشین ہو، جس کے در کی جبہ سائی پر وقت کے امراء و رؤساء، وزراء اور سلاطین کو فخر ہو وہ جس سے یہ کہے کہ "آپ میری تربیت فرمائیں" اس کے علو مرتبت کا کون اندازہ کر سکتا ہے ———

لیکن اس "عالی مرتبت" کا حسن ادب بھی ملاحظہ ہو، کہ جس در سے سب کچھ ملا ہو اسی کو کچھ دینا آپ کے نزدیک "بے ادبی" کے مترادف تھا لہٰذا آپ نے اس سے گریز فرمایا اور اس اقدام سے معذرت کرتے ہوتے واپس تشریف لے آتے۔

مدنی شاہ صاحب عنابی رنگ کے کرتے اور تہبند میں ملبوس اس علاقہ کے معروف و مشہور صاحب نسبت اور خدارسیدہ بزرگ جو ہمہ وقت "جذب و مستی"

میں رہا کرتے تھے جب نمازِ عید ادا کرنے کے لیے عید گاہ پہنچے تو ہزاروں آدمیوں کو نظر انداز کرتی ہوئی ان کی نگاہیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جا کے رکیں، مجمع کو چیرتے ہوئے بغیر کسی تعارفِ سابق کے حضرت کے پاس پہنچ گئے۔ آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ۔

"تمام عید گاہ میں صرف یہ دو آنکھیں نظر آئیں"

کیوں نہ ہو "وہ آنکھیں" جو ہر وقت جمالِ یار کے مشاہدہ میں مستغرق رہتی ہوں اس کی تابشوں کے باعث کیوں نہ دوسری آنکھوں سے ممتاز ہوں گی، لیکن اس نور کو دیکھنے کے لیے بھی نورانی نگاہ اور تصور کی روشنی چاہیے ؎

جب سے ملی ہے مجھ کو تصور کی روشنی
دیکھے بغیر آپ کو پہچانتا ہوں!

مولانا ہدایت علی صاحب جیپوری

بزمِ معرفت کی جانی پہچانی شخصیت، خاندانِ نقشبندیہ امامیہ کی سرسبز شاخ کا ایک گلِ خنداں حضرت

مولانا ہدایت علی صاحب جیپوری کو بھی اس "درویشِ الور" سے قلبی لگاؤ تھا، آپ اکثر ملاقات کے لیے الور تشریف لاتے رہتے تھے، حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ آپ بے پناہ شان کے مالک تھے جب اسی اپنے سادہ انداز میں آپ الور تشریف لاتے تھے تو آپ کو دیکھ کر کوئی یہ پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہ سادہ سا انسان اپنے وقت کا متبحر عالم اور عارف ہے، جب حضرت کے خصوصی برتاؤ اور سلوک اور آپ کے اہتمام و انتظام کو ہم دیکھتے تو ہمیں کچھ اندازہ ہوتا کہ یہ کوئی "عام انسان" نہیں بلکہ خاص پہنچا ہوا انسان ہے۔

آپ نے اپنی تصنیف میں حضرت صاحب کی چند الفاظ میں جو تعریف فرمائی ہے وہ درحقیقت دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے، فرماتے ہیں

"حضرت مفتی صاحب (شاہ محمد مسعود صاحب) کے خلفاء میں خاص خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری مدفیوضہم، ہیں جن کا فیض اہلِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں، علاوہ اتقاء کے انوار باطن کے اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت و کلام میں وہ تاثیر عنایت فرمائی ہے کہ اکثر بیسیوں غیر مذاہب

Marfat.com

کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے اپنے دلوں کو نورِ باطن سے منور کر لیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور ارشاد میں اور ترقی عطا فرمائے حضرت مولوی مسعود کی تعریف کیا کی جائے کہ جن کے مرشد سید صاحب (امام علی شاہ) جیسے ہوں اور ان کے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین صاحب جیسے ہوں" [1]

دیوان آلِ رسول

انوارِ چشتیہ کا منبع و معدن یعنی آستانۂ خواجہ اجمیر کا سجادہ نشین اس خاکِ پاک کا گوہرِ تابدار سلطان السلاطین اور خواجۂ خواجگان کی سرکار کا ماہتابِ ضیا بار، شاہوں کے شاہ، غریبوں کے داتا، سلطان الہند خواجۂ غریب نواز کے دربار کا ابرِ گوہر بار دیوان شاہ آلِ رسول علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جنہوں نے نہ صرف سجادۂ اجمیر کے مذہبی اور روحانی فرائض کو بخوبی سنبھالا بلکہ "سیاسی اور ملی" ذمہ داریوں کو بھی باحسن وجوہ پورا فرما کر خواجۂ غریب نواز کے مشن کا بول بالا کر دیا، اجمیر شریف میں سنہ ۱۹۴۶ء / سنہ ۱۲۶۵ھ کی وہ عظیم آل انڈیا سنی کانفرنس جس کے آخری اجلاس میں صدر کانفرنس شاہ سید محمد صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبہ کے آخر میں یہ تاریخی الفاظ فرما کر عاشقانِ مصطفٰے کے دلوں میں ایک آگ لگا دی تھی کہ ——

"اے رسول کے فدائیو! اے مصطفٰے کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی، اب بحث کی لعنت چھوڑ دو، اب غضب کے جرم سے باز آؤ، اُٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنا لو تو جا کر دم لو۔ کہ یہ کام سنیو! سنو! کہ صرف تمہارا ہے۔"

تحریکِ پاکستان کی حمایت میں اس عظیم کانفرنس کی مسندِ صدارت کو رونق بخشنے والی ذات اسی خواجہ کے نورِ نظر اور لختِ جگر دیوانِ آلِ رسول شاہ" کی تھی جس نے عاشقانِ مصطفٰے اور مستانِ خواجہ کو ایک علیحدہ مملکت دینے کی اس عظیم تحریک میں بھرپور عملی حصہ لیکر

---

[1] محمد ہدایت علی جیپوری، معیار السلوک و دافع الاوہام و الشکوک مطبوعہ کراچی، ص: ۳۰۱

Marfat.com

تاریخ کا رُخ موڑ دیا تھا۔[1]

اس عظیم مذہبی پیشوا اور سیاسی زعیم کی نگاہ میں بھی اسی در کے فیض یافتہ چشتیہ نسبتوں کے خزینہ اور خواجۂ اجمیر کی خصوصی الطاف وکرم کے گنجینہ اور کفرستانِ الور میں رکن الدین نامی اس بحرِ حق کے سفینہ کی بڑی قدر ومنزلت تھی چنانچہ ایک مرتبہ جب یہ بحرِ ہدایت کا ناخدا احمد آباد سے ہوتا ہوا اجمیر پہنچا تو دیوان صاحب نے خصوصی طور پر اپنے یہاں ٹھہرایا اور تواضع ومہمان داری میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی ——— اس کے علاوہ حضرت کے جواں سال صاحبزادہ محمد احمد کی جب طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو حضرت مولانا عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علاج کے لیے ان کو اجمیر شریف بُلا لیا حضرت صاحب بھی ان کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے، جب دیوان صاحب کو حضرت کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ مع اپنے برادر جناب دیوان آلِ نبی صاحب کے حضرت کے پاس تشریف لائے اور صاحبزادہ صاحب کی عیادت بھی فرمائی ———

اسی پُرلطف محفل کے ایک پُرکیف واقعہ کا یہاں ذکر خالی از کیف نہ ہوگا، کہ جب مجلس میں سب حاضرین کے سامنے پان پیش کیے گئے تو دیوان آلِ نبی صاحب نے پان تناول نہیں فرمایا، استفسار پر آپ نے فرمایا کہ "ہمارے یہاں اُوپر سے ہی ایسا چلا آرہا ہے کہ کوئی پان نہیں کھاتا" اس پر حضرت کے ذہین وفطین صاحبزادہ محمد احمد صاحب نے برجستہ یہ آیت تلاوت کرکے محفل کو کیف بار کردیا کہ "قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَاءَنَا" اور کہا کہ قرآن اس کو تو کفار کا قول بتا رہا ہے۔ لہٰذا آپ فوراً "پان" تناول فرما کر اس "آن" کو ختم کیجیے۔

شاہ ابو الخیر صاحب

دہلی کی معروف ومشہور روحانی شخصیت اپنے وقت کے کامل ولی اللہ حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ محی الدین فاروقی مجددی قدس سرہٗ العزیز (المتوفی ۲۹ رجادی الآخر ۱۳۴۱ھ / ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے، حضرت صاحب جب کبھی آپ کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ اپنے پاس بلا کر بٹھاتے اور بڑے مہر آمیز لہجہ میں گفتگو فرماتے تھے، حضرت

---

[1] ہفت روزہ "افق" کراچی، شمارہ: ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء مطابق ۸ر ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ ص: ۱۶

Marfat.com

امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی کی اولادِ امجاد میں ہونیکے باعث اس "عاشقِ مجدد" یعنی حضرت صاحب رح کو بھی آپ سے بڑا گہرا تعلق تھا اور یہی نسبت اس کو کشاں کشاں اس "نورِ نگاہِ مجدد" کے پاس لے آتی تھی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے ان کے پاس منازلِ سلوک طے کیے ہوں یا "ترقیاں حاصل کی ہوں" جیسا کہ بعض تذکرہ نگاروں کو سہو ہوا ہے، کیونکہ "مسعودی دربار اور معصومی سرکار سے سب کچھ حاصل کرنے والے اور اقصیٰ ترقیات کی دولتوں" سے نہال ہونے والے کو کسی اور بارگاہ کی دریوزہ گری کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی، اور نہ اس نے کبھی ترقیات حاصل کرنے کے لیے سوالیہ نظر وں سے کسی کی طرف دیکھا — ہاں البتہ ان دونوں کاملین کے درمیان باہمی محبت و احترام کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا چنانچہ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ایک روز آپ دہلی کے اس عظیم سجادہ نشین سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، حضرت شاہ ابوالخیر صاحب باہر تشریف فرما نہ تھے۔ لہٰذا اندر اطلاع کرا دی گئی کہ شاہ رکن الدین الور سے آیا ہے، حضرت شاہ صاحب کسی کام میں اس قدر مصروف تھے کہ آپ کو باہر تشریف لانے میں دیر ہو گئی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر انتظار کر کے واپس ہو گئے، اتنے میں حضرت شاہ ابوالخیر رح باہر تشریف لائے حضرت صاحب رح کو نہ پاکر دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ جا چکے ہیں، آپ نے اپنے مخلص کو اسی وقت دوڑا دیا کہ فوراً ان کو بلا کر لاؤ، ایک پٹھان دوڑتا ہوا گیا اور حضرت کو راستہ میں پالیا، آپ نے ہر چند انکار کیا لیکن اس نے ایک نہ سنی اور آپ کو وہاں چلنے پر مجبور کر دیا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت شاہ ابوالخیر صاحب میرے منتظر تھے اور بڑی محبت سے میرے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھ کے فرمایا۔ "مولانا آپ ناراض ہو گئے؟ مدینہ شریف سے چند کتابیں آئی تھیں میں اس میں ذرا مصروف ہو گیا تھا اس لیے دیر ہو گئی" — حضرت صاحب رح فرماتے تھے کہ آپ کے ان تبسم ریز ہونٹوں کی ادا، ان مشکبار کلمات کی صدا آج تک مجھے یاد ہے، اور جب یاد آجاتی ہے کیف و سرور سے شاد کام کر جاتی ہے۔

شاہ صاحب تولیڑے والے

الور کے قریب "تولیڑہ" نامی مقام پر آباد ایک سجادہ کی بزرگ ہو چکا چوند کرنے والے یہ عابد و زاہد، کم سخن، خاموش

طبع، متصوفانہ مزاج کے مالک شاہ عبدالقادر صاحب، المعروف شاہ صاحب لوڑے والے، اس "جہانِ دانش و حکمت اور اس دُنیائے معرفت" یعنی شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ اور مقام کے کامل شناسا تھے، اور اس آستانہ کی بڑی عزت و تکریم کیا کرتے تھے، جس کا بین ثبوت یہ واقعہ ہے کہ "ٹھیکیدار محمد اسماعیل" کو آپ سے بڑی ارادت اور عقیدت ہو گئی، اس کی یہ آرزو تھی شاہ صاحب کسی طرح اس کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرلیں، کئی بار وہ عرض کناں ہوا لیکن ہر بار آپ نے اس کو ٹال دیا ایک روز اس سے رہا نہ گیا اور حاجی فیاض الدین صاحب کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں سفارش کے لیے بھیجا اور خود مٹھائی کی ایک "ہنڈیا" لے کر شاہ صاحب کی خدمت میں بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہو گیا، لیکن اس مردِ مومن کی نگاہیں ٹھیکیدار کی فیروز بختی کو دیکھ رہی تھیں چنانچہ آپ نے یہ فرما کر داخلِ سلسلہ کرنے سے انکار کر دیا کہ:

"تمہارا حصّہ تو ایک بہت بڑی جگہ پر ہے، وہ ایسی جگہ ہے جہاں میں بھی ادب و احترام سے جاتا ہوں"۔

کیوں نہ ہو یہ اسی مولائے کل اور ختم الرسل کے غلام کا دربار ہے جس کی شان یہ ہے کہ

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا!

شاہ صاحب کی زبان سے نکلی ہوئی یہ بات حرف بحرف صادق آئی، ٹھیکیدار کی قسمت نے یاوری کی اور کچھ روز بعد گدایانِ درِ رکنوی میں اس کا نام بھی شامل ہو گیا ؎

پکڑ کے ہاتھ نوازش سے عین شفقت سے
مجھے غلاموں میں اپنے ملا لیا اس نے

اسی نسبت اور تعلق کے باعث شاہ صاحبؒ حضرت کے صاحبزادہ اور جانشین شاہ محمد محمود الوری صاحب مدظلہم العالی کو بھی بڑی تعظیم دیا کرتے تھے، حضرت قبلہ جب بھی شاہ صاحب کے پاس ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ ضعف و ناتوانی کے باوجود اُٹھنے کی کوشش فرماتے اور اپنے پاس بٹھا کر بڑے پیار بھرے لہجہ میں گفتگو فرماتے ایک روز حضرت قبلہ بیمار ہو گئے تو آپ مکان پر عیادت کے لیے تشریف لاتے، حتیٰ کہ

ایک دفعہ حضرت قبلہ کراچی میں مقیم تھے اور وہاں آپ بیمار ہوئے تو حضرت شاہ صاحب پی اینڈ ٹی کالونی کراچی میں حضرت کے پاس تشریف لے گئے ــــ آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر سال اپنے مرشد کے عرس پر حضرت قبلہ کو تقریر کے لیے مدعو فرماتے اور کسی دوسرے سے نذر پیش کروانے کی بجائے خود نذر گزارتے تھے، حضرت قبلہ کو بڑی شرم محسوس ہوتی تھی لیکن ان کے اصرار کے سامنے آپ مجبور تھے، ایک دفعہ حضرت نے اس سے بچنے کے لیے یہ راہ اختیار کی کہ تقریر کے فوراً بعد حضرت شاہ صاحب سے ملے بغیر روانہ ہو گئے۔ لیکن بھلا اس فقیر کی کمندِ شوق سے کون بچ سکتا تھا، جوں ہی حضرت کو جاتا ہوا دیکھا اپنی مسند چھوڑ کر ضعفِ پیری کے باعث کانپتے ہوئے قدموں سے افتاں وخیزاں حضرت کے پیچھے آنے لگے، شوق ومحبت کے اس والہانہ منظر نے حضرت قبلہ کے اُٹھتے ہوئے قدموں کو روک لیا۔ اس طرح یہ درویشِ خدامست اور وارفتۂ محبت اپنی اُلفت کے نذرانے پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا ؎

ستارے نذر کروں آفتاب نذر کروں
کلی کا حُسن، گلوں کا شباب نذر کروں

شاہ صاحب دُدھے والے

خدا کی یاد میں مست اور مخلوقِ خدا کی رہبری میں غرق رہنے والے عید شاہ یعنی شاہ صاحب دُدھے والے کی چشمِ حقیقت بین اس "درویشِ ہند" کی عارفانہ سرفرازیوں کا مشاہدہ کرتی ہیں اور وہ اپنی زبانِ حال سے اس کا یوں اظہار کرتا ہے کہ جب اس قطبِ وقت کے پردہ فرمانے کے بعد مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوتا ہے تو باادب کھڑے ہو کر پہلے فاتحہ پڑھتا ہے۔ اس کے بعد کچھ دیر مراقبہ کرتا ہے اور صاحبِ مزار کے روحانی فیوضات سے مستفیض و مستفید ہو کر اظہارِ عظمت کرتا ہوا اُلٹے قدم واپس لوٹتا ہے، یہ نہیں کہ صرف دو چار قدم اس نے یہ اظہارِ ادب کیا ہو بلکہ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ "ریل کی پٹڑی" جو مزار سے کافی فاصلہ پر ہے اس کے پار رد تک اس باادب درویش نے مزار کو پیٹھ نہیں کی ــــ ؏

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

جمال شاہ صاحب

"مجاذیب" بھی عجیب شان کے مالک ہوتے ہیں بظاہر دُنیا

Marfat.com

سے بے خبر اور بے پرواہ مست اور بے خود دکھائی دیتے ہیں لیکن اصل "جنونِ عشق" میں کائنات کے اسرار و رموز کے کامل شناسا ہوتے ہیں، سچ کہا درویش لاہوری نے ؎

ایک سر مستی و حیرت ہے سراپا تاریک
ایک سر مستی و حیرت ہے تمام آگاہی

ایک ایسے ہی صاحبِ ادراک مجنوں اور صاحبِ کشف و بصیرت مجذوب جن کا نام جمال شاہ تھا حضرت نظام الدین اولیا سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کے جوار میں ایک حجرہ کے اندر شب و روز "جذب و مستی" میں بے خود بیٹھے رہا کرتے تھے، اپنے اس خلوت کدہ میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دیتے تھے، خواہ کوئی صاحبِ دولت ہو یا صاحبِ سلطنت، امیر ہو یا وزیر، صغیر ہو یا کبیر آپ کی خلوت و تنہائی کی لذتوں میں جو بھی خارج ہونے کی کوشش کرتا تو "سنگ باری" کر کے اس کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیتے تھے کسی کی ہمت نہ تھی کہ ان کے حجرہ میں جھانک کر بھی دیکھ لے، اور اگر کوئی بھولے سے یہ غلطی کر بیٹھتا تو وہ یہ کہتا ہوا وہاں سے لوٹتا ؎

تن داغ داغ لے کر ترے شہر سے چلے ہیں
ترے خستگانِ غم پر وہ ہوتی ہے سنگباری

مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب کے ایک مرید نے نئی بس خریدی تھی، وہ اس نئی بس کو حضرت قبلہ مفتی صاحب کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا کہ حضرت اس میں تشریف فرما ہو کر کہیں سیر و تفریح کے لیے تشریف لے چلیں تاکہ مجھے برکت حاصل ہو جائے — اتفاق سے حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سر ہندی شریف کے عرس میں شرکت فرما کر یہاں دہلی آئے ہوئے تھے، چنانچہ حضرت صاحب کی معیت میں تفریح کا پروگرام بن گیا، وہ کتنی حسین تفریح اور سیر ہوگی جس میں ان اولیائے کرام جیسی مفرح القلوب ہستیاں شریکِ سفر ہوں گی، الغرض یہ قافلہ سب سے پہلے حضرت سلطان جی کے مزار پر پہنچا، فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے ایک جگہ قیام فرمایا، اور بس کے ڈرائیور جن کا نام عزیز تھا ان سے فرمایا کہ مزار کے برابر حجرہ میں جو "مجذوب جمال شاہ" رہتے ہیں اُن سے ہمارا نام لے کر کہو کہ وہ اور

Marfat.com

سے آیا ہے، حضرت کا یہ حکم سنکر ڈرائیور صاحب کی جان نکل گئی، دہاں جاکر پتھر کھانے کے تصور نے ہی ان کو پسینہ میں شرابور کر دیا، لیکن تعمیلِ حکم کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا، اخیر عزیز صاحب لرزاں وترساں دروازہ کے پاس پہنچے اور حضرت کی آمد کی اطلاع بلند آواز سے ان کو دی، جوں ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی اس مجذوبِ بے خود کے کانوں میں پہنچا، فوراً اُٹھا اور دروازہ کھول کے دوڑتا ہوا حضرت کے قدموں میں آکر گر گیا، وارفتگیٔ اُلفت میں کبھی پاؤں کو چومتا تو کبھی ہاتھوں کو بوسہ دیتا تھا، اور بار بار یہ کہتا تھا کہ ——

"یار آج کہاں سے آگئے"

پھر حضرت قبلہ مفتی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا

"مفتی صاحب مجھ پر کفر کا فتویٰ نہ لگا دینا" ——

جب اس کے شوق اور آرزو کی اس سے بھی تسکین نہ ہوئی تو حضرت صاحب کو اُٹھا کر اپنے اسی کمرہ میں لے گیا جہاں کسی پرند کو پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی، بہت دیر بیٹھا حضرت کی "صورت حق بین" کو تکتا رہا، جب حضرت نے واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو بے چین ہو کے تڑپ اُٹھا، بڑی مشکل سے حضرت کو جدا کرنے پر راضی ہوا، حضرت کو الوداع کہنے کے لیے دور تک خود آپ کے ہمراہ آیا اور آپ کو اشکبار آنکھوں سے رخصت کر کے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا اُلٹے پاؤں اپنے حجرہ میں آکر مغموم بیٹھ گیا ——

میرے دِل کی بس وہ ہی حالت ہوئی   جب وہ آیا، مسکرایا، چل دیا
جیسے بچہ نے شگفتہ پھول کو   توڑ کر سونگھا، اُچھالا، مَل دیا

مجذوبِ دیگر کوئٹہ کے مقام پر ایک اور پہنچے ہوئے مجذوب تھے جن کو جذب و بے خودی میں ستر پوشی کا بھی ہوش نہ تھا، لیکن جب کسی نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئٹہ میں تشریف آوری کی ان کو خبر سناتی تو دوڑے ہوئے ایک بڑھیا کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ——

"اری مائی! ایک مولوی آرہا ہے، مجھے ایک کپڑا دے دے۔"

مائی نے ایک چغہ نکال کر دیا وہ انہوں نے اپنے اُوپر ڈالا اور حضرت کی آمد کے

Marfat.com

لیے چشمِ انتظار بن کے بیٹھ گئے ——

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان مرفوع القلم مجاذیب کو بھی اس "شریعت و طریقت کے مجمع البحرین کا کس قدر پاسِ ادب تھا؛

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جہانِ علم و دانش کا آفتاب ضوفشاں، کمالاتِ صوری و معنوی کے آسمان کا کوکبِ تاباں، برجِ معرفت و حکمت کا مہرِ درخشاں، دنیائے سنیت کے لیے مجسمِ احسان، نجدیت و وہابیت اور دیگر عقائدِ باطلہ کے لیے تیغ براں، گستاخانِ رسالت کے لیے زہر میں بجھا ہوا شمشیر و سناں، وارفتۂ الفت شہنشاہِ کون و مکاں، دیوانۂ عشقِ والیٔ دو جہاں، ایک دلفریب ترنم ریز بلبلِ باغِ جناں، یعنی اس شعر کا عرض کناں،

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

ہاں ہاں وہ ہی احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) جن کے عشقِ مصطفےٰ میں ڈوبے ہوئے ترانوں سے سارا عالم ہے بوستاں، جن کی پھیلائی ہوئی "حُبِ رسول" کی نکہتوں سے ساری فضا ہے عطرداں، جن کی بھڑکائی ہوئی "آتشِ شوق" سے قلوبِ عشاق آج بھی ہیں آتش فشاں، اور جن کے لگائے ہوئے عظمتِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم آج بھی دلوں کی دنیا میں ہیں سکہ نشاں —— اپنے آقا و مولیٰ اور حبیبِ کبریا کا ایسا دیوانہ کہ اس محبوب سے جن کو نسبت ہو جاتے اس فرزانہ کے لیے وہ بھی محبوب اور لائق احترام بن جاتے، یہی وجہ ہے کہ جب درِ رسول کا ایک ادنیٰ غلام حبیبِ خدا کے آستانہ کا "رکن الدین" نامی یہ گداتے بے مقام جب اس "عاشقِ رسول" سے ملنے کے لیے پہنچا تو یہ کھڑا ہوتا چلا گیا اور یہی نہیں بلکہ "عظمتِ غلامِ رسول" کو ظاہر کرنے کے لیے گھٹنوں کو تعظیماً چھونے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو تھام کر اپنے سینہ سے لگا لیا —— اس کے بعد اس عاشق نے اپنے اس عاجزانہ اور متواضعانہ طرز کی علت اور وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ——

Marfat.com

"مولینا! ہم تو علمائے اہلِ سُنّت کے خادم ہیں"

گویا یہ بتا دیا کہ یہ کسی فرد کی تعظیم نہیں بلکہ آپ کے سینہ میں جو علم مصطفےٰ ہے اس کی تعظیم ہے، جس جذبہ کے ساتھ آپ مسلکِ حقہ کی خدمت کر رہے ہیں اور دینِ متین کی تبلیغ کر رہے ہیں یہ درحقیقت اس کی تعظیم و تکریم ہے۔

اثنائے گفتگو میں اس صدی کے عظیم فقیہ نے فرمایا کہ اگر کھانا بچ جاتے اور دینے کے لیے کوئی آدمی نظر نہ آتے سوائے ان گستاخانِ رسالت کے تو اس کھانے کو کُتّے کے سامنے ڈال دینا بہتر ہے بہ نسبت ان بے ادب اور گستاخوں کو دینے سے،

اس پر حضرت صاحب کو ذرا تعجب ہوا کہ "وہ پھر بھی انسان تو ہیں" تو اس عاشقِ حبیب نے "درد و کرب" میں ڈوبی ہوئی آواز سے فرمایا

"مولینا کیا کسی کُتّے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے؟ لہٰذا وہ کتا ان سے بہتر ہے جو خدا کے محبوب کی اہانتیں کرتے ہیں۔"

مولانا نعیم الدین مرادآبادی

فاضل بریلوی کے فضائل ظاہری و باطنی کے آئینہ دار، علم و حکمت اور عظمتِ ختمی مرتبت کے عظیم علمبردار، سوزِ محبت مصطفےٰ میں دلفگار اور تپشِ عشقِ مصطفےٰ میں بے قرار اور دامن تار تار یعنی حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جو اپنے ظاہری و باطنی رہبر و رہنما اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت نقشِ کفِ پا میں علمائے اہلِ سُنّت اور مبلغین قوم و ملت کی تعظیم و توقیر کو اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتے تھے اسی لیے گلدستۂ مبلغین و کاملین کے اس گلِ سرسبد یعنی صاحب تذکرہ ہذا کو آپ ہمیشہ اپنی توقیر آمیز محبت سے نواز اکرتے تھے یہی وہ محبت تھی کہ جب حضرت مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب کے مشورہ سے جامع مسجد فتحپوری دہلی کے عظیم الشان تاریخی جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تقریر کے لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص خادم قاضی فخر الدین صاحب کو آپ کی خدمت میں لینے کے لیے بھیجا تو آپ نے بمبئی کے شاندار جلسہ کو ٹال دیا لیکن حضرت صاحب کا ارشاد کو نہ ٹالا۔

Marfat.com

اور دوست کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے فتحپوری دہلی تشریف لے آتے ۔ پھر تو محبت نے یہ رنگ اختیار کیا کہ ہر سال آپ اس جلسہ کے بہانہ اپنے ان دوستوں کی لقار سے خود بھی لطف اندوز ہوتے تھے اور اپنی سرگرم صحبتوں سے ان کو بھی لذت یاب کیا کرتے تھے ۔

حضرت صاحب کے وصال کے بعد ایک دفعہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے آپ کا الور تشریف لانا ہوا، حضرت صاحب سے دیرینہ مراسم کے باعث حضرت کے ہی مکان شریف پر قیام فرمایا، صبح جب ضروریات سے فارغ ہوتے تو حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہ العالی سے حضرت کا نادر و نایاب کتب خانہ دیکھنے کی آرزو ظاہر کی چنانچہ آپ کو نیچے کتب خانہ میں لیجایا گیا جب آپ کتابوں سے سجے ہوئے وسیع و عریض ہال میں داخل ہوتے تو کتابوں کی حسنِ ترتیب لطافت و نفاست کو دیکھ کر ایسے مست اور سرشار ہوئے کہ بجائے صدر مقام پر جلوہ افروز ہونے کے دروازہ پر ہی بیٹھ کے "جہانِ کتب" کی رنگینیوں میں کھو گئے ۔ ہر چند عرض کیا گیا کہ صدر مقام پر تشریف لے چلیں لیکن اس نفیس طبع نے یہ فرما کر وہاں بیٹھنے سے انکار کر دیا کہ " ان کتابوں کا یہ دلکش نظارہ جتنا اس مقام سے روح پرور اور فرحت انگیز ہے اتنا وہاں نہیں، لہٰذا مجھے یہیں بیٹھ کر لطف حاصل کرنے دیں۔"

حضرت مولانا کی نفاست پسند طبیعت اور شاعرانہ ذوق کے متعلق جہاں یہ واقعہ ذکر کیا گیا وہاں آپ کی لطافتِ ذوق پر دال آپ کے اس شعر کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا ۔

نعیم بے خطا پہ یہ جفائیں !

غنیمت ہے کہ تم کو یاد ہوں میں

اشرف علی تھانوی صاحب

گروہِ دیوبندیہ اور فرقہ وہابیہ کے پیشوا اور امام جناب اشرف علی صاحب تھانوی کے قلب میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے باوجود مذہبی اور دینی مخاصمت کے آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی ۔۔۔ چنانچہ ایک دفعہ جب یہ الور آتے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو یہ پیغام بھیجا کہ :

"جب مسلمانوں کے دِل دکھتے ہیں تو آخر اسی گستاخانہ

Marfat.com

عبارت کے باقی رکھنے پر کیوں مُصر ہیں، خدارا! اپنی کتابوں سے ایسی عبارات کو نکال کر کروڑوں مسلمانوں کی خوشیاں اور دُعائیں حاصل کر لیجئے" ——

جب اُن تک یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے اپنی "انا" کو قائم رکھتے ہوئے یہ فرما کر بڑی خوبصورتی سے بات کو ٹال دیا کہ ——

"ایسی نرم گفتگو اس سلسلہ میں میرے کانوں نے پہلی مرتبہ سُنی ہے"

لیکن ہائے افسوس! حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں پر مشتمل وہ دلشکن اور جگر سوز عبارات بدستور باقی رہیں، اور اس پھول جیسے نرم و نازک کلام کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا لہ

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
"مردِ ناداں" پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

مولانا برکات احمد ٹونکی

"منطق و فلسفہ" کے سنگلاخ میدان کا وہ شہسوار جس نے ہندوستان کو مولانا معین الدین اجمیری اور مولانا عبدالرحمٰن جیسے حکمت و فلسفہ کے امام عطا کیے، وہ دہلی میں "نواب مرزا محمد علی بیگ" کے یہاں قیام پذیر تھا، کہ اچانک کسی خادم نے آکر اطلاع دی کہ الور سے قطبِ زماں، شاہ رکن الدین آئے ہوئے ہیں اور فتحپوری میں جلوہ افروز ہیں، یہ نوید سنانے والا وہ خادم تھا جس کو مرزا محمد علی بیگ نے اسی کام پر مامور کیا تھا کہ حضرت صاحب الور سے تشریف لے آئیں تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا، کیونکہ "مرزا صاحب" جو ٹونک کے ایک بہت بڑے منصب پر فائز تھے اور فتحپوری کے ممبر بھی تھے حضرت صاحب کے عارفانہ کلام کے شیدا تھے، آپ کی عالمانہ اور صوفیانہ گفتگو کے بڑے پرانے عاشقِ زار تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ جیسے ہی حضرت دہلی میں رونق افروز ہوں میں حضرت کی صحبت میں حاضر ہو کر آپ کی زبان سے بکھرے ہوئے لعل و گوہر سے اپنے دامنِ دل کو بھر لوں۔ چنانچہ خادم نے جیسے ہی حضرت کی تشریف ارزانی کی خوشخبری سے شاد کام کیا تو مرزا صاحب حاضری کے لیے بے چین ہو گئے، مولینا برکات احمد صاحب ٹونکی اس وقت تشریف فرما

لہ ان عبارات کی کچھ جھلک "اصلاحِ عقائد مسلمین" کے عنوان کے تحت پچھلے اوراق میں گزر چکی ہے (مصنف)

Marfat.com

تھے آپ نے فرمایا ہم بھی حضرت شاہ رکن الدین سے ملاقات کے لیے آپ کے ساتھ چلیں گے، چنانچہ منطق کے منتہی طلباء دارالعلوم کے جھرمٹ میں حضرت مولینا اور مرزا محمد علی بیگ صاحب حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئے، اور پھر جو "علمی" محفل گرم ہوتی ہے۔ اور "اعیانِ ثابتہ" پر تصوف اور منطق کے اماموں کے درمیان جو پُرلطف گفتگو ہوئی ہے اس نے ساری محفل کو کیف بار کر دیا۔

یُوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی !

یوں لب کُشا ہوتے کہ گلستاں بنا دیا

الغرض ان بزرگ ہستیوں کے علاوہ اس عہد کے دیگر بڑے بڑے علماء و مشائخ، اور فضلاء و صوفیاء مثلاً مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی، مولانا کرامت اللہ صاحب مولانا عبدالحفیظ صاحب، مولانا محمد عمر صاحب نعیمی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب، مولانا محمد عبداللہ صاحب شاگرد رشید مولانا برکات احمد صاحب اور بہت سے نامور اکابرین اہلِ سُنّت، راجپوتانہ کے ایک "الور" نامی چھوٹے سے قصبہ میں بسنے والے اس "جہانِ معرفت" اور "اس دُنیائے علم و حکمت" یعنی شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی محبتوں سے اپنے قلوب کو سجاتے ہوتے تھے اور اس کے کارہائے مذہبی کی وسعتوں کے تہہ دل سے مُعترف تھے۔

السّلام اے سرِّ شانِ ایزدی — اَلسّلام اے راز دار احمدی

السّلام اے آفتاب قادری — السّلام اے ماہتابِ الوری

وارثِ تاج و سریرِ اولیاء — نقشبندی، سہروردی، چشتیا!

باعثِ آرام جاں خواجہ معین! — رکن دین و رکن دین و رکن دین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ط

کتابیات

مصنف	تصنیف	سن و مقام طباعت
۱۔ ابو زکریا نووی	متن الاربعین النوویہ	مطبوعہ محمد علی صبیح و اولادہٗ، مصر
۲۔ " "	ریاض الصالحین	مطبوعہ مصر
۳۔ ابو بکر محمد الکلاباذی (م سنہ ۳۸۰ھ)	التعرف لمذہب اہل التصوف	عیسی البابی الحلبی قاہرہ مصر سنہ ۱۳۸۰ھ / سنہ ۱۹۶۰ء
۴۔ اشرف علی تھانوی،	حفظ الایمان	
۵۔ اقبال احمد فاروقی،	تذکرہ علمائے اہلِ سنّت و جماعت لاہور	مکتبہ نبویہ لاہور سنہ ۱۹۷۰ء / سنہ ۱۳۹۰ھ
۶۔ احمد رضا خاں بریلوی،	حدائقِ بخشش	مشہور آفسٹ پریس کراچی سنہ ۱۳۷۴ھ
۷۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندی،	مکتوبات شریف،	مطبوعہ امرتسر سنہ ۱۳۳۲ھ / سنہ ۱۹۱۳ء
۸۔ الطاف حسین حالی،	یادگارِ غالب،	استقلال پریس لاہور
۹۔ اسد اللہ خاں غالب	دیوانِ غالب،	مطبوعہ کراچی
۱۰ تا ۱۲۔ اختر شیرانی،	کلیاتِ اختر شیرانی،	مشورہ بک ڈپو، دہلی،
۱۳ تا ۱۶۔ احمد حسین خاں، مولانا،	گرانمایہ مثنویات تصوف مؤلفہ سنہ ۱۹۱۰ء	مطبع شمسی حیدر آباد دکن
۱۷۔ ————	انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا،	لندن، سنہ ۱۷۶۸ء
۱۸۔ حفیظ جالندھری،	شاہ نامہ اسلام	اتحاد پریس لاہور سنہ ۱۹۴۷ء / سنہ ۱۳۶۷ھ
۱۹۔ خلیل احمد انبیٹھوی،	براہینِ قاطعہ،	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، سہارنپور،
۲۰۔ ————	دائرہ معارفِ اسلامیہ	لاہور سنہ ۱۳۸۸ھ / سنہ ۱۹۶۸ء
۲۱۔ رکن الدین شاہ،	رسالہ "رکنِ دین"	فاروقی پریس دہلی ۱۳۷۲ھ سنہ ۱۹۵۲ء
۲۲۔ "	توضیح العقائد،	مطبع علیمی دہلی ۱۳۳۵ھ سنہ ۱۹۱۶ء
۲۳۔ "	مولود محمود مؤلفہ سنہ ۱۳۳۹ھ	افضل المطابع دہلی سنہ ء،

Marfat.com

مصنف	تصنیف	سن و مقام طباعت
۲۴۔ رکن الدین شاہ	رسالہ دافع طاعون	نارواں انڈیا پرنٹنگ پریس لکھنؤ ۱۳۳۶ھ / سنہ ۱۹۱۸ء
۲۵۔	روح الصلوٰۃ	تجلی پرنٹنگ ورکس دہلی
۲۶۔	ضمیمہ آدابِ سالک،	باب السلام پریس کراچی،
۲۷۔ زید ابوالحسن فاروقی،	مقاماتِ خیر	جمال پرنٹنگ پریس دہلی، مولفہ ۱۳۹۲ھ / سنہ ۱۹۷۲ء
۲۸۔ سید احمد زینی بن دحلان	الدُّرر السُّنیہ	منظرِ عام پریس پشاور سنہ ۱۲۹۸ھ / سنہ ۱۸۸۰ء
۲۹۔ سید احمد بریلوی	صراطِ مستقیم	
۳۰۔ سید شریف جرجانی (م سنہ ۸۱۶ء)	التعریفات	مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر سنہ ۱۳۵۷ھ / سنہ ۱۹۳۷ء
۳۱۔ سید محمد ذوقی	سرِّ دلبراں	مطبوعہ کراچی
۳۲۔ شبلی نعمانی	الکلام	اعوان پبلیکیشنز کراچی سنہ ۱۹۲۳ء
۳۳۔ شمس الدین محمد حافظ شیرازی،	دیوانِ حافظ	دین محمدی پریس لاہور سنہ ۱۳۴۱ھ
۳۴۔ صادق علی شاہ، سید	تفسیرِ صادقی، قلمی	حضرت قبلہ والد صاحب نے حافظ ابوسعید صاحب سے ۲۵ محرم سنہ ۱۳۴۹ھ سنہ ۱۹۳۰ء کو نقل کرایا۔
۳۵۔ ظفر علی خاں،	چمنستان محررہ سنہ ۱۹۳۸ء	
۳۶۔ ظفر الدین صاحب، مولانا	حیاتِ اعلیٰ حضرت،	مکتبہ رضویہ، آرام باغ کراچی، مولفہ سنہ ۱۹۳۸ء / سنہ ۱۳۶۹ھ
۳۷۔ عبدالرزاق ملیح آبادی	الدرر الکلام	آزاد کی کہانی خود اُن کی زبانی
۳۸۔ عبدالرحمٰن جامی،	کلیاتِ جامی	نولکشور لاہور سنہ ۱۳۳۳ھ
۳۹۔ عبدالنبی الاحمد نگری،	جامع العلوم الملقب بدستور العلماء	دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن،
۴۰۔ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی (المتوفی سنہ ۵۹۷ھ)	صفوۃ الصفوہ جلد اوّل،	مطبوعہ مصر (سنہ ۱۳۲۹ھ)

Marfat.com

سن ومقام طباعت	تصنیف	مصنف
مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء	حدیقۃ الاولیاء،	۴۱۔ غلام سرور، مفتی،
مکتبہ رضویہ گجرات ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء	اکابر تحریک پاکستان،	۴۲۔ محمد صادق قصوری،
مطبوعہ لاہور ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء	خزینۂ معرفت،	۴۳۔ محمد ابراہیم قصوری،
مطبوعہ لاہور ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء	تذکرہ اولیائے نقشبند،	۴۴۔ محمد امین شرقپوری،
مطبوعہ لاہور	کلیاتِ اقبال (اردو)	۴۵۔ محمد اقبال ڈاکٹر،
مطبوعہ تعلیمی پریس لاہور	دستور الاطباء	۴۶۔ محمد حسن قرشی،
حضرت قبلہ والدِ گرامی کے نادر کتبخانہ میں موجود ہیں۔	رسائل مختلفہ (قلمی)	۴۷۔ محمد مسعود شاہ، مفتی،
انصاری پریس دہلی، ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء	مصباح السالکین فی احوال رکن الملت والدین	۴۸۔ محمد محمود شاہ،
مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء	رسالہ رکنِ دین (حصہ سوم) (کتاب الصیام	۴۹۔ "
مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء	رسالۂ رکنِ دین حصہ چہارم (کتاب الحج)	۵۰۔ "
مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ	رسالہ رکنِ دین حصہ پنجم کتاب الزکوٰۃ)	۵۱۔ "
غیر مطبوعہ	خلاصہ مثنوی مولینا روم (قلمی)،	۵۲۔
غیر مطبوعہ	"مواعظ حسنہ" (قلمی)	۵۳۔ "
چند سورتیں غیر مطبوعہ	تفسیر قرآن،	۵۴۔ "
(قلمی مسودہ)	"مختلف مضامین کا مجموعہ"	۵۵۔ "
مطبوعہ دہلی	کشفِ حقیقت	۵۶۔ "
	دُرِ لاثانی خلاصہ مکتوباتِ امام ربانی	۵۷۔ محمد ہدایت علی جیپوری

Marfat.com

سن و مقام طباعت	تصنیف	مصنف
مؤلفہ سنہ ۱۳۴۵ھ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی،	معیار السلوک و دافع الاوہام و الشکوک	۵۸۔ محمد ہدایت علی شاہ جیپوری
دین محمدی پریس لاہور سنہ ۱۳۷۸ھ / سنہ ۱۹۵۹ء	مناقب ارشادیہ و مناقب عنایتیہ	۵۹۔ مقصود احمد عمری
مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی سنہ ۱۳۸۸ھ / سنہ ۱۹۶۹ء	تذکرہ مظہر مسعود،	۶۰۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر
مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی سنہ ۱۳۹۰ھ / سنہ ۱۹۷۰ء	فتاوٰی مظہری،	۶۱۔ "
مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی سنہ ۱۳۹۰ھ / سنہ ۱۹۷۰ء	مواعظِ مظہری،	۶۲۔ "
مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، سنہ ۱۳۹۴ھ / سنہ ۱۹۷۴ء	حیاتِ مظہری،	۶۳۔ "
مطبوعہ لاہور، دسمبر سنہ ۱۹۴۶ء	بہارِ داغ،	۶۴۔ نواب مرزا خاں داغ

اخبارات و رسائل

۲۱ر نومبر سنہ ۱۹۷۵ء / ۲۲ر ذیقعد سنہ ۱۳۹۵ھ	بہاولپور،	۱۔ ہفت روزہ "الہام"
۲۸ر نومبر سنہ ۱۹۷۵ء / ۲۹ر ذیقعد سنہ ۱۳۹۵ھ	"	۲۔ "
۷ر دسمبر سنہ ۱۹۷۵ء / ۳ر ذی الحج سنہ ۱۳۹۵ھ	"	۳۔ "
جنوری سنہ ۱۹۷۵ء	قصور	۴۔ ماہ نامہ "انوار الصوفیہ"
۳۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۶ء / ۶ر ذیقعد سنہ ۱۳۹۵ھ	کراچی	۵۔ روزنامہ "امن"
۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۵ء / سنہ ۱۳۹۴ھ	حیدرآباد	۶۔ ہفت روزہ "فکر و عمل"

Marfat.com

۷۔ ہفت روزہ "فکر و عمل"	حیدر آباد	۳۰/ اکتوبر ۱۹۷۵ء / ۱۳۹۵ھ
۸۔ ماہنامہ ضیائے حرم	لاہور	دسمبر ۱۹۷۵ء / ذی الحج ۱۳۹۵ھ
۹۔ ماہنامہ "ثقافت"	"	نومبر ۱۹۶۷ء / ۱۳۸۶ھ
۱۰۔ ہفت روزہ "اُفق"	کراچی	۲/ اکتوبر ۱۹۷۸ء / ۸/ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ
۱۱۔ روزنامہ "جنگ"	کراچی	۸/ ستمبر ۱۹۷۸ء / ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی

عظیم یادگار

جامعہ مجددیہ رکن الاسلام

حیدرآباد (سندھ)

میں

اپنے ہونہار بچوں کو اعلیٰ دینی تعلیم دلانے کیلئے داخل

کرائیں اور اپنی عاقبت کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں!

بدر رشید پرنٹنگ پریس ۶ دربار مارکیٹ لاہور

Marfat.com

تصانیف شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

رکن دین سلیس اور بامحاورہ اُردو زبان میں طہارت اور نماز کے ظاہری مسائل پر مستند جامع اور مختصر کتاب ہے، جو تھوڑی سی مدت میں ہند و پاک میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ یہ مقبولیت صرف عوام میں ہی نہیں بلکہ بعض علماء نے اپنے فتاویٰ میں اس سے استدلال کیا ہے۔ اس کی مقبولیت اور مفید عام ہونے کی وجہ سے اس کے گجراتی اور سندھی زبان میں ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ اپنی نماز کو صحیح اور درست بنانے کے لیے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا بہت ضروری ہے۔

قیمت: صرف ۷/۵۰

رُوح الصلوٰۃ جس طرح ظاہری اصلاح کے لیے رسالہ رکن دین تحریر فرمایا اسی طرح نماز کی باطنی اصلاح اور شرائط کے لیے "رُوح الصلوٰۃ" تصنیف فرمایا اس کتاب میں بندہ کو اس کے مولیٰ کے حضور حاضر ہونے کا وہ سلیقہ سکھایا گیا ہے کہ آدمی کو رکوع اور سجود میں وہ سوز و گداز نصیب ہو کہ کائنات ارضی و سماوی کی تمام لذتیں اس پر قربان کر دے۔ نماز کی باطنی اصلاح اور خیالات و وساوس سے بچنے کے لیے لاجواب کتاب ہے۔ نئے ایڈیشن میں رکنِ دین کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

قیمت ایک روپیہ

توضیح العقائد مباحث علمِ کلام کے دھندلکوں میں ایک اُجالے کی کرن اور مختلف عقائد اور نظریات کی تاریک راہوں میں ایک مینارۂ نور اگر عقیدہ درست ہو تو تمام اعمال اور عبادات بھی درست، اگر یہ درست نہ ہو تو اعمال و عبادات بالکل بے فائدہ۔

اس کتاب میں آپ نے عقائد اہلِ سُنت کو بڑے پیارے، آسان اور دلکش انداز میں مع دلائل بیان کیا ہے اور ساتھ ہی غیر مذاہب کے مفکروں کے اقوال اپنے عقائد کی تائید میں پیش کیے ہیں۔ اپنا عقیدہ درست رکھنے کے لیے بے نظیر کتاب۔

قیمت: صرف چھ روپے

Marfat.com

مولودِ محمود احوالِ نبیِ مقبول اور میلادِ حضرت رسول کو عشقِ مصطفےٰ میں ڈوبے ہوتے قلم سے بیان کردہ کتاب جو عشاق کے دلوں میں ہلچل مچا دینے اور یادِ مصطفےٰ سے دردمندوں کے دل بدل کر رکھ دینے والی بے مثال کتاب
قیمت صرف ۵/۲۵ روپے

دافع طاعون چونکہ حضرت کے زمانہ میں زبردست طاعون پھیل گئی تھی لہٰذا حضرت نے ایک رسالہ لکھا جس میں اس مہلک مرض سے بچاؤ کے ظاہری اور باطنی دونوں علاج یعنی دعائیں اور دوائیں بیان فرماتی ہیں۔
(نایاب)

اربعین آقائے دو عالم کی چالیس احادیث کی حفاظت اور اشاعت کرنے والوں کے متعلق جو بشارتیں ہیں وہ حاصل کرنے کے لیے حضرت نے بھی چالیس احادیث جمع فرمائیں جو بہت ضروری اور مفید ہیں
(زیرِ طبع)

ضمیمہ آدابِ سالک حضرت صاحب کے "پیر و مرشد" حضرت "مولانا محمد مسعود شاہ صاحب دہلوی" نے راہِ طریقت کے سالک کو اس مقام کے آداب سے روشناس کرانے کے لیے رسالہ آدابِ سالک کے نام سے تصنیف فرمایا حضرت صاحب نے اس کی افادیت کو ترقی دیتے ہوئے اس کے ساتھ ایک ضمیمہ کا اضافہ فرما دیا اور علمِ تصوف کے ابتدائی اسباق کو جس دلکش انداز میں بیان فرمایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اربابِ طریقت کے لیے نہایت مفید کتاب ہے۔

ملنے کا پتہ

رکنُ الاسلام پبلیکیشنز

آزاد میدان، ہیرآباد، حیدرآباد (سندھ) (پاکستان)

Marfat.com

جانشین شاہ رکن الدین
حضرت قبلہ مفتی محمد محمود صاحب الوری مدظلہ العالی کی
تصنیفات

کتاب الصیام شاہ رکن الدین الوری کے رسالہ رکن دین اور توضیح العقائد کے طرز پر رمضان المبارک اور پورے سال کے ہر قسم کے روزوں کے فضائل و مسائل اور دیگر فوائد پر جامع اور مستند کتاب۔ تھوڑی مدت میں تین ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲/- روپے

کتاب الزکوٰۃ زکوٰۃ وعشر کی فرضیت، فضائل و مسائل اور مصارف و دیگر فوائد پر تحقیقی کتاب جس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ (زیر طبع)

کتاب الحج حج وعمرہ اور زیارت مدینہ منورہ کے مستند فضائل و مسائل اور ہر عمل کی شرعی حیثیت اور اسرار، محبت بھرے انداز میں تحریر فرماتے ہیں یہ کتاب حج کی دیگر کتابوں سے بے نیاز کردیتی ہے قیمت مجلد ۱۵/- روپے

خلاصہ مثنوی مثنوی مولانا روم کے ساتوں دفاتر کی تمام حکایات کو یکجا کرکے ہر حکایت کے بعد زمانہ کی بدلتی ہوئی قدروں اور عصر حاضر کے حالات کے مطابق بہت سے سبق آموز فوائد ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب واعظین اور صوفی مزاج حضرات کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ (زیر طبع)

دعاؤں کا مجموعہ حضرت قبلہ کی حالیہ کاوشوں کا ایک اور نتیجہ "دعاؤں کا ایک مجموعہ" ہے۔ جس میں آپ نے زندگی کے ایک ایک لمحہ کو قرآن وحدیث کی دعاؤں سے مزین فرماکر خیر وبرکت کی دولتوں سے مالامال ہونے کا طریقہ سکھا دیا ہے۔ (زیر طبع)

رکن الاسلام پبلیکیشنز
ملنے کا پتہ: آزاد میدان، ہیرآباد، حیدرآباد، سندھ (پاکستان)

Marfat.com

Marfat.com